تذکرہ

حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ

(حضرت سید احمد شہیدؒ کے جدّ اعلیٰ اور عہد عالمگیری کے
ممتاز شیخ اور عارف باللہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ کا تذکرہ
اور ان کے ممتاز خلفاء اور نامور فرزندوں کے حالاتِ زندگی)

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا محمد الحسنیؒ
سابق ایڈیٹر "البعث الإسلامي"

ناشر
سید احمد شہید اکیڈمی
دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

نام کتاب: تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ

مؤلف: مولانا محمد الحسنیؒ

صفحات: ۱۶۸

تعداد: ۱۰۰۰

طباعت: کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ

قیمت:

www.abulhasanalinadwi.org

ملنے کے پتے

☆ مکتبۂ اسلام، گوئن ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور تکیہ کلاں رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست مضامین

عرض ناشر ۷
پیش لفظ ۷
کتاب کا مقصد ۱۲

باب اول

شاہ علم اللہ صاحبؒ کا خاندان
اوراس کی اہم شخصیتیں ۲۱
سلسلۂ نسب ۲۱
امیر کبیر سید قطب الدین محمد ثانی
اوران کا خاندان ۲۳
امیر سید نظام الدین ۲۵
امیر سید قوام الدین ۲۶
امیر سید تاج الدین ۲۷
سید رکن الدین ۲۸
امیر سید قطب الدین محمد ثانی ۳۱
قاضی سید احمد ۳۲
سید محمد فضیل ۳۳
سید محمد اسحاق ۳۴
دیوان سید خواجہ احمد ۳۵

باب دوم

ولادت، بچپن، نصیر آباد کا قیام، سفرِ ہجرت ۳۷
ولادت ۳۷
تعلیم وتربیت ۳۷
ایک بشارت ۳۹
چند روز لشکر شاہی میں ۴۰
زندگی کا نیا موڑ ۴۰
ترک وتجرید ۴۱
مجاہدات کے دوسال ۴۲
ایک مجذوب سے ملاقات ۴۳
سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں ۴۳
طالبِ صادق کے شب وروز ۴۵
ہجرت کا خیال ۴۶
نصیر آباد واپسی اور سفر کی تیاری ۴۷

باب سوم

نصیر آباد سے رائے بریلی، دائرہ
کا قیام، سفرِ حج اور تعمیر مسجد ۴۹
پہلی منزل ۴۹
ایک بلند پایہ مجذوب سے
ملاقات اور اقامت کا فیصلہ ۴۹
مکان کی تعمیر ۵۱

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

عسرت کی زندگی اور مجاہدات شاقہ ۵۲
پہلا سفرِ حج ۵۵
نگاہِ کرم ۵۶
اتباعِ سنت کا اہتمام ۵۶
مقامِ عزیمت ۵۷
دوسرا حج اور مسجد کی نئی تعمیر ۵۸

باب چہارم

اتباعِ سنت اور عزیمت ۵۹
سید شاہ علم اللہؒ کی زندگی کا اہم جوہر ۵۹
ایک اہم شہادت ۶۰
سید شاہ علم اللہ کے شب و روز ۶۳
خدمت و مساوات ۶۴
سید شاہ علم اللہؒ کا دسترخوان ۶۵
ایک وفد کی ضیافت ۶۷
مجاہدہ کی یکساں زندگی ۶۷
ہر کام میں سنت کا خیال ۶۹
بدعت سے نفرت ۶۹
شاہ پیر محمد لکھنوی سے اہم مکالمہ ۷۲
مُلا جیون سے ایک تاریخی گفتگو ۷۴
ملا باسو سے ایک گفتگو ۷۶
خلوت و ریاضت کے بارے میں شاہ صاحبؒ کا مسلک ۷۸
کمال ورع و احتیاط ۷۹
شاہ عبدالحمید ابدال کو نصیحت ۸۰
شاہ عبدالشکور کو نماز کی تبلیغ ۸۰
سنت کے مطابق نکاح کی پہلی مثال ۸۱
رسول اللہ ﷺ سے تعلق ۸۳
اخفاءِ حال ۸۵
عزیمت جہاد اور تنفیذ شریعت کا جذبہ ۸۶
شاہ صاحبؒ کے دشمن اور ان کا انجام ۸۷
تسلیم و رضا ۸۹
استغنا و بے نیازی ۸۹
آخری ایام ۹۰
تقلیلِ غذا ۹۱
وفات ۹۱
اورنگ زیب عالم گیر کا خواب ۹۲

باب پنجم

ارشادات و ملفوظات ۹۳
سنت کا غایت درجہ اہتمام ۹۴

www.abulhasanalinadwi.org

حرم قلب ۹۵
عشق ومحبت ۹۶
صبر کی حقیقت ۹۷
کمالِ معرفت ۹۹
اولیاء کی علامت ۱۰۰
فنا وبقا ۱۰۰
جذب وسلوک ۱۰۱
ایک نکتہ ۱۰۲
ایک آیت کی تشریح ۱۰۲
خوارق وکرامات حجابِ راہ ۱۰۳
صبر وعزیمت ۱۰۳
رسالہ ''قوت العمل'' ۱۰۵
سید شاہ علم اللہؒ کا اصل کارنامہ ۱۰۶

باب ششم

خلفاء ۱۱۴
شیخ فتح محمد انبالوی ۱۱۴
شیخ عبدالاحد نبیرۂ سید آدم بنوریؒ .....
..... ۱۱۷
سید عبداللہ محدث اکبر آبادیؒ ۱۱۸
شیخ محمود رسن تاب خورجویؒ ۱۱۸
شیخ محمد ولی کاکورویؒ ۱۱۹
شیخ محمود خاں افغانؒ ۱۲۱

باب ہفتم

اولاد واحفاد ۱۲۳
سید شاہ آیت اللہؒ ۱۲۳
سید شاہ محمد ہدیٰؒ ۱۲۶
سید ابوحنیفہؒ ۱۳۳
سید محمد جیؒ ۱۳۵
معمولات ۱۳۸
ایک اہم تصنیف ۱۳۹
بیعت وصحبت کی ضرورت ۱۴۳
آگاہی وبے قراری ۱۴۴
ذکر کے اثرات ۱۴۵
سید محمد ضیاء بن شاہ محمد آیت اللہؒ ۱۴۵
سید محمد صابر بن شاہ آیت اللہؒ ۱۴۶
سید محمد احسن بن شاہ آیت اللہؒ ۱۴۹
سید محمد نور بن سید محمد ہدیٰؒ ۱۵۲
سید محمد سنا بن شاہ سید محمد ہدیٰؒ ۱۵۴
سید عبدالباقی بن سید ابوحنیفہؒ ۱۵۵
سید محمد حکم بن سید محمد جیؒ ۱۵۶
سید شاہ محمد عدل بن سید محمد جیؒ ۱۵۸

☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

جن کتابوں نے ابتداء ہی میں راقم سطور پر اثر ڈالا ان میں ''تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ'' ممتاز کتابوں میں ہے، شاید کچھ وجہ یہ بھی ہوگی کہ وہ خاندان کے بزرگ کا ذکر تھا اور کتاب کے مصنف راقم کے والد ماجد مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنھوں نے بہت کم عمر پائی اور زندگی کی صرف چوالیس بہاریں دیکھیں، والد مرحوم کی وفات کے وقت راقم کی عمر ۹-۱۰ر تھی، والدہ صاحبہ مرحومہ کو اس کا بڑا اہتمام تھا کہ میں والد صاحب کے ایصال ثواب کا اہتمام کیا کروں اور ان کی کتابوں کا مطالعہ رکھوں، یہی وجہ رہی ہوگی کہ میں نے بڑے شوق سے اس کتاب کا مطالعہ کیا، اور اس چھوٹی سی عمر میں اس کتاب نے بڑا اثر کیا۔

حضرت شاہ صاحب کی حیات مبارکہ پر مختلف زبانوں میں خاندان کے بزرگوں نے کام کیا جن میں حضرت سید صاحبؒ کے چچا مولانا سید محمد نعمان صاحب اور حضرت مولاناؒ کے جو بزرگوار مولانا حکیم سید فخر الدین خیالیؒ کی کتابیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، لیکن فارسی میں ہونے کی وجہ سے ان سے استفادہ عام طور پر ممکن نہ تھا، والد صاحبؒ نے اس کو محسوس کیا اور بڑے ذوق وشوق سے سعادت سمجھ کر یہ کتاب تصنیف فرمائی اور اپنے عم محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی خدمت میں پیش کی، حضرت مولاناؒ نے کتاب بہت پسند فرمائی اور اس پر بڑا مؤثر مقدمہ بھی تحریر فرمایا، مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سراپا شفقت و محبت تھی، ان کو اپنے بھائیوں سے بے حد محبت تھی، والد صاحب مرحوم ان کے ماموں زاد بھائی تھے، مگر بالکل سگے بھائیوں کی طرح تھے، انھوں نے کتاب اپنے "مکتبۂ اسلام" سے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کی، اور اس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

عرصہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی ناپید تھا اور از سر نو اس کی اشاعت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اس حقیر کے لیے یہ بات سراپا سعادت ہے کہ اس کو اشاعت کی توفیق ملی، اب نئی کمپوزنگ اور تصحیح کے ساتھ کتاب ناظرین کے سامنے ہے۔

میں ذاتی طور پر ان تمام عزیزوں اور دوستوں کا مشکور ہوں جنھوں نے کتاب کی اشاعت میں کسی بھی حیثیت سے حصہ لیا، اللہ تعالیٰ سب کو اجر عطا فرمائے، اور کتاب مقبول عام فرمائے۔

جمعۃ المبارک ۲ر صفر ۱۴۳۰ھ — بلال عبدالحی حسنی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد!

ایک ایسے مبارک تذکرہ کے پیشِ لفظ لکھنے میں مجھے قلبی مسرت وسعادت کا احساس ہورہا ہے، جس کا انتساب ایک ایسی شخصیت سے ہے، جس سے نسبی، روحانی، علمی وذہنی، گونا گوں رشتے ہیں اور جس کی عقیدت ومحبت گویا گھٹی میں پڑی، اور اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور ہوش سنبھالا۔

غالباً اللہ ورسول کے پاک ومبارک ناموں کے بعد جو نام سب سے پہلے کان میں پڑا، اور عزت واحترام کے ساتھ اس کا نام لیا گیا، وہ حضرت شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی تھا۔ گھروں کے اندر مائیں عزت کے ساتھ ان کا نام لیتیں اور باہر بزرگ اس کا بار بار حوالہ دیتے، اور ان کے قصے سناتے، اس وقت اتنا شعور بھی نہ تھا کہ نام صحیح طور پر ادا ہوسکتا، خوب یاد ہے کہ ہم آپس میں ہمیشہ ''شالیم اللہ صاحب'' کہتے اور یہ تو عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ صحیح نام علیم اللہ نہیں علم اللہ ہے، جو ہم بچوں، اور کم سواد لوگوں ہی کے لیے نہیں، خواص اور اچھے پڑھے لکھے لوگوں کے لئے بھی ہندوستان میں ایک نامانوس نام ہے، اور اب بھی اچھے پڑھے لکھے لوگ تحریروں اور پتوں میں علیم اللہ ہی لکھتے ہیں۔

بچپن میں زیادہ تر ان کے زہد، مجاہدے اور فقر وفاقہ ہی کے قصے سنے تھے، خاندانی کتابوں میں دیکھا کہ پہلے دور میں جب اس خاندان کے بچے جمع ہوتے، اور اس کا تذکرہ ہوتا کہ کس کے گھر میں کیا پکا ہے اور کس نے آج کیا کھایا، تو جس بچے کے

www.abulhasanalinadwi.org

گھر میں فاقہ ہوتا اور ہانڈی نہ چڑھی ہوتی وہ بجائے اس کے کہ یہ کہتا کہ آج ہمارے گھر میں چولھا نہیں جلا، یہ کہتا کہ آج ہمارے گھر میں حضرت جیو (شاہ علم اللہ صاحب) مہمان ہیں، یہ ماؤں کی تعلیم کا اثر تھا، ہمارے زمانہ میں تو یہ بات نہیں رہی تھی مگر ان کی شخصیت ہمارے لئے اب بھی ایک مثالی شخصیت اور ایک محبوب ذات کی حیثیت رکھتی تھی، جب مسجد جانا شروع ہوا تو مسجد کی سیڑھیوں کے پاس جانبِ مشرق وجنوب ایک چہار دیواری دیکھی جس میں چند کچی قبریں بغیر کسی تختی، شمعدان، اور زینت وآرائش کے نظر آئیں، موسم برسات میں سبز گھاس کے سوا، اس پر کبھی کوئی چادر نہیں پڑی اور اس طرح جہاں آراء بیگم دختر شاہ جہاں کا یہ شعر بالکل حسبِ حال تھا ؎

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا کہ قبر پوشِ غریباں ہمیں گیاہ بس است

غالباً یہ قبور ہندوستان کے مسلم الثبوت بزرگوں کی چندگنی چنی قبروں میں ہوں گی جن پر صدیوں کے عرصہ میں نہ کبھی چادر چڑھی، نہ چراغ جلا، نہ پھول چڑھے، اتباعِ سنت اور شرک وبدعات سے نفرت کا یہ اثر وفات کے بعد قائم رہنا ایک کھلی کرامت ہے ؎

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

انھیں قبروں میں سے ایک خام اور بے نشان قبر اس ذات والا صفات کی تھی جس کا علوئے مقام، قوتِ نسبت اور ذات نبوی ﷺ سے قرب ومناسبت، مشائخ وقت اور بوریا نشین فقیروں سے لے کر اس عہد کے سب سے بڑے طاقت ور فرماں روا، صاحبِ اورنگ وسریر، شہنشاہ عالم گیر تک کو تسلیم تھی۔

ہم بچپن میں کئی کئی بار اس مقبرہ کو دیکھتے، اس کے آس پاس کھیلتے، ہم کو معلوم نہ تھا کہ اس میں کون سے اللہ کے بندے محوِ استراحت ہیں۔

جب کتابوں کے مطالعہ کی صلاحیت پیدا ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہماری چھوٹی

www.abulhasanalinadwi.org

سی بستی کو جس ذات سے انتساب کا فخر حاصل ہے، وہ ہندوستان کی پوری اسلامی تاریخ کی ممتاز ترین شخصیتوں اور صاحبِ نسبت بزرگوں میں سے ایک ہیں، اور جہاں تک اتباعِ سنت، اور بدعات سے نفرت اور عادات و اخلاق، تمدّن و معاشرت، جذبات و اذواق میں آنحضرت ﷺ کی بالارادہ، اور بلا ارادہ پیروی اور تقلید کا معاملہ ہے، اس میں مشائخِ طریقت میں بھی ان کی نظیر ملنی اگر ناممکن نہیں، تو مشکل ضرور ہے اور یہ احساس صرف راقم سطور ہی کا نہیں جس کو اس ذات سے جذباتی اور خاندانی تعلق ہے بلکہ اس میں وہ لوگ بھی شریک ہیں جن کی نظر ہندوستان کی دینی اور روحانی تاریخ پر، اور تراجم و تذکرے کی کتابوں پر زیادہ وسیع اور جن کا مطالعہ غیر جانب دارانہ، اور جدید اصطلاح کے مطابق معروضی ہے۔(۱)

نورِ باطنی و ادراکِ صحیح رکھنے والے بزرگوں کے لئے کسی شخص کی عظمت اور اس کے مرتبہ کے معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حالات کا مطالعہ اور تذکرے و تاریخ کی ورق گردانی نہیں، بلکہ قلب کی شہادت اور حوصلۂ باطن ہوتا ہے۔ ۱۳۰۸ھ میں جب والد مرحوم مولانا حکیم سید عبد الحی صاحبؒ اویسِ زمانہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے معمول کے مطابق پوچھا، کہ کہاں کے رہنے والے ہو؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ رائے بریلی کا رہنے والا ہوں، فرمایا کہ رائے بریلی میں کہاں رہتے ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ تکیہ شاہ علم اللہؒ۔ یہ سُن کر آپ نے عجب انداز سے کروٹ بدل کر فرمایا کہ وہ تو بڑے بزرگ تھے۔ یہ یقین ہے کہ مولانا کو کبھی ان کے حالات سننے یا پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہوگا اور نہ اس وقت متداول تذکروں میں ان کے حالات ملتے تھے، اسی طرح اپنے زمانہ کے ممتاز صاحبِ باطن بزرگ اور داعی الی اللہ مولانا محمد الیاس صاحب ۱۹۴۳ء میں اپنی عمر میں پہلی مرتبہ رائے بریلی آئے اور اسی تکیہ شاہ علم اللہؒ میں انھوں نے رات کو آرام فرمایا اور

(۱) مثلاً مولانا غلام رسول مہر مصنف ''سید احمد شہید''

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی، تو بغیر کسی مطالعہ ومراقبہ کے تھوڑے ہی وقت میں ان کو حضرت شاہ صاحب کے مرتبہ ومقام کا اندازہ ہوگیا، اور انھوں نے میرے سامنے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے جو اس سفر میں ساتھ تھے، بڑے تاثر کے لہجہ میں فرمایا کہ مولوی زکریا! ہم تو سمجھتے تھے کہ سید صاحب (حضرت سید احمد شہیدؒ) ہی بہت بڑے ہیں، حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ تو بہت ہی بڑے ہیں۔

افسوس ہے کہ اس عالی مرتبت شخصیت کے حالات، ملفوظات اور تحقیقات بہت کم ملتی ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اس سے اس مرتبہ کا پہچاننا بہت مشکل ہے جس کا اعتراف ان کے نامور معاصرین نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے، اگرچہ ان کے خاندان کے اہلِ علم اور اہلِ قلم بزرگوں نے جن میں ان کے پرپوتے مولانا سید نعمان صاحب، جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مسترشدین وخواص میں سے ہیں، کا نام اور کام سب سے روشن ہے۔ ان کے حالات لکھنے کا اور خاندانی روایات کے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام دیر سے شروع ہوا، اور جو کڑیاں گم ہوچکی تھیں ان کے دستیاب ہونے کا کوئی امکان نہ تھا پھر بھی ان کی کتاب ''اعلام الہدیٰ'' اس سلسلہ کی ایک بنیادی اور اہم تاریخی دستاویز ہے۔ ان کے بعد ترتیب وتدوین کا دوسرا قدم اس خاندان کے مؤرخ مولوی حکیم سید فخر الدین صاحب خیالی نے اُٹھایا، اور ''تذکرۂ علمیہ'' کے نام سے متفرق مواد کو یکجا جمع کردیا، بعد میں ان کے خلف الرشید مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ نے اس میں مزید اضافہ اور اس کی تکمیل کی، اور اس کا نام ''تذکرۃ الابرار'' رکھا۔

اب آخر میں یہ سعادت ان کے پوتے مولوی سید محمد الحسنی سلمہ کے حصہ میں آرہی ہے، جو ان کے لئے دوگانہ سعادت اور فخر کی بات ہے کہ ایک طرف اپنے خاندانی بزرگ، اور اپنے عہد کے ایک بلند مرتبہ شیخ وداعی کا تذکرہ لکھنے کی سعادت

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل ہورہی ہے، دوسری طرف جس کام کو ان کے جدِّ امجد نے شروع کیا تھا اس کی تکمیل کی عزت حاصل ہورہی ہے۔ مجھے اس تصنیف کا علم اس وقت ہوا جب کتاب کا بڑا حصہ لکھ چکے تھے اور اس وجہ سے مسرت ہوئی کہ یہ موروثی سعادت ان کے حصہ میں آئی اور ایک مفید کام کی توفیق ملی، انھوں نے حضرت شاہ صاحب کے تذکرے ہی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ ان کی اولاد واحفاد اور ان کے خلفائے امجاد کا تذکرہ بھی شامل کیا، اس طرح یہ کتاب ایک طرف جامع دوسری طرف عصرِ حاضر کے ذوق واسلوب کے مطابق ہوگئی، جس سے ہم اس دورِ فتن میں جس میں نہ صرف بدعات کا دور دورہ ہے؛ بلکہ لادینیت، وحدت ادیان، اور کفر وایمان کی مساوات اور ہر قسم کے حدود وقیود و تعینات کے انکار، نیز خاتم النبیین ﷺ کے ہادیٔ سبل، ختم الرسل اور امام الکل ہونے کے انکار کا رجحان ایک دعوت اور فلسفہ کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے۔ ایک ایسے زمانہ میں، ایک ایسی شخصیت کی سیرت یقیناً مفید ومؤثر ہوگی جس کا اس حقیقت پر ایمان واذعان تھا اور ساری عمر اسی کے اعلان میں مصروف رہی کہ:

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسرِ او

ابوالحسن علی
۴/ جمادی الآخرۃ ۱۳۹۰ھ
پنجشنبہ: ۹/ جولائی ۱۹۷۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

کتاب کا مقصد

رب اشرح لی صدری، و یسر لی امری، و احلل عقدة من لسانی، یفقهوا قولی.

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے ایک مرتبہ ایک دلچسپ حکایت بیان فرمائی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند آدمی ریل سے سفر کررہے تھے، وقت گزاری کے لئے انھوں نے ایک دوسرے کے حالات دریافت کرنے شروع کیے، موضوع یہ تھا کہ کون کس سے بیعت ہے، سب نے کسی نہ کسی کا نام لیا، قریب ہی ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے، جو گفتگو میں حصہ نہیں لے رہے تھے اور بالکل خاموش تھے، جب سب اپنے اپنے پیروں کا ذکر کرچکے تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ صاحب آپ اتنی دیر سے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بھی تو بتائیے کہ آپ کا پیر کون ہے؟ ان صاحب نے بڑے اطمینان سے اپنے پیٹ سے کرتہ ہٹایا اور اس پر ہاتھ پھیر کر جواب دیا کہ میرے پیر یہ ہیں۔

ہماری موجودہ دنیا کے متعلق آج جو بھی کہا جائے اور لکھا جائے اس میں شُبہ نہیں کہ اس کا سب سے بڑا مذہب ''نفس پرستی'' اور اس کا سب سے بڑا پیر ''شکم'' ہے اور یہ ایسا بین الاقوامی پیر ہے کہ اس کا حلقۂ ارادت مشرق ومغرب اور عرب وعجم ہر جگہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا سکہ ہر ملک میں رواں ہے، اس نے بہت سے چھوٹے چھوٹے پیروں مثلاً قومیت، آمریت، رنگ ونسل اور زبان ووطن کے پجاریوں کو اپنی بساط بچھانے اور اپنا حلقہ بنانے کی اجازت ضرور دے رکھی ہے لیکن اس شرط پر کہ سب اس کے ماتحت بن کر رہیں اور اسی سے ''کسبِ فیض'' کریں اور ہر فائدہ وآمدنی میں اس کو مقدم رکھیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹی کی نظروں سے وہ معیار اوجھل ہوگئے ہیں جو اس ہمہ گیر مذہب اور اس کے سب سے بڑے پادری یا پروہت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے تھے اور اس کے سارے اثرات (جس کو ہم اپنی نئی زبان میں معیار زندگی کی

(۱) نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد اول مرتبہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن پھلتی شرح وترجمہ مولانا مفتی نسیم احمد فریدیؒ ص/۳۰۳، ۳۰۴، طبع اول ۱۴۱۹ھ، ضلع مظفرنگر یوپی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بلندی، بہتر اقتصادیات، مادی ترقی اور معاشی خوش حالی جیسے خوش نما ناموں سے تعبیر کرتے ہیں) سے آزاد ہو کر اپنے عمل سے یہ اعلان کرتے تھے کہ انسانیت صرف اچھا کھانے، اچھا پہننے اور اچھے مکان میں رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جس کی تکمیل قدر و شکر گزاری اور اطمینان کے ساتھ ہونی چاہئے، بچوں کی طرح اس کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا، فاقہ زدوں کی طرح اس پر گرنا اور اس کو پا کر اپنے کو کھو دینا انسان کے جوہر عالی اور اس کی بلند استعداد کی سخت ناقدری اور توہین ہے۔

یہ انسانی معیار جو خدا کے فضل سے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پائے جاتے تھے اس زمین میں خدا کی نشانی بن کر اور انسانوں کے جنگل میں پرچم کی طرح بلند ہو کر اس بات کی دعوت دیتے تھے کہ اپنے کو اس نفس کی غلامی اور اس شکم کی اسیری سے آزاد کرو جس کی وجہ سے خدا کی ایک مخلوق گائے بیل اور سور، کتّے کے ذلیل نام سے پکاری جاتی ہے اور جس کے سامنے صرف دو چیزیں ہوتی ہیں: اپنی خواہشات اور اپنا پیٹ۔

نفس پرستی اور شکم پرستی اور اس کے نتیجہ میں مادیت و حیوانیت کی تاریک گھٹاؤں نے جب کبھی کسی ملک اور معاشرہ یا کسی آبادی اور قبیلہ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے اس وقت اللہ کے مخلص و مقبول بندوں اور عالی ہمت و بلند حوصلہ انسانوں نے دنیا کے رواج و دستور، انسانوں کے قیاس و تجربہ، رائج الوقت معلومات و مسلمات اور ہوا کے رخ کے خلاف ایک ایسے طرزِ زندگی اور ایسی سطح کا نمونہ پیش کیا جس میں خزف ریزوں اور ٹھیکروں اور روپیوں اور اشرفیوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا، اور شاہ و گدا سب برابر ہو گئے تھے اور ان کے ساتھ جو رویہ اور برتاؤ تھا وہ صرف اللہ کے حکم، شریعت کے فیصلے اور سنتِ نبویؐ کی روشنی و رہنمائی میں تھا۔

انسانیت کے ان اعلیٰ نمونوں نے (جو اس زمین کی برکت اور پوری انسانیت کی قابلِ فخر دولت ہیں) اس نفس پرستی اور شکم کی بالادستی اور حکمرانی پر ہمیشہ سخت ضرب لگائی اور یہ بتایا کہ کام و دہن کی لذت اور خواہشاتِ نفس کی تکمیل سے بڑھ کر ایک اور لذت ہے، جس کا مزہ چکھنے کے بعد آدمی ان حقیر اور فانی لذتوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرف مڑکر دیکھنا بھی نہیں چاہتا، البتہ اس کا مزہ چکھنے سے پہلے کچھ قربانی، ایثار اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ (م: ۱۰۹۶ھ) کی زندگی سے (جن کا تذکرہ اس کتاب کا موضوع ہے) ہمیں پہلا سبق یہی ملتا ہے اور یہ وہ سبق ہے جس کو اس دورِ ہوس اور دورِ شکم میں پوری بلند آہنگی کے ساتھ اور بار بار دہرانے کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ شاہ صاحبؒ کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت اور گویا ان کی سیرت کا عنوان، اتباعِ سنت بلکہ سنت سے عشق ہے، بدعت کی ہر قسم بلکہ اس کا سایہ بھی ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا اور ایک چھوٹی سی چھوٹی سنت ان کے نزدیک بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے کہیں افضل تھی، سنت کا شوق اور اہتمام بچپن سے ان کے خمیر میں تھا اور شاید ہی کوئی وقت ایسا گزرتا ہو کہ کوئی سنت ان سے ترک ہو جاتی ہو، یہاں تک کہ وہ لوگ جن پر ان کا کچھ سایہ پڑ گیا سنت کے دلدادہ ہو گئے اور ان کے رنگ میں رنگ گئے، اور جہاں گئے اور جہاں رہے اسی رنگ پر قائم رہے، ان کی سیرت کے مطالعہ سے ہمارے دل میں سنت کی محبت اور عظمت بڑھتی ہے اور یقین پیدا ہوتا ہے کہ پیروئ سنت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی دولت نہیں اور ایک چھوٹی سی چھوٹی سنت سے جو برکت اور ترقی حاصل ہوتی ہے وہ بڑے بڑے مجاہدوں، ریاضتوں اور قربانیوں سے بھی ہاتھ نہیں آتی، ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند

اس لئے ہماری بڑی بدنصیبی ہوگی اگر ہم اس آسان نبوی راستہ کو چھوڑ کر اس سے غفلت برت کر اپنی پسند اور اپنے ذوق سے دوسرے راستوں اور دوسرے طریقوں پر اپنی اصل قوت اور اصل توجہ مرکوز کر دیں اور پیروئ سنت کا حصہ ہماری زندگی میں کم سے کم ہو، موجودہ دور میں سنت کا اہتمام (خاص دینی حلقوں میں بھی) جتنا کم ہو چکا ہے اور برابر کم ہو رہا ہے اور بدعات کا جتنا رواج ہے، اس کے پیشِ نظر ایسی چیزوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

اشاعت یا ایسی کوئی کوشش جس سے لوگوں کے دلوں میں اتباعِ سنت کا شوق اور بدعت کی نفرت پیدا ہو، فائدے سے خالی نہیں۔

کتاب کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیسی عظیم اور عجیب وغریب صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اور کیسے کیسے مقامات اور درجات اس کی زد اور دسترس میں ہیں، اور اگر خدا کی توفیق شامل حال ہو اور وہ ایک دفعہ ہمت کر کے نفس کی بندش یا کششِ ثقل سے آزاد ہو جائے تو کیسے کیسے عالم، کیسی کیسی لذتیں بلکہ کیسی کیسی جنتیں اس دنیا ہی میں اس کی منتظر ہیں؛ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الآخِرَةِ (ان کے لیے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی) اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک عارف اور حقیقت شناس نے فرمایا تھا: "لو علم الملوك ما نحن فيه لقاتلونا بالسيوف" (اگر بادشاہوں کو خبر لگ جائے کہ ہم کس مزے میں ہیں تو (رشک وحسد سے) تلواریں لے کر ہمارے مقابلہ پر آجائیں)۔ اور اس میں ادنیٰ تعجب ومبالغہ کی بات نہیں، جب صرف مادی وسائل کو ترقی دے کر آدمی ہوا میں چڑیوں کی طرح اڑ سکتا ہے اور پانی میں مچھلیوں کی طرح تیر سکتا ہے اور ستاروں پر کمند ڈال سکتا ہے اور جب ایک انسان محض اپنے جسم کو ترقی دے کر مشق وریاضت بہم پہنچا کر اور خود اعتمادی اور خود شناسی کے ذریعہ جسمانی شعبہ میں حیرت انگیز کمالات دکھا سکتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے تو کیا یہ انسان اپنے دل اور روح کی صلاحیتوں اور مخفی طاقتوں کو بروئے کار لا کر ان مقامات تک نہیں پہنچ سکتا جن کے سامنے یہ سارے دنیاوی کمالات اور مادی ترقیات وعجائب بچوں کے کھیل یا مٹی کے گھروندوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

حضرت سید علم اللہؒ کی سیرت سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا شناسی وخود شناسی کی بدولت ایک ظلوم وعاصی انسان کہاں سے کہاں پہنچتا ہے، کس طرح مٹی سے سونا بنتا ہے، ذرہ سے آفتاب بنتا ہے، کسی طرح اس دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے، کس طرح اس دنیا میں جنت کے مزے لوٹتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دل

www.abulhasanalinadwi.org

پر خدا کی ''نظر کرم'' دیکھتا ہے اور اس کے انعامات، نوازشوں، بشارتوں اور خوش خبریوں سے خوش اور سرفراز ہوتا ہے ؎

جو ہم دل پر اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

کس طرح اس کی مخلوق کے لئے فیض وسخاوت کا سمندر بن جاتا ہے اور کس طرح اس کے انوار و برکات سے آشنا و بیگانہ، دوست و دشمن اور قریب و بعید اپنی اپنی استعداد اور ظرف اور توفیق الٰہی کے بقدر مستفید ہوتے ہیں، اس کی ذات خلائق کے لئے مرکز و مرجع بن جاتی ہے اور اس کے اثرات زمانہ اور مسافت کے پردوں کو چیرتے ہوئے آنے والی نسلوں تک پہنچتے ہیں۔

کس طرح اس کی دعاؤں سے مصیبتیں ٹلتی ہیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا وجود رحمت وسکینت کی چادر بن کر پورے ماحول پر محیط ہو جاتا ہے، کس طرح اس کی محبت انسانوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے، اور وہ کشاں کشاں اور افتاں و خیزاں اس کے پاس پہنچتے ہیں اور دیوانہ وار و بے قرار ہو کر اس کا ہاتھ تھامتے ہیں اور اس کے پیچھے چلنا اپنی سعادت جانتے ہیں اور اس کی ہر جنبش لب اور ہر نگاہِ غلط انداز کو باعثِ افتخار اور سرمایۂ امتیاز سمجھتے ہیں اور زبانِ حال سے گویا ہوتے ہیں ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کس طرح وہ چھپنا چاہتا ہے اور چھپ نہیں سکتا، دنیا سے منہ موڑتا ہے اور دنیا اس کے قدموں پر گرتی ہے، امراء و بادشاہوں سے دور رہنا چاہتا ہے اور وہ اس کی تلاش میں پیچھے پیچھے گھومتے ہیں، کس طرح وہ خویش و اقارب اور خاندان وقبیلہ کے

---

(۱) ''مہر جہاں تاب'' دراصل ہندوستان کی علمی و ادبی تاریخ اور یہاں کی باکمال ہستیوں کا دائرۃ المعارف یا انسائیکلو پیڈیا ہے، اسی کے ساتھ اس میں عالمِ اسلام کے مشاہیر اور علوم وفنون کی تاریخ پر قیمتی مواد موجود ہے۔ پوری کتاب فارسی میں ہے اور غیر مطبوعہ ہے اس کی دو جلدیں فل اسکیپ سائز کے پندرہ سو صفحات پر مکمل ہوئی ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

حدود کو پار کر کے پوری انسانیت کا سرمایہ، زمین کی زینت اور دنیا والوں کے لئے برکت بن جاتا ہے۔

سید شاہ علم اللہؒ کی زندگی کے مطالعہ سے انسان میں وہ جوہر خوابیدہ اور وہ مبارک خلش بیدار ہونے لگتی ہے جو خدا نے ہر انسان میں ودیعت کی ہے، اس کے اندر خدا طلبی اور خود شناسی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس کی ہمت بندھتی ہے اور امید بڑھتی ہے، اس میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی اس راستہ پر چل کر ان مقامات تک پہنچے اور وہ مرتبہ حاصل کرے جو اگر پوری عمر اور پوری دنیا بیچ کر بھی مل جائے تو بہت ارزاں ہے بلکہ محض توفیق الٰہی اور رحمتِ خداوندی ہے ؎

گر اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اس پست ہمتی، تن آسانی، عافیت طلبی اور نیک کاموں میں قناعت پسندی کے دور میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ تمام انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کے سامنے ایسی عملی مثالیں پیش کی جائیں جن سے ان میں اولوالعزمی، حوصلہ مندی اور بلند ہمتی کے اوصاف پیدا ہوں اور وہ یہ سمجھیں کہ وہ کتنی بڑی دولت کی ناقدری کر رہے ہیں، اور کیسے کیسے خزانوں اور طاقت کے سرچشموں کو وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے بیٹھے اور خدا کے لافانی خزانوں، اس کے لازوال انعامات اور سب سے بڑھ کر اس کی نظرِ کرم اور نظرِ محبت کے مقابلہ میں کیسے فانی، عارضی، زود رنج، بے مروت، بے وفا اور طوطا چشم آسروں کا سہارا لئے ہوئے ہیں اور کائنات کی کتنی حقیر اور چھوٹی کسر پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔

اس کتاب کا ایک ذاتی اور جذباتی محرک بھی ہے، حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی رحمۃ اللہ علیہ سادات کے اس خانوادہ میں جس سے راقمِ سطور کا نسبی تعلق ہے اور جس کی تفصیل آگے ملے گی، جو بلند مقام رکھتے ہیں اور خاندان کے اکابر کے دل میں ان کی جو عظمت اور محبت نقش ہے، پھر ان کی دل آویز اور طاقت ور شخصیت ان کی پیروئ سنت

www.abulhasanalinadwi.org

اور شانِ عزیمت ان کے اوصاف وکمالات اور پر اثر اور سحر انگیز حالات وواقعات نے اس خاندانی وخونی رشتہ کے ساتھ مل کر ان کو دینی زندگی اور روحانی ترقی کا ایک رمز یا نشان بنا دیا (علم اللہ کے معنی بھی یہی ہیں یعنی خدا کا نشان یا پرچم) اور خاندان کے اہل فکر واہل دل برابر ان کے واقعات لکھتے اور سنتے سناتے رہے۔

خوش قسمتی سے خاندان کی جس شاخ سے راقمِ سطور کا تعلق ہے یعنی مولانا حکیم سید عبدالحیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء ومصنف نزہۃ الخواطر کی شاخ، اس کے بزرگوں نے ان کے حالات وواقعات کو یک جا کرنے، ان کو مکمل کرنے اور ان میں اضافہ کرنے کا کام بہت ذوق وشوق اور علمی وتاریخی خصوصیات کے ساتھ برقرار رکھا۔ ان کی سیرت کا سب سے معتبر اور مستند ماخذ ''اعلام الہدیٰ'' ہے جو خود ان کے پوتے اور عالم ربانی مولانا محمد نعمانؒ نے (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے چچا اور شاہ ولی اللہ کے مخصوص رجال میں ہیں) تصنیف کی، لیکن وہ اپنی زندگی میں اس کی تکمیل نہ کر سکے، ہندوستان کے مایۂ ناز مؤرخ مولانا حکیم سید فخر الدینؒ (م ۱۳۶۲ھ) مؤلف ''مہر جہاں تاب''(۱) نے ''سیرتِ علمیہ'' کے نام سے اس کی تبییض وترتیب جدید اپنی سعادت سمجھی اور اس میں مزید اضافے کئے۔ ان کے نامور فرزند مولانا حکیم سید عبدالحیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء نے اس کی مزید تنقیح کی اور ''تذکرۃ الابرار'' اسکا نام رکھا۔ میرے نانا مولانا سید ابوالقاسم ہسوی نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ لیا اور اپنی کتاب ''برکاتِ احمدیہ'' میں شاہ صاحب اور ان کے فرزندوں کا تذکرہ کیا۔

والد ماجد ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبد العلی حسنیؒ ناظم ندوۃ العلماء نے بھی ''بحر زخار'' سے ان حصوں کا انتخاب کیا جو حضرت شاہ صاحب سے متعلق تھے، اور ان ہی علمی نوادر اور بیش قیمت یادگاروں کی ہر قیمت حفاظت کی، نیز بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شاہ صاحب کے ایک رسالہ ''عطیات'' کی طباعت واشاعت کا اہتمام کیا۔ عمِ مخدوم ومعظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے سیرت سید احمد شہید کے شروع میں شاہ صاحب کے خاندان اور ان کے باکمال فرزندوں کے حالات وواقعات قلمبند

www.abulhasanalinadwi.org

کئے، یہ اردو میں پہلی اور منتخب چیز تھی جو ہمارے سامنے آئی۔

رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ میں مجھے ''تذکرۃ الابرار'' اور ''سیرتِ علمیہ'' بالاستیعاب دیکھنے کا موقعہ ملا اور شاہ علم اللہ کے پُر اثر واقعات وحالات نے دل پر عجب اثر کیا اور مطالعہ کے وہ لمحات بڑے اچھے گذرے، ع

چند لمحے یاد کے تاباں، درخشاں، جاوِداں

مولانا حکیم سید فخر الدینؒ کے الفاظ جو انھوں نے ''سیرتِ علمیہ'' کے آغاز میں لکھے راقمِ سطور کے لئے مہمیز بن گئے اور انھوں نے آتشِ شوق کو اور بھڑکا دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''از مدت مدید سینہ آرزوئے دلی وتمنائے قلبی ایں نابود ہستی نما ایں بود کہ سیرتِ حضرت قدوۂ علمائے راسخین زبدۃ اولیائے کاملین مولانا ومولی الاکابر مولانا سید علم اللہ الحسنی الحسینی القطبی قدس سرہ الاقدس بضبط تحریر آرد تا ذکر ایں چنیں باعثِ نزول رحمتِ خداوندی وموجب بصیرت وخبرت اخلاف آں ممدوح الاوصاف گرد، نا گاہ مسودہ ''اعلام الہدی'' مصنفہ جناب فضیلت مآب کمالات انتساب گنجینۂ علم وعرفان مولانا سید محمد نعمانؒ نبیرۂ جناب ممدوح از نظر گذشت۔ فقیر کہ ہم از بدنام کنندہ نکونامان ایں دو مان عالی شان است، آں را غنیمت بارد شمردہ در حدود ۱۳۱۷ھ بہ تبییض وترتیبش پرداخت وحسب موقع ومحل اختصار و اضافہ نمود۔''

اس لحاظ سے راقم سطور کے لئے بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہوگی اگر اس تذکرہ کی تکمیل اس کے حصہ میں آئے اور اس کے آباء واجداد کی یہ امانت تاریخ میں اپنی جائز اور صحیح جگہ پائے۔

اس سے بڑھ کر لالچ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعات و حالات اور

www.abulhasanalinadwi.org

ارشادات وملفوظات کسی کے دل پر اثر کریں اور کسی کی ہدایت وتغیرِ حال کا ذریعہ بن جائیں اور اس ذریعہ سے اس کم سواد و بے بضاعت کے لئے بھی اس کے دل سے کبھی کوئی دعا نکل جائے اور بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو جائے ؎

غرض نقشے است کز ما یاد ماند　　کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے زرحمت　　کند بر حالِ ایں مسکیں دعائے

راقم سطور برادرِ معظم مولانا سید محمد ثانی حسنی مدیر ''رضوان'' کا شکر گذار ہے جن کے قیمتی مشوروں اور تاریخی تحقیقات سے سنین وغیرہ کی تصحیح میں بہت مدد ملی، اور جو اس موضوع پر ایک عرصہ سے کام کر رہے ہیں، اور اس خانوادہ کی مفصل علمی و دینی تاریخ پر ایک مستقل کتاب ان کے زیرِ ترتیب ہے۔

برادرِ عزیز سید محمد سالم الحسینی بھی اس شکریہ کے مستحق ہیں جن سے مختلف مواقع پر بہت مدد ملی، کام کی رفتار بڑھی اور تصحیح ومقابلہ کے کام میں بڑی سہولت ہوئی۔

عمِ مخدوم ومعظم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی ذات اس شکریہ سے مستغنی ہے کہ ساری کتاب ان ہی کی ہمت افزائی اور رہنمائی کا نتیجہ ہے، اور ان کا بیش قیمت مقدمہ کتاب کی زینت اور نوآموز مصنف کے لئے باعثِ افتخار اور سرمایۂ سعادت ہے۔

محمد الحسنی

۳۷- گوئن روڈ، لکھنؤ　　جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

شاہ علم اللہ صاحبؒ کا خاندان اور اس کی اہم شخصیتیں

حضرت سید شاہ علم اللہؒ سادات کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جن کو ''حسنی حسینی'' کہا جاتا ہے، ان کا سلسلۂ نسب سید حسن مثنیٰ فرزند حضرت حسنؓ تک پہنچتا ہے جن کی شادی حضرت حسینؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ سے ہوئی، ان کے فرزند سید عبداللہ المحض تھے، اس طرح خاندان کی اس شاخ میں جو سید عبداللہ المحض سے چلی، حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ دونوں کی نجابت شامل ہوگئی، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے اثرات تاریخ کے عظیم تغیرات، زمانہ کے انقلابات اور ہزاروں میل کے فاصلوں اور اتنی نسلیں گزرنے کے باوجود بھی ظاہر ہوتے رہے، اور ترویجِ شریعت، پیروئ سنت، زہد و تقویٰ، علم و فضل اور ایمان و قلم ہر شعبہ میں ایسی اولوالعزم اور بلند قامت شخصیتیں پیدا ہوئیں جن سے سنت و شریعت، جہاد و قربانی اور زہد و تقویٰ کی شمع برابر روشن رہی، انھوں نے بدعت و عجمیت، فلسفہ زدہ تصوف اور دوسرے بیرونی و اندرونی اثرات سے آزاد اور بالاتر ہو کر ہمیشہ اس طرزِ زندگی کا مظاہرہ کیا جسے اسوۂ نبوی سے بہت قریب اور صحابہ کرام کی زندگی سے قریب تر کہا جا سکتا ہے۔

سلسلۂ نسب

حضرت سید شاہ علم اللہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

حضرت سید شاہ علم اللہ الحسنی الحسینی القطبی بن سید محمد فضیل بن سید محمد معظم بن قاضی سید احمد بن قاضی سید محمود بن سید علاء الدین بن سید قطب الدین محمد ثانی بن سید صدر الدین ثانی بن سید زین الدین بن سید احمد بن سید علی بن سید قیام الدین بن سید

www.abulhasanalinadwi.org

صدرالدین بن قاضی سید رکن الدین بن امیر سید نظام الدین بن سید السادات امیر کبیر قطب الدین محمد الحسنی الحسینی المدنی بن سید رشید الدین احمد المدنی ثم الغزنوی بن سید یوسف بن سید عیسی بن سید حسن بن سید حسین المکنی بابی الحسن بن سید جعفر بن سید قاسم بن سید ابی محمد عبداللہ بن سید حسن الاعور الجواد بن سید محمد الاصغر بن سید ابی محمد عبداللہ الاشتر الکابلی الشہید بن سید ابی القاسم محمد ذی النفس الزکیہ بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن المثنی بن سیدنا حسن السبط الاکبر بن سیدنا ابی الحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

اس سلسلہ میں سید عبداللہ المحض، سید محمد النفس الزکیہ اور سید عبداللہ الاشتر الکابلی کا تذکرہ تاریخ وانساب کی تمام اہم کتابوں میں موجود ہے اور ان کے تعارف کی یہاں کوئی ضرورت نہیں، سید عبداللہ الاشتر کے دو بیٹے تھے، محمد الاصغر اور سید حسن (۱)، سید حسن کے کوئی اولاد نہ ہوئی، سید محمد الاصغر کے پانچ بیٹے تھے، حسن بن محمد، محمد، علی، ابراہیم، طاہر۔ لیکن تمام مؤرخین کا اجماع ہے کہ ان کی نسل صرف حسن بن محمد الجواد سے چلی۔

سید حسن بن محمد الجواد کوفہ کے نقیب بھی تھے، ان کا شمار اس وقت اہلِ بیت و بنی ہاشم کے اکابر میں تھا، جود وسخا اور مہمان نوازی کی وجہ سے ان کا لقب جواد (یعنی سخی) پڑ گیا تھا، نقابت اشراف اور سادات کی سربراہی کا منصب عرصہ تک ان کی اولاد میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا۔

سید حسن بن محمد الجواد کے پانچ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام ابو محمد عبداللہ تھا، سید ابو محمد عبداللہ کی اولاد ایک عرصہ تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہی، پھر وہاں سے بالترتیب بغداد، غزنی اور اس کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مثلاً کڑا مانکپور، نصیر آباد، رائے بریلی اور اس کے بعد دوسرے حصوں میں پھیل گئی۔

---

(۱) تذکرۃ السادات میں عمدۃ الانساب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سید عبدالاشتر الکابلی کے چار فرزند تھے، لیکن یہ بات درست نہیں۔ حسن الاعور جن کو صاحب عمدۃ الانساب نے ان کے فرزندوں میں شمار کیا ہے، دراصل ان کے پوتے اور سید محمد الاصغر کے بیٹے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

امیر کبیر سید قطب الدین محمد مدنی اور ان کا خاندان

امیر کبیر سید قطب الدین محمد الحسنی نے (جیسا کہ تاریخ و انساب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے) ۶۰۷ھ میں مدینہ طیبہ میں ایک خواب دیکھا اور اس میں ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جہاد کے لئے ہندوستان جانے کا حکم اور فتح کی بشارت ہوئی۔

مصنف ''بحرِ زخار'' نے شاہ غلام حسن (جانشین حضرت شاہ حسام الحق مانکپوری) کے حوالے سے ان کی آمد ہندوستان کا پس منظر یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کا کڑا میں گزر ہوا، انھوں نے گنگا میں غسل کیا، راجہ جے چند کو جو وہاں کا ظالم اور دشمنِ اسلام حکمراں تھا یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے ان بزرگ کی انگلی سزا کے طور پر شہید کروادی، یہ بزرگ یہاں سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں روضۂ نبوی کے سامنے جا کر فریاد اور شکایت کی، جواب ملا وہاں اسلام کی اشاعت میرے فرزند قطب الدین پر منحصر ہے، سید قطب الدین اسی اشارہ پر کڑہ تشریف لائے۔(۱)

''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ سید قطب الدین کو کڑہ (ضلع الہ آباد) بہت پسند آیا اور وہیں اقامت کا قصد کرلیا اور ارادہ کیا کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوں، لیکن وہاں کے باشندوں نے ان کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا اور ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، آخر کار بادلِ ناخواستہ خشکی کے راستہ سے وطنِ مالوف (مدینہ منورہ) روانہ ہوئے اور مسجدِ نبوی کی زیارت کی، ایک ہفتہ بھی نہ گزرا ہوگا کہ خواب میں حضور ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور اشارہ ہوا کہ پہلے سلطان غزنی کے پاس جائیں اس کے بعد ہندوستان روانہ ہوں۔

امیر سید قطب الدین محمد الحسنی کے علو نسب اور علو مرتبت پر تمام مؤرخین کا اجماع ہے اور سب نے بہت بلند الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے، حضرت سید علی ہمدانی

---

(۱) منتخب بحرِ زخار

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب ''عمدۃ المطالب''، شیخ احمد اکبر آبادی صاحب ''تذکرۃ السادات''، سید حامد بخاری سندی اور صاحبِ ''منبع الانساب''، اور صاحبِ ''بحرالانساب'' نے اس کی توثیق کی ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ ''صحت نسب قطب العارفین رئیس الواصلین سید قطب الدین محمد الحسنی الحسینی از تواریخ انساب بتواتر پیوستہ۔''(۱)

ہم ''تاریخِ فیروز شاہی'' سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ان کے اور ان کے بعض معاصرین کے مرتبہ کا اندازہ ہوگا اور معلوم ہوگا کہ اس عہد میں ان کی کیا حیثیت تھی اور علماء و مؤرخین ان کو کس نظر سے دیکھتے تھے:

''منکہ مؤلف تاریخِ فیروز شاہیم از ثقات معمر شنیدہ ام در عصر بلبن چند بزرگ از بقایا بزرگان شمسی ماندہ بود و چند ملک از نوادرِ ملوک و اعوان و انصار او پیدا آمدہ کہ عہد عصر سلطان بلبن ازاں بزرگاں و ازاں ملوک آراستہ شدہ بود و اعتبار تمام گرفتہ۔''

(خاکسار مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے معتبر و معمر بزرگوں سے سنا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں چند ہستیاں جو شمس الدین التمش کے مبارک عہد کی یادگار تھیں، باقی رہ گئی تھیں۔ اور اس دور کے چند ملوک و امراء و اعوان سلطنت بھی موجود تھے، یہ بزرگ ہستیاں اور یہ ملوک و امراء سلطان بلبن کے عہد کے لئے باعثِ زینت اور باعثِ فخر تھے۔)

''چنانکہ از سادات بزرگ تر بزرگاں امت اند، قطب الدین شیخ الاسلام شہر جد بزرگوار قاضیاں بداؤں و سید منتخب الدین و سید جلال الدین پسر سید مبارک و سید عزیز الدین و سید معین الدین سامانہ و سادات گردیز جدان سید چھجو و سادات عظام کیتھل و

(۱) سیرت سید احمد شہید؛ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی؛ بحوالہ تذکرۃ السادات۔

www.abulhasanalinadwi.org

سادات جنجیر وسادات بیانہ وسادات بداؤں و چندیں سادات دیگر کہ از حادثہ چنگیز خاں ملعون دریں دیار آمدہ بودند و ہر یکے در صحت نسب و بزرگی عدیم المثال بودند و بکمال تقوی و تدین آراستہ بر ینہمہ برصدر حیات بودند۔''

(چنانچہ سادات میں سے کہ بزرگانِ امت کے سرتاج ہیں، دارالسلطنت دہلی کے شیخ الاسلام قطب الدین جو بدایوں کے قاضیوں کے جد بزرگوار ہیں اور سید منتخب الدین، سید جلال الدین (فرزندِ سید مبارک) سید عزیز الدین و سید معین الدین (سامانہ) نیز گردیزی سادات (جو سید چھجو کے اجداد ہیں) اسی طرح کیتھل کے سادات عظام و سادات جنجر و سادات بیانہ و سادات بدایوں اور دوسرے متعدد سادات کرام جو چنگیز خان ملعون کے حادثہ کی وجہ سے اس ملک میں تشریف لائے تھے، ان میں سے ہر ایک صحیح النسبی اور عالی حسبی میں بے نظیر اور کمالِ تقوی و تدین سے آراستہ رونق بخش وجود تھا۔)

سید قطب الدین محمد الحسنی کے تینوں فرزند اپنے اپنے وقت میں اجلۂ علماء و مشائخ میں شمار کیے جاتے تھے اور ان میں سے ہر ایک ارشاد و ہدایت اور اصلاح و تربیت میں اپنے نامور والد کا حقیقی جانشین اور علماء و مشائخ اور علم نواز سلاطین دونوں میں مقبول و محبوب تھا۔

امیر سید نظام الدین

امیر سید نظام الدین کا ذکر اوپر بار بار گزرا ہے۔ وہ تمام معرکوں میں اپنے والد کے دوش بدوش بلکہ پیش پیش رہے، اور ان کے بعد کڑے میں ان کے جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ علم اللہؒ ان ہی کی اولاد میں ہیں، ان کی نسل میں جتنے اولیاء و علماء

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا ہوئے، اس کی نظیر ہندوستان میں کسی دوسرے خاندان میں مشکل سے ملے گی۔
مصنف ''تذکرۃ الابرار'' نے صحیح لکھا ہے کہ:

از اعقابِ او چندے علماء و مشائخ برخواستند کہ در خانوادہائے دیگر معلوم نیست۔''

امیر سید قوام الدین

امیر سید قطب الدین کے دوسرے بیٹے امیر سید قوام الدین (م: ۷۱۰ھ) شمس الدین التمش کے عہد میں ایک ممتاز و نامور شیخ تھے، اپنے والد ماجد کی فتوحات کے بعد انھوں نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا اور مسند ارشاد و سلوک آراستہ ہوئی، ''تذکرۃ الابرار'' کے الفاظ ہیں:

''سید ممدوح علامۂ وقت بود، خلقے از ہدایت وارشادِ او مستفید بودند۔''

سیرت السادات میں ظہورِ قطبی کے حوالے سے ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

"و السید قوام الدین ابنه الأوسط الذی أقام فی دهلی، إمام عالم متدین، قطب السادات فی وقته الخ."

(ان کے منجھلے بیٹے قوام الدین تھے، جو دہلی میں مقیم تھے، یہ امام، عالم صالح و متقی اور اپنے عہد میں سادات کے سردار تھے الخ۔)

سید علاء الدین شکر بر س جیوری (جو خود ایک بڑے شیخ اور صاحبِ حلقہ عالم تھے) ان کے خلیفہ تھے۔

سید قوام الدین اپنے والد کی زندگی تک اکثر ان کی ملاقات و دیدار کے لئے کڑا آتے رہے، لیکن ان کا زیادہ تر قیام دہلی میں رہا۔

حضرت سید شمس الدین خواجگی کی نادر قلمی تصنیف ''مرادمرید'' میں ہے کہ امیر سید قوام الدین خود اپنے والد امیر سید قطب الدین کڑوی سے بیعت تھے۔ تاریخِ

www.abulhasanalinadwi.org

پیدائش ۶۷۲ھ اور تاریخ وفات ۷۱۰ھ ہے۔

امیر سید تاج الدین

امیر سید تاج الدین کا شمار اس عہد کی ان بابرکت اور گراں قدر ہستیوں میں تھا جو غیاث الدین بلبن کے عہد کے لئے سرمایۂ افتخار کہی جاسکتی ہیں، شرافت ونجابت اور علوِ نسب کے ساتھ ان کے جوہر ذاتی، علو استعداد اور ظاہری و باطنی کمالات نے ان کو اس عہد کے علماء و اعیان اور صوفیہ ومشائخ میں ایک نئی شان اور نیا حسن عطا کیا تھا، اور اس میں اوصاف نبوی اور کمالات مصطفوی کی جھلک اہلِ بصیرت کو صاف نظر آتی تھی۔

ان کے تذکرہ میں ہم قاضی ضیاء الدین برنی کے ان چشم دید تأثرات پر اکتفا کریں گے جو انھوں نے "تاریخ فیروز شاہی" میں درج کیے ہیں:

"و یکے از سادات عظام که ایں دیار بوجود ہمایوں او معظم ومکرم بود سید السادات سید تاج الدین پسر شیخ الاسلام سید قطب الدین بودہ است، سید تاج الدین مذکور پدر سید قطب الدین وجد اعز الدین از قاضیان بداؤں بودند و سالہا قضاء اودھ حوالت او بود، سلطان علاء الدین اورا از اودھ معزول کردہ وقضائے بداؤں داد۔"(۱)

(ان سادات میں سے ایک بزرگ جن کے وجود مبارک سے اس ملک کو عزت وافتخار حاصل تھا سید السادات سید تاج الدین فرزند شیخ الاسلام سید قطب الدین تھے، سید تاج الدین موصوف سید قطب الدین کے والد نامدار سید اعز الدین کے جد بزرگوار بدایوں کے قاضیوں میں سے تھے، اور برسہا برس اودھ کا منصبِ قضا ان کے سپرد رہا، سلطان علاء الدین نے اس سے سبکدوش کر

(۱) تاریخ فیروز شاہی، ص/ ۳۴۸-۳۴۹، عہد سلطان علاء الدین خلجی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۱۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

کے بدایوں کا قاضی مقرر کیا۔)

''سید تاج الدین علیہ الرحمۃ والغفران بزرگوار سیدے بودہ است وچندیں صالحان وخداطلبان مصطفےٰ راعلیہ الصلوٰۃ والسلام برصورت اوخواب دیدہ بودند وتمثل او بمصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) برہان قاطع درصحت نسب او ومکارم اخلاق ومحاسن اوصاف سید قطب الدین پسر ونبیسۂ آں بزرگوار مشاہدہ معاصران عصر است، وہر یکے از سادات مذکور بزرگی علم وحلم وسخاوت وسائر فضائل نظیر خود ندارند۔''

(سید تاج الدین علیہ الرحمہ بڑے جلیل القدر سید تھے، متعدد بزرگوں اور طالبانِ خدا نے آنحضرت ﷺ کو سید تاج الدین کی صورت میں خواب میں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ کا ان کی شکل میں نظر آنا ان کی صحت نسب کے لئے دلیلِ قطعی ہے، آپ کے معاصرین کے چشم دید واقعات تھے، ان سادات کرام میں سے ہر بزرگ بزرگی، علم وحلم، سخاوت اور دوسرے فضائل میں بے نظیر تھا۔)

سید رکن الدین

قاضی سید رکن الدین امیر سید نظام الدین کے فرزند رشید اور ایک جلیل القدر شیخ اور عالم وفقیہ تھے۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق سید نظام الدین کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے امیر سید قطب الدین محمد الحسنی نے حسبِ ذیل دعائیہ کلمات لکھے تھے:

'' ..... برحمت خدا شتافت واز خود فرزند ارجمند گزاشت کہ انشاء اللہ درنسل وے ورفیقانیکہ درایں امر اسلام جان سپاریہا

www.abulhasanalinadwi.org

کردند تا قیامِ قیامت و بعث و نشر خلل و زلل نخواہد شد۔''

اپنی جلالتِ شان، علم و عمل اور زہد و تقوی میں وہ بہت ممتاز حیثیت کے مالک تھے، قاضی ضیاء الدین برنی نے ان کے معارف و کمالات کا ذکر اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے اور ان کی بہت تعریف کی ہے۔

اپنے عم نامدار سید تاج الدین کے بعد وہ بدایوں میں ان کی جگہ منصبِ قضا پر فائز ہوئے، ان کے متعلق ''تذکرۃ الابرار'' میں خواجہ کڑک مجذوب (۱) کا ایک عجب واقعہ منقول ہے بالکل یہی واقعہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی کے ساتھ اپنے وقت میں پیش آیا جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

خواجہ مجذوب برہنہ رہتے تھے، لیکن جیسے ہی قاضی رکن الدین پر نظر پڑتی تو جو کپڑا ملتا اس کو اوڑھ لیتے اور کہتے یہی ایک مرد ہے جس سے میری نظروں کو حجاب آتا ہے، وہ جب قاضی سید رکن الدین سے ملتے تو ان سے کہتے:

''تو سردار ہستی و اولادِ تو ہم سردار بوند و فرزندانِ تو فرزندانِ من ہستند، ہر کہ ایشاں را ایذا خواہد رسانید بحق او بہتر نخواہد بود (۲)

(۱) خواجہ کڑک ابدال، مجذوب اور صاحبِ دل اور صاحبِ حال بزرگ تھے، تذکرۃ السادات و ظہورِ قطبی میں ہے کہ امیر سید قطب الدین نے ان کو اپنے پوتے سید رکن الدین کے قاضی کڑا ہونے اور ان کی خدمت میں آنے کی اطلاع دی تھی، دوسری طرف قاضی سید رکن الدین سے کہا تھا کہ وہ ان کے وجود کو غنیمت جانیں اور حال و جذب کی کیفیات کے باوجود ان سے ربط قائم رکھیں، جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو گھر سے مسجد تشریف لائے، آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، بلند آواز سے یہ آیت پڑھی: ﴿إذا جاء أجلهم لا يستأخرون ساعة و لا يستقدمون﴾، اس کے بعد فرمایا: ''امروز روزے است کہ کڑک را از شما دور می برند و جدا می سازند باید کہ محبت قدیم را فراموش نکنید۔'' اس کے بعد سورۂ اخلاص پڑھی، چہرے پر زردی سی پھیل گئی اور یہ آیت ورد زبان ہوگئی: ﴿كل من عليها فان، و يبقى وجه ربك ذو الجلال و الاكرام﴾ رونا شروع کیا، حاضرین میں سے کسی نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ''نمی دانم کہ عاقبت من چہ خواہد بود''، نصف شب گزرنے کے بعد انتقال ہوا، غسل سید رکن الدین نے دیا اور نمازِ جنازہ انھوں نے اور شیخ ضیاء الدین نے پڑھائی، قاضی سید رکن الدین سے ان کا خاص اور عجیب معاملہ تھا، ان کے آنے سے بہت پہلے حاضرین مجلس سے کہنے لگتے: ''سید آرہے ہیں''، یا کبھی کہتے: ''مرد آر ہے ہیں، میرے اوپر چادر ڈال دو''۔ ان کی قبر سید قطب الدین کی قبر کے بالکل قریب ہے۔

(۲) تذکرۃ الابرار۔

www.abulhasanalinadwi.org

(تو وقت کا سردار ہے اور تیری اولاد بھی سردار ہوگی، تیرے فرزند میرے فرزند ہیں جو بھی ان کو ایذا پہونچائے گا اس کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔)

قاضی ضیاء الدین برنی نے ان سے ملاقات کی تھی اور لکھا تھا کہ ان جیسے روشن اوصاف اور ان جیسی عزت وحشمت والے لوگ میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔

ذیل میں ''تاریخ فیروز شاہی'' سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے سید موصوفؒ کے مرتبہ کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

''وسید رکن برادر زادہ سید تاج الدین مذکور قاضی کڑا بودہ است و باری تعالی سید رکن الدین را جامع فضائل آفریدہ بودہ وبکشف و کرامت آراستہ وہم صاحب سماع بود وہم وجدے وحالتے عجیب داشت و روزگار بزرگی او در ترک و تجرید وعطا وایثار کرانہ شدہ است ومؤلف تاریخ فیروز شاہی سعادت ملاقات سید تاج الدین وسید رکن الدین رحمہما اللہ دریافتہ است وشرائط پائے بوسی ایشاں بجا آوردہ ومن مثل آں سادات بزرگوار واوصاف سنیہ وحشمتے کہ دادہ خدا بایشاں است کمتر دیدہ وسیادت ہمہ مآثر است وفرزندی رسول رب العالمین ہمہ شرف وبزرگی ومنقبت وجلالت است کہ اگر خواہم کہ در محامد آں سادات و سائر سادات کہ نور دیدگان مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم) وجگر گوشگان مرتضیٰؓ بودہ اند وہستند چیزے بنویسم سراسیمہ می شوم وبعجز خویش معترف می گردم۔''

(سید رکن الدین جو سید تاج الدین ممدوح کے بھتیجے ہیں، کڑا کے قاضی تھے، اللہ نے سید رکن الدین کو ہمہ صفت موصوف پیدا

کیا تھا، صاحب کشف و کرامت تھے، صاحب سماع تھے اور عجیب وجد و کیفیات رکھتے تھے، ترک و تجرید اور سخاوت و ایثار میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے سید تاج الدین و سید رکن الدین رحمہما اللہ کی ملاقات و قدم بوسی کی سعادت حاصل کی ہے، میں نے ایسے سادات عظام، ایسے بلند اوصاف، ایسی شوکت و حشمت کم دیکھی ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو نصیب کی تھی، سیادت خلاصۂ مناقب ہے اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت فرزندی سب سے بڑا اعزاز ہے، اگر چاہوں کہ ان سادات اور دوسرے سادات جو نور دیدۂ مصطفے اور جگر گوشۂ مرتضی ہیں، کی تعریف میں کچھ لکھوں تو حیران رہ جاتا ہوں اور اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔)

قاضی سید رکن الدین کے ایک صاحب زادہ سید صدر الدین کو اللہ تعالی نے اولادِ صالح سے نوازا، ان کی نسل میں سید فضل اللہ جیسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے عظیم آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں ان کی ذات مرجعِ خلائق تھی، سید صدر الدین کے پوتے سید محمد تقی جن کو ''درویش بے ریا'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اپنے عصر کے مشاہیر علماء اور صاحب سلسلہ مشائخ میں سے ہیں، شاہ فرخ سیر ان کا مرید تھا اور ان کا سلسلہ اس نواح میں اب بھی باقی ہے، ان کے دوسرے صاحب زادوں میں سید احمد (پالتی پور) سید صالح (فتح پور) اور سید جلال (مورث سادات کورّہ ضلع فتحپور) جیسے علماء و اولیاء نظر آتے ہیں۔

امیر سید قطب الدین محمد ثانی

امیر سید قطب الدین کی اولاد تقریباً ایک صدی تک کڑا میں عزت و نیک

www.abulhasanalinadwi.org

نامی کی زندگی بسر کرتی رہی، اس میں زیادہ تر افراد منصبِ قضا پر یکے بعد دیگرے فائز ہوتے رہے، اسی سلسلہ کے ایک بزرگ امیر سید قطب الدین محمد ثانیؒ کو قصبہ جائس کا قاضی مقرر کیا گیا اور وہ جائس(۱) منتقل ہوگئے، ان کے بیٹے سید علاء الدین کو سکندر لودی نے نصیر آباد کا قاضی مقرر کیا۔(۲) اور وہ جائس سے نصیر آباد منتقل ہوگئے،(۳) جس محلّہ میں ان کا قیام تھا اس کا نام ہی قاضی کی نسبت سے قضیانہ پڑ گیا اور آج بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ سید علاء الدین کے بعد ان کے بیٹے سید محمود ۸۷۷ھ میں عہدۂ قضا پر فائز ہوئے، انھوں ۸۶۸ھ میں وفات پائی اور ''باغ قاضی'' میں مدفون ہوئے۔

قاضی سید محمود نے دو فرزند چھوڑے قاضی سید محمد و قاضی سید احمد۔

قاضی سید محمد ۸۶۸ھ میں اپنے والد کے جانشین ہوئے اور ۲۷ برس مسلسل عہدۂ قضا کو رونق بخشی۔ ۱۲ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔

قاضی سید احمد

قاضی سید احمد (مشہور بہ سید راجع) کمال تقوی و احتیاط، دینی حمیت اور ادبِ شریعت میں ممتاز مقام رکھتے تھے، ۸۹۵ھ میں اپنے بھائی کے جانشین ہوئے اور ۳۷ برس تک مسندِ عدالت و قضا کو اپنے وجود سے زینت بخشی۔

ان ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ رشتہ داروں میں جائداد کا کچھ مسئلہ کھڑا ہوگیا، دونوں فریق قاضی (یعنی سید احمدؒ) کے پاس اپنا مقدمہ لائے اور ان سے فیصلہ کے خواستگار ہوئے، قاضی سید احمدؒ نے بلا کم و کاست حکم شرعی بیان کر دیا، اس پر مدعی کی

---

(۱) ان کی قبر انصاریوں کے محلّہ میں صحنِ مسجد میں موجود ہے۔ جائس رائے بریلی کا ایک مشہور اور مردم خیز قصبہ ہے۔

(۲) مہر صاحب نے ''سید احمد شہید'' میں لکھا ہے کہ سید علاء الدین آخر تک جائس ہی میں رہے، البتہ ان کے پوتے کو نصیر آباد میں عہدۂ قضا مل گیا اور وہ وہاں آ گئے، لیکن ''تذکرۃ الابرار'' مرتبہ مولانا سید عبدالحی ''برکات احمدیہ'' اور تاریخ کڑا مانک پور اور بعض خاندانی شجروں میں اس کی صراحت ہے کہ سید علاء الدین بھی نصیر آباد تشریف لائے۔

(۳) تاریخ کڑا و مانک پور۔

www.abulhasanalinadwi.org

زبان سے یہ الفاظ نکلے: ''از چنیں حکمِ شرع (نعوذ باللہ) بیزارم''، قاضی سید احمد اس بات کی تاب نہ لا سکے اور منصبِ قضا کو خیر باد کہہ کر نصیر آباد چھوڑ دیا اور رائے بریلی آ کر محلّہ سید راجع میں قیام پذیر ہوئے اور پھر دوبارہ نصیر آباد میں قدم نہ رکھا، وہ فرماتے تھے کہ جس آبادی میں حکمِ شریعت سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہو وہاں مؤمن کے لئے ٹھہرنا زیبا نہیں،(۱) اس واقعہ کے تین سال بعد ۹۳۵ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔(۲)

ان کے فرزند سید محمد معظم نے دو نامور فرزند چھوڑے؛ سید محمد فضیل و سید محمد اسحٰق۔

سید محمد فضیل

سید محمد فضیل زہد و تقویٰ، تعلق مع اللہ اور علومِ ظاہری و باطنی میں ممتاز اور عزیمت و استقامت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ ''تذکرۃ الابرار'' کے الفاظ ہیں:

> ''سید محمد فضیل صاحب حالات عالیہ و مقامات متعالیہ بودند واز علوم ظاہری و باطنی و زہد و ریاضت بہرہ ور در علم و عرفان کامل بود۔''

ان کی ساری زندگی دوسروں کی خدمت، بیواؤں، یتیموں کی اعانت اور صلہ رحمی و حسنِ سلوک میں گزری، ان تمام فضائل اور اس علمی مرتبہ اور کمالات و اوصاف کے باوجود وہ روزانہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کے گھر جا کر پوچھتے تھے کہ اگر کسی کو ضرورت ہو تو مجھ سے بتا دے، بیواؤں کے لئے بازار سے سامان خرید کر، بعض وقت لکڑیاں اپنے سر پر رکھ کر ان کے گھر پہنچا دیتے تھے، اور اس پر خوش ہوتے تھے، اس خدمت و قربانی کے ساتھ تدریس کا سلسلہ، مریدین و اہلِ تعلق کی تربیت و دینی رہنمائی اور مجاہدات و ریاضات کا سلسلہ بھی جاری رہتا، اور دن رات کا کوئی وقت ضائع نہ ہوتا۔

---

(۱) سید احمد شہید از غلام رسول مہر (۲) تذکرۃ الابرار

www.abulhasanalinadwi.org

ان کے ساتھ بھی وہی واقعہ پیش آیا جو ان کے دادا کے ساتھ پیش آیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ نصیر آباد سے رائے بریلی منتقل ہوئے تھے۔

نصیر آباد میں بعض مسائل اور اختلافات کے تصفیہ کے لئے ایک اجتماع تھا، دورانِ گفتگو میں سید محمد فضیل نے فرمایا کہ یہ اختلافات شریعت کے حکم کے مطابق طے کر لینے چاہئیں، اسی میں دنیا و آخرت دونوں کی فلاح ہے، بعض جاہل اور بدزبان آدمیوں نے جواب دیا کہ شریعت کیا ہے، ہمارے بزرگ جو فیصلہ کر دیں گے وہی درست ہے، سید محمد فضیل یہ بات سُن کر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ: ''در دیار بے ادباں بودو باش حرام است'' (بے ادبوں کے دیار میں بودو باش حرام ہے)۔

سید محمد فضیل اسی روز سب سے رخصت ہوئے اور گھر بار چھوڑ کر حرمین شریفین ہجرت کر گئے اور اپنی ساری عمر جوارِ رسولؐ میں گزار دی اور ۱۰۳۲ھ میں وہاں وفات پا کر زندہ جاوید ہوئے۔(۱)

سید محمد اسحاق

سید محمد اسحاق حضرت سید آدم بنوری کے معاصر ہیں، ان کو اکثر مشائخ اور بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا، تمام عمر مجاہدات، ریاضتوں اور نفس کشی میں گزری جس کے متعدد واقعات خاندانی مآخذ میں محفوظ ہیں، ان کے فرزند دیوان سید خواجہ احمد اپنے وقت کے متبحر عالم اور صاحبِ باطن بزرگ تھے، جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو دیوان خواجہ احمد صاحب طالب علم تھے، بھائی ہجرت کر چکے تھے، اس لئے یہ امانت ایک امین کے سپرد کی اور عالم جاودانی کی طرف منتقل ہوئے، ان کی قبر قاضی باغ میں قاضی سید محمد کی قبر کے سامنے ہے۔ دیوان خواجہ احمد کے علاوہ ان کے دو صاحبزادے اور تھے، مولانا سید ہدایت اللہ و سید تاج الدین، جن میں مولانا سید

(۱) تذکرۃ الابرار، ان کی تاریخ وفات ''ولنعم دار المتقین'' ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہدایت اللہ علم وفضل اور کمالات ظاہری وباطنی میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

دیوان سید خواجہ احمد

اس خاندان کی نامور شخصیتوں میں دیوان سید خواجہ احمد کا نام نامی فراموش نہیں کیا جاسکتا، جو اپنے علم وفضل، سلوک ومعرفت دونوں میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے۔

دیوان سید خواجہ احمد نے ابتدائی تعلیم نصیر آباد میں حاصل کی، اس کے بعد الٰہ آباد جاکر شیخ محبّ اللہ الہ آبادی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر معقولات ومنقولات کی تکمیل کی، اس کے بعد نصیر آباد آکر درس و تدریس اور افتاوافادہ کا سلسلہ شروع کیا، آخر میں جذبِ الٰہی کا غلبہ ہوا، اور بے چینی بڑھنے لگی تو حضرت سید آدم بنوری (جن کا آفتاب رشد وہدایت اس وقت عروج پر تھا) کی تلاش میں نکلے اور گوالیار میں ان کا دامن پکڑا اور ان کی ہجرت سے قبل خلافت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

حضرت دیوان خواجہ احمد صاحب کے حالات کا بڑا ذخیرہ اس وقت موجود نہیں، لیکن جو کچھ ہمارے سامنے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ساری زندگی درس وافادہ، عبادت وذکر اور مراقبہ میں گزری، شریعت پر استقامت، کمال زہد و احتیاط اور اس علم ومعرفت کے ساتھ کرامات وخوارق کا بھی اس کثرت سے صدور ہوتا تھا جو ان کے درجہ کے کسی عالم وشیخ سے سُننے میں نہیں آیا۔

متعدد کتابیں تصنیف کیں، لیکن زمانہ کی دستبرد نے ان کو باقی نہ رکھا، مولانا سید عبدالحیؒ کے کتب خانہ میں ان کے رسائل کا ایک مختصر مجموعہ اب بھی محفوظ ہے جس میں ایک رسالہ حرمت غنا پر ہے اور ایک آدھ دوسرے علوم ومعارف پر مشتمل ہے، رسالہ کے پہلے صفحہ پر جامیؒ کے کچھ اشعار درج ہیں، جن سے ان کے ذہن، مزاج اور

---

(۱) نزہۃ الخواطر ج/۶، ص/۳۷و۳۸، ودیگر مآخذ۔

www.abulhasanalinadwi.org

جذبات وکیفیات کا اندازہ ہوتا ہے:

یارب دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ　　آہ شب و گریۂ سحر گاہی دہ
در راہِ خود اول ز خودم بیخود کن　　وانگہ بیخود زخود بخود را ہم دہ

یارب کوئے بے نیازم گرداں　　و از افسر فقر سرفرازم گرداں
در راہِ طلب محرم رازم گرداں　　زان رہ کہ بسوئے تست بازم گرداں

اس سے پہلے والے صفحہ پر جو علیحدہ سے لگا ہے مولانا سید عبدالحیؒ کی حسبِ ذیل عبارت درج ہے:

''رسائل مصنفہ حضرت دیوان سید خواجہ احمد نصیر آبادی نور اللہ مرقدہ کہ بعنایت الٰہی بایں فقیر رسیدہ، امید از اولاد سعادت مند آنست کہ ازیں چنیں رسائل فائدہ گزید، وآں را محفوظ دارید، واللہ الموفق۔

عبدالحی ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ''

۱۰۸۸ھ میں نصیر آباد میں انتقال ہوا اور اپنی مسجد کے صحن میں دفن ہوئے۔(۱)

سید محمد فضیل کے دو صاحبزادے تھے، سید شاہ علم اللہؒ اور سید شاہ داؤد۔

آئندہ صفحات سید شاہ علم اللہ حسنیؒ کے حالات وسوانح اور کمالات واوصاف پر مشتمل ہیں، اور ان میں اس ''جمالِ یار'' کی تصویر کشی کی کوشش کی گئی ہے جس کی آب تاب سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی اسی طرح باقی ہے، اور اس کا تذکرہ ہی مشامِ جان کو معطر کرنے کے لئے کافی ہے:

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

---

(۱) ''داخلِ جنت'' تاریخِ وفات ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

باب دوم

ولادت، بچپن، نصیر آباد کا قیام، سفرِ ہجرت

حضرت سید شاہ علم اللہ حسنیؒ تاریخِ اسلام کے ان خوش قسمت اور منتخب اشخاص میں ہیں جو نہ صرف اپنی ذات سے نبوت محمدیؐ کے کمالات واوصاف کا ایک زندہ معجزہ اور اسلام کی ابدیت وصلاحیت اور اس کی سحر انگیزی اور انقلاب آفرینی کی روشن نشانی تھے، بلکہ ان کے سب ہی صاحبزادے اور پوتے اپنے اپنے عہد میں اولیائے کاملین کا نمونہ اور اتباعِ شریعت، پیروئ سنت اور سلوک ومعرفت میں بہت بلند مرتبہ کے مالک اور بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔(۱)

کسی ایک گھرانہ بلکہ ایک گھر میں اتنی بڑی تعداد میں عارفین وکاملین کا اجتماع اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، اور اس کو خدا کے فضلِ خاص اور قرب و اختصاص کے سوا کسی اور چیز سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

خانوادۂ علم الٰہی کی یہ ''کہکشاں'' ہر وقت اور ہر جگہ روشن رہی، اور اس نے کسی شب تاریک میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، لیکن چاند اور روشن ستاروں کی یہ محفل سید شاہ علم اللہ حسنیؒ تک پہنچ کر جس طرح آراستہ ہوئی ہے اس کی نظیر ہماری تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

ولادت

سید محمد فضیل (والد سید شاہ علم اللہؒ) کا ذکر ابھی گزر چکا ہے، انھوں نے سید شاہ علم اللہ کی پیدائش سے پہلے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ میرے گھر میں مٹی کے ایک

(۱) سید شاہ علم اللہ کی اولاد واحفاد کا تذکرہ انشاء اللہ کتاب کے آخر میں آئے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے طشت کے پیچھے آفتاب چھپا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ بلند ہو گیا اور میرا سارا گھر بلکہ قریب کا سارا علاقہ اس کی روشنی سے جگمگا اٹھا، انھوں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ اللہ ان کو ایسا باکمال فرزند عنایت فرمائے گا جس کے وجود سے ہر طرف سنت کی روشنی پھیلے گی اور اس کے ظاہری و باطنی کمالات سے بہت لوگ فیضیاب ہوں گے، اس کے کچھ ہی عرصہ بعد احیاء سنت کا یہ درخشاں سورج ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ کو وجود میں آیا(۱) خدا کو منظور تھا کہ اس بچہ سے احیاء سنت اور ازالۂ بدعت کا بڑا کام لینا ہے اس لئے پیدا ہوتے ہی سنت یتیمی و یسیری کی تکمیل ہوئی، والد کا سایہ ان کی ولادت سے تقریباً ڈھائی مہینہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا اور والدہ کی وفات بھی ان کی ولادت کے تین سال بعد ہوگئی اور ان کی پرورش اور کفالت کے ذمہ داران کے حقیقی ماموں دیوان قاضی سید ابو محمد ہوئے۔(۲)

دیوان قاضی سید ابو محمد نے اپنی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھا اور پوری دلسوزی، شفقت اور محبت کے ساتھ ان کی پرورش کی، ہر چیز میں ان کو بچوں پر مقدم رکھتے تھے، پہلے ان کی خواہش اور ضرورت پوری کرتے اس کے بعد اپنے بچوں کی، انھوں نے ان کو یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ والدین کی نعمت سے محروم ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ علم اللہؒ اکثر فرماتے تھے کہ میری اولاد و احفاد پر لازم ہے کہ وہ خالِ گرامی کے ساتھ تعظیم و تکریم اور حسنِ سلوک کے تمام آداب ملحوظ رکھیں کہ یہ امر میری خوشنودی کا موجب ہوگا۔

---

(۱) عجیب توفیق الٰہی ہے کہ ان کی ولادت میں بھی (جس میں کسی انسان کے عمل کو دخل نہیں) قدرتی طور پر اتباع سنت ہوگئی۔

(۲) دیوان سید ابو محمد سید فتح عالم کے فرزند ہیں، سید فتح عالم (جد مادری سید شاہ علم اللہؒ) سفر ہجرت کے بعد ان کی جگہ نصیر آباد کے قاضی ہوئے، سید ابو محمد امرائے شاہجہانی میں تھے، سلطان مراد نے کابل و ملتان کی صوبہ داری بھی ان کے سپرد کی تھی۔ اپنے والد کے بعد قاضی مقرر ہوئے، لیکن ان ذمہ داریوں کے ساتھ عہدۂ قضا کا نباہنا مشکل تھا، اس لئے اس کو اپنے بھائی کے سپرد کیا اور دربار سے وابستہ ہوگئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم وتربیت

سید شاہ علم اللہ کی تعلیم وتربیت زیادہ تر ان کے چچازاد بھائی دیوان سید خواجہ احمدؒ کے ذمہ رہی، جن کا ذکر ابھی اوپر گذر چکا ہے، لیکن اس کے مزید حالات ہمیں نہیں ملتے، غالباً ابتدائی درسیات اپنے ماموں سید ابومحمد سے اور تکمیل علوم دیوان سید خواجہ احمد سے کی ہوگی۔

ایک بشارت

بچپن میں جب ان کی عمر سات سال کی تھی ان کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا اور اس سے لوگوں کو اندازہ ہوا کہ یہ بچہ آئندہ کیا بننے والا ہے اور قدرت اس کے لئے کیا سامان کر رہی ہے۔

سید علم اللہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کسی گذرگاہ پر کھیل کود میں مشغول تھے کہ حضرت بندگی جعفر (فرزند بندگی نظام الدین امیٹھوی قدس اللہ سرہ) کا اچانک ادھر گذر ہوا، شاید مخدوم حسام الحق مانکپوری کی خانقاہ کی زیارت کے لئے جارہے تھے، سید شاہ علم اللہ پر نظر پڑتے ہی ٹھہر گئے اور بہت غور سے ان کو دیکھنے لگے، جب دیر تک اسی حالت میں کھڑے رہے تو ہمراہیوں نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ رُک کر دیر تک اس لڑکے کو دیکھتے رہے؟ انھوں نے جواب دیا، دوستو! میں اس مبارک وسعید بچہ کی پیشانی سے عرشِ اعظم تجلیٔ الٰہی کا ایک نور دیکھ رہا ہوں، خوش قسمت ہے وہ شخص جس کا یہ بچہ ہے، یہ مخلوق کی شریعت وطریقت کی طرف رہنمائی کرے گا، ایک عالَم اس سے منور ہوگا، یکتائے زمانہ، فردفرید ہوگا۔

حضرت بندگی جعفرؒ کی تاریخِ وفات ۱۰۴۰ھ ہے اور شاہ علم اللہؒ کی تاریخِ پیدائش ۱۰۳۳ھ، اس لحاظ سے ان کی عمر اس وقت سات سال ہونا چاہئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چند روز لشکرِ شاہی میں

سید علم اللہؒ کا آغازِ شباب ہی تھا کہ سید ابو محمدؒ نے کمالِ ہمدردی میں ان کو لشکرِ شاہی کی ملازمت میں لینا چاہا، چوں کہ وہ خود صوبہ دار تھے اور امراء میں سے تھے اس لیے اس کارروائی میں تاخیر اور دشواری کا کوئی سوال نہ تھا، اسباب وسامان اور خیل وحشم جو اس قسم کی شاہی ملازمت کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے، وہ سب انھوں نے مہیا کیے، سید علم اللہؒ کو ملازمت کی مخصوص پوشاک (یونیفارم) پہنائی اور دربار میں لے گئے، ملازمت کی باضابطہ کارروائی ابھی باقی تھی اور یہ وقفہ گویا ان کو اس نئے ماحول سے روشناس کرانے اور آدابِ شاہی سے واقف کرانے کے لئے تھا، اس درمیان میں سید شاہ علم اللہؒ کو چند بار وہاں جانے کا اتفاق ہوا، آتے وقت ان کو برابر انقباض اور طبیعت میں افسردگی محسوس ہوئی (۱) لیکن اپنے شفیق ماموں کی خاطر داری کے لئے کچھ روز یہ صبر آزما آمد ورفت برداشت کی۔

زندگی کا نیا موڑ

ادھر یہ کارروائی ہو رہی تھی ادھر خدا ان کے لئے کچھ اور سامان کر رہا تھا، اسی درباری وابستگی سے ایسی صورت پیدا ہوئی جس نے ان کی پوری زندگی کا رُخ تبدیل کر دیا اور ان کو ایک نئے عالم میں پہنچا دیا، ان کے مؤرخین نے اس سلسلہ میں دو واقعات قلمبند کئے ہیں، لیکن دراصل وہ ایک ہی واقعہ کے دو پہلو ہیں اور باہم مربوط ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ شاہجہاں کا دستور تھا کہ سفر میں جہاں اس کا خیمہ لگایا جاتا تھا اس میں چار منصب دار رات بھر ہر وقت اس کے تخت کے پاس موجود رہتے تھے، ایک مرتبہ دہلی میں کسی جگہ بادشاہ کی فرودگاہ ہوئی، رات کو کسی وقت بادشاہ کی آنکھ کھلی، اس نے پوچھا کوئی موجود ہے؟ اتفاق سے اس وقت کوئی ڈیوٹی پر نہ تھا اور سید شاہ علم اللہؒ

---

(۱) اعلام الہدیٰ وسیرت علمیہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

قریب ہی موجود تھے۔ انھوں نے جواب دیا: ''علم اللہ''۔ رات تاریک تھی اور ابر و باد کا موسم تھا اس لئے اتفاق سے اس وقت کوئی بھی بادشاہ کے پاس موجود نہ تھا، آدھی رات کے وقت پھر بادشاہ کی آنکھ کھلی اور اس نے پوچھا اس وقت کون ہے؟ سید علم اللہ بیدار تھے انھوں نے فوراً کہا: ''علم اللہ''۔ بہرِ حال جتنی بار بادشاہ نے پوچھا اس کو یہی جواب ملا، صبح کے وقت بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آج کی رات تمھارے سوا اور کوئی نہیں تھا؟ سید علم اللہؒ نے فرمایا: ہاں، بادشاہ اس فرض شناسی اور کارگزاری سے بے حد خوش ہوا، اور بڑے انعامات اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔(۱) لیکن سید شاہ علم اللہ پر اس کا الٹا اثر پڑا، ان کو اس رات کے ضائع ہونے پر افسوس ہوا، ''مہر جہاں تاب'' میں ہے کہ ان کے دل میں خیال آیا کہ محض ایک مخلوق کی خاطر داری کے لئے میں نے پوری رات گزار کر سحر کر دی، کاش یہ رات خالق ارض و سماوات کی عبادت میں بسر کی ہوتی اور اس کے بدلہ میں لافانی دولت اور لازوال نعمت حاصل ہوتی، مجازی بادشاہ حاجب و دربان رکھتے ہیں اور مقربین کو کبھی بھی بار یاب کرتے ہیں، بادشاہِ حقیقی تک پہنچنے کے لئے کوئی حاجب و دربان نہیں، آشنا اور شناسا سب کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، پھر ان سب بندوں کا نظام اسی بے نیاز کے ہاتھ میں ہے، اسی کی طرف اپنا رُخ کیوں نہ رکھا جائے اور اسی سے کیوں نہ مانگا جائے۔

ترک و تجرید

اس خیال نے اتنا بے قرار کیا کہ اپنے خیمہ سے ننگے پیر، ننگے سر، لنگی باندھ کر خیمہ سے باہر نکل آئے، اور صلائے عام کر دی کہ یہ سارا سامانِ احتشام، اسباب،

---

(۱) سید محمد نعمان صاحب ''اعلام الہدیٰ'' کی روایت ہے کہ ان کے ماموں سید ابو محمد نے اپنے طور سے ان کے لئے سارے انتظامات کر دئے تھے، اور دربار میں ان کی حیثیت کے لائق جگہ بھی متعین کر دی تھی، میرا خیال ہے کہ یہ سب ان کی منظوری اور باقاعدہ ملازمت سے قبل تھا اور اس لئے کیا گیا تھا تاکہ وہ یہ پرکشش ماحول کو دیکھ کر خود اس جگہ کو اپنے لئے پسند کر لیں، مذکورہ بالا واقعہ مہرِ جہاں تاب (ص: ۳۶۷) میں منقول ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

گھوڑے اور خیمہ کے سارے شاہی لوازمات اور سامانِ عشرت جس کا جی چاہے لے جائے۔(۱) یہ اعلان کرنا تھا کہ تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور دیکھتے دیکھتے سارا سامان و اسباب اُٹھ گیا، جب سید ابو محمد کو یہ خبر پہنچی تو ان کو بڑا رنج ہوا، وہ آئے اور بڑی منت سماجت سے اپنے محبوب بھانجہ کو سمجھانے اور اس ارادہ سے باز رہنے کی کوشش کی، سید شاہ علم اللہؒ نے اس کا جو جواب دیا وہ راقمِ سطور کے نزدیک پورے تصوف کا خلاصہ اور ہماری زندگی کی ایسی حقیقت ہے جس کو سمجھے بغیر نہ آدمی اپنے آپ سے واقف ہوسکتا ہے اور نہ اپنے حقیقی محبوب سے روشناس:

''دلے دارند و محبوبے ندارند''

انھوں نے کہا کہ ماموں جان آپ کا میرے ساتھ جو محبت وشفقت کا برتاؤ ہے اور جو سلوک وصلۂ رحمی آپ فرماتے رہے ہیں شاید اسی لئے میرے اس تغیرِ حال پر آپ کو رنج ہے لیکن میں کیا کروں کہ آدمی کے پہلو میں ایک ہی دل ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کے ساتھ رہتا ہے، اس سے دو متضاد کام نہیں لئے جاسکتے؛ ﴿ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ﴾ اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

از دل بروں کنم غمِ دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت بود یا سرائے دوست

پھر کہنے لگے کہ اب تو آپ مجھ سے مایوس ہوجائیں اور میری فکر چھوڑ دیں۔

بھائیوں اور دوستوں نے بھی ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن کوئی بات کارگر نہ ہوئی اور وہ اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔

مجاہدات کے دو سال

اس کے بعد سید شاہ علم اللہ نے دو سال لشکر گاہ میں گزارے لیکن اس طرح

(۱) ایک روایت ہے کہ سامان ونقد دونوں کی مالیت ملا کر تقریباً ۹/لاکھ روپیہ تھی۔(بحوالہ: مہر جہاں تاب)

www.abulhasanalinadwi.org

کہ پہلے سال جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور تہذیبِ نفس کے لئے خود اپنے سر پر لاد کر سرِ بازار اپنے جاننے والوں اور دوستوں کے ہاں جوان کی سابقہ حیثیت سے واقف تھے فروخت کرتے، اور جو کچھ ملتا اس پر گزر بسر کرتے۔ دوسرا سال اس طرح گزارا کہ لوگوں کے گھروں میں کنویں سے پانی بھرتے اور اس کے معاوضہ سے اپنے اخراجات پورے کر لیتے، ان خدمات شاقہ اور مجاہدات کے بعد کسی شیخ کامل کی رہنمائی اور تربیت حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا اور یہ شوق لاہور تک کھینچ لایا۔

ایک مجذوب سے ملاقات

لاہور میں ایک درویش وسالک بزرگ مقیم تھے، سید شاہ علم اللہؒ ان کی خانقاہ پہنچے، اتفاق سے ان دنوں ان کی خانقاہ میں مرمّت ہو رہی تھی اور مزدور لگے ہوئے تھے، سید شاہ علم اللہؒ کو خیال آیا کہ بغیر کچھ لئے ہوئے درویشوں کے پاس جانا ٹھیک نہیں، لیکن ان کے پاس رکھا ہی کیا تھا، مٹی گارے کے کام میں خود بھی شریک ہو گئے اور مٹی کی کچھ ٹوکریاں لے کر گارے میں ڈالیں تاکہ اسی بہانے سے کچھ شرکت ہو جائے، اس کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''بیا سید در میدانِ مرداں سرخ روشو'' (آؤ سید! مردوں کے میدان میں سرخرو ہو)، اس کے بعد بہت بشارتیں دے کر رخصت کیا۔(۱)

حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں

سید شاہ علم اللہؒ کو ابتدا ہی سے حضرت سید آدم بنوریؒ سے بیحد عقیدت تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ تعلیم ہی سے ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کسی سے بیعت ہونا ہے تو وہ سید آدم بنوریؒ ہیں۔

تذکرۃ الابرار میں جو واقعہ مرقوم ہے اس سے اس کا صاف اشارہ ملتا ہے:

(۱) تذکرۃ الابرار۔

www.abulhasanalinadwi.org

''جس زمانے میں وہ اپنے چچازاد بھائی دیوان خواجہ احمدؒ سے پڑھ رہے تھے، گاہے گاہے دیوان خواجہ احمد کو شیخ آدم کی بیعت کی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک روز خواجہ احمد نے کہا کہ شیخ کو ظاہرِ علوم سے بہرہ نہیں ہے، میں ان کی بیعت پر کیوں کر راضی ہوجاؤں؟ شاہ علم اللہؒ بولے: آپ جیسے عالم اگر شیخ کے پاس جائیں تو بات نہ کرسکیں، امتحاناً خواجہ احمد نے شیخ کے پاس جانا منظور کرلیا اور جاتے ہی علمِ کلام کا ایک مسئلہ پوچھا، شیخ نے کہا: آپ عالم ہیں، میں عامی ہوں، آپ بیان فرمائیں! اصرار پر شیخ نے اس انداز میں مسئلہ کی توضیح فرمائی کہ خود خواجہ احمد بھی اس سے زیادہ نہیں جانتے تھے، دوسرے روز تفسیر کا ایک مشکل مسئلہ پیش کردیا، شیخ نے اسے بھی بے تکلف حل کردیا، تیسرے روز بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا، آخر خواجہ احمد خود بیعت کے لیے درخواست پیش کردی۔''(۱)

لیکن سید شاہ علم اللہؒ جانتے تھے کہ استعداد اور صلاحیت پیدا کئے بغیر بیعت و ارادت کا پورا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا (جیسا کہ گزشتہ سطور سے معلوم ہوا ہوگا) دو سال کے سخت اور نفس دشمن مجاہدات کے بعد انھوں نے اپنے لئے بیعت کا فیصلہ کیا، ''مہر جہاں تاب'' میں ہے کہ سید آدم بنوریؒ اس وقت دہلی میں تشریف رکھتے تھے قیاس ہے کہ غالباً ۱۰۴۹ھ کا زمانہ تھا، اس وقت سید شاہ علم اللہؒ کی عمر اندازاً سولہ سال رہی ہوگی جو یقیناً بہت کم عمر ہے اور اس کمسنی میں یہ حالت خدا کی توفیقِ خاص اور ان کی علوِ استعداد کی علامت ہے۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی ''انفاس العارفین'' میں یہ واقعہ لکھا ہے، (سید احمد شہید، غلام رسول مہر، ص: ۳۸)

www.abulhasanalinadwi.org

سید شاہ علم اللہؒ حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند ہی روز میں توفیق الٰہی سے تمام منازلِ سلوک طے کر لیے اور ''ولایتِ خاصہ واخص وخاص الخاص'' اور مراتبِ کمالاتِ نبوت سے سرفراز ہوئے، ''حضرت سید آدم بنوریؒ نے خلافت و نیابت عطا کی اور اپنا عمامہ اور حضرت مجددؒ کی دستارِ مبارک عنایت کی۔'' (۱)

خواجہ محمد امین بدخشی نے جو حضرت آدم بنوریؒ کے مجاز و مقرب ہیں، ''نتائج الحرمین'' میں لکھا ہے کہ دیوان سید خواجہ احمد اور سید شاہ علم اللہؒ دونوں ساتھ گوالیار گئے تھے، اور حضرت آدم بنوریؒ سے بیعت ہوئے تھے اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

''دراں ایام کہ سیدی عازمِ حرمین بودند بہ سببِ باراں دونیم در شہر گوالیار اقامت کردند، حضرت میر سید علم اللہ جیو، ومیاں خواجہ احمد بہ صحبتِ ایشاں رسیدہ استفادہ باطنی کردند، فقیر و ایشاں و قاضی و داعی شہر در یک صحبتِ خاصہ وعرفان مخصوصہ استفادہ کردیم، وخارقے ہم از ایشاں دیدم آخر آں در سال ہزار و ہفتاد وپنجم در مکہ ملاقات کردیم ولیکن از احوالِ خود نگفتہ۔'' (۲)

طالبِ صادق کے شب وروز

حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت وصحبت میں کتنا زمانہ گزرا، اس کے متعلق کوئی متعین بات نہیں کہی جا سکتی، مہرِ جہانتاب سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بارہ راتیں بہت عسرت اور تہی دستی کے ساتھ گزاریں، روزانہ صبح جنگل کی طرف نکل جاتے

---

(۱) سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی ص:۵۹

(۲) خواجہ محمد امین بدخشی کی یہ روایت بہت قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جب وہ خود سید شاہ علم اللہؒ دورانِ تعلیم میں دیوان خواجہ احمد کو سید آدم بنوریؒ سے بیعت کی ترغیب دیتے رہتے تھے تو بہت ممکن ہے کہ دونوں نے ساتھ ہی بیعت کرنا طے کیا ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور لکڑیاں اپنے سر پر لاد کر فروخت کرتے اور صرف یہی نہیں بلکہ نصف رقم سے اپنا کام چلاتے اور باقی نصف محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔(۱)

اس شان کے ساتھ تھوڑی مدت وہاں رہے، جب رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ اس طرف اودھ میں بہت سے اولیاء اور عالی مرتبہ لوگ ہیں، میری ان میں حیثیت ہی کیا ہوگی، حضرت سید آدمؒ نے کچھ دیر مراقب ہو کر فرمایا ان میں تمھاری حیثیت ایسی ہوگی جیسے چراغوں میں شمع کی، پھر کچھ دیر مراقبہ کے بعد فرمایا، سید خاطر جمع ہو جاؤ اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، تمھاری نسبت ان میں ایسی ہوگی جیسے ستاروں میں آفتاب کی۔(۲)

ہجرت کا خیال

سید شاہ علم اللہؒ کے جدِّ امجد قاضی سید احمدؒ نے ایک نزاع اور شریعت کی بے حرمتی کی وجہ سے ترکِ وطن کر کے رائے بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور سید شاہ علم اللہؒ کے والد سید محمد فضیل نے (جو عجیب و غریب اور قابلِ رشک حالات رکھتے تھے) اسی سبب سے اور احکامِ شرعیہ کی بے حرمتی کی تاب نہ لا کر اس ملک کو خیر باد کہہ دیا اور مدینۃ الرسول ﷺ میں آسودۂ خاک ہو گئے، سید شاہ علم اللہ نے بھی اس سنت ہجرت پر عمل کیا۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ وہ بھی اسی قسم کے واقعات سے دل برداشتہ ہوئے جوان کے آبائے کرام کے ساتھ پیش آئے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نصیر آباد کا عہدۂ قضا چوں کہ اسی خاندان میں رہا اور اس کے علاوہ وجاہت و اعتماد کی وجہ سے قصبہ کے زمین و جائداد کے مسائل یا خاندانی اختلافات ان ہی حضرات کے سامنے آتے ہوں

---

(۱) مہر جہاں تاب، ص/۳۶۔

(۲) سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص:۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

گے اور قدرتی طور پر اس قسم کی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہوگا، اس لیے اس پر شدید انقباض اور تابِ سماعت نہ لانا کچھ بعید نہیں، سید شاہ علم اللہؒ کے سلسلہ میں ہمیں کوئی متعین چیز نہیں ملتی جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے، البتہ وقائع احمدی میں اس کی طرف کچھ اشارہ ضرور ملتا ہے، اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ شاہ علم اللہؒ اکثر بہ سبب فساد و جھگڑے برادری کے برخاستہ خاطر اور مکدّر طبیعت رہا کرتے تھے اور اکثر قصد ہجرت کا کیا کرتے تھے۔(۱)

''وقائعِ احمدی'' میں ہے کہ حضرت سید آدم بنوریؒ سے شاہ صاحب نے ان ہی منازعات کا حوالہ دیا اور اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کی اجازت چاہی، حضرت سید آدم بنوریؒ بھی ہجرت کے ارادہ سے چلے تھے اس لئے اس ارادہ کو اور تقویت ہوئی ہوگی، حضرت سیدؒ نے فرمایا جاسکتے ہو لیکن اگر کوئی مردِ خدا تمھیں روکے تو ٹھہر جانا۔(۲)

نصیر آباد واپسی اور سفر کی تیاری

نصیر آباد واپس ہوئے اور قصبہ کے اندر جانے کے بجائے قصبہ کے مضافات میں ٹھہر گئے اور اپنی اہلیہ کو یہ پیغام بھیجا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دنیا و مافیہا سے کنارہ کشی کا فیصلہ کرلیا ہے، اگر تمھیں ساتھ رہنا منظور ہو تو اسباب دنیوی سے منھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رُخ سیدھا کرلو، اور میرے ساتھ آؤ۔(۳)

''بحرِ زخار'' میں اتنا اضافہ ہے کہ انھوں نے اپنی اہلیہ سے یہ بھی فرمایا کہ:
''اگر مقدور رفاقت من داری از خویش وقبیلہ درگذر و کنیزکان را براہِ خدا آزاد کن۔''
(یعنی اپنے نفس اور خاندان ان دونوں سے دست کش ہوجاؤ اور خادموں کو خدا کے راستہ میں رخصت کردو) اہلیہ نے یہ پیغام سن کر اتنا کہا کہ اور ساری باتیں مجھے بسر و

(۱) وقائع احمدی، جلد اول، ص:۱
(۲) وقائعِ احمدی و سیرت سید احمد شہیدؒ و دیگر مآخذ
(۳) تذکرۃ الابرار

www.abulhasanalinadwi.org

چشم قبول ہیں لیکن پانی بھرنا تنہا میرے لئے بہت مشکل ہے، سید شاہ علم اللہؒ نے جواب میں کہلوایا کہ اس میں میں بھی شریک رہوں گا۔

اہلیہ گھر چھوڑ کر سید شاہ علم اللہؒ کے پاس آ گئیں اور گھر میں جو کچھ بھی سامان تھا اس کے لئے اعلان کر دیا گیا کہ جس کو جس چیز کی ضرورت ہو لے لے۔ اہلیہ کا زیور بھی فقراء اور اہلِ حاجت کے گھرانوں میں تقسیم کر دیا گیا، دل تو ''متاعِ دنیا'' سے پہلے ہی خالی تھا اب ''در'' بھی اس سے خالی ہو گیا، اس کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ اب گھر میں کچھ نہیں ہے اہلیہ کے ساتھ اندر فروکش ہوئے،(۱) بھائی اور دوسرے رشتہ دار بہت ہمدردی کے ساتھ پیش آئے اور یہ دیکھ کر گھر بالکل خالی ہے ضروری سامان واسباب لا کر رکھ گئے۔ سید شاہ علم اللہؒ نے جو کسی اور حال میں تھے اور ہجرت کا عزمِ محکم کر چکے تھے، اعلان کر دیا کہ جس کا جو جی چاہے سامان لے جائے، دیکھتے ہی دیکھتے ضرورت مند اور فقراء سب سامان لے گئے، چار مرتبہ بات یہی پیش آئی، وہ لوگ سامان لا کر دے گئے، اور دوسرے وقت سید شاہ علم اللہؒ نے بلا ادنی تکلف یا افسوس کے اس کو تقسیم کر دیا، آخر کار سب اعزہ واقربا مایوس ہو گئے اور یہ سمجھ گئے کہ ان کو کچھ دینا بیکار ہے، سید شاہ علم اللہؒ نے سامان سفر تیار کیا اور چند ہی روز کے بعد حرمین شریفین کی ہجرت کے ارادہ سے نصیر آباد سے روانہ ہو گئے، تمام بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں نے بادیدۂ تر رخصت کیا اور نصیر آباد اس دولت اور سعادت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔(۲)

---

(۱) تذکرۃ الابرار

(۲) سیرت علمیہ وتذکرۃ الابرار

www.abulhasanalinadwi.org

باب سوم

نصیرآباد سے رائے بریلی، دائرہ کا قیام، سفرِ حج اور تعمیر مسجد

پہلی منزل

نصیرآباد سے روانہ ہوکر جہان آباد پہنچے۔ جہان آباد رائے بریلی ہی کا ایک حصہ ہے جس کو وہاں کے رئیس نواب جہاں خاں (۱) نے اپنے نام پر آباد کیا تھا، نواب جہان خان سید شاہ علم اللہؒ کے مرید تھے، انھوں نے عرض کیا کہ اس موسمِ برسات میں متعلقین کے ساتھ کہاں کا قصد ہے؟ جواب دیا کہ بیت اللہ کا ارادہ ہے، انھوں نے عرض کیا کہ آپ برسات بھر یہیں قیام فرمائیں، برسات بعد میں انشاء اللہ آپ کو پہنچادوں گا، اس برسات میں ہرگز نہ چھوڑوں گا، سید شاہ علم اللہؒ نے ان کے پاسِ خاطر کے لئے برسات تک وہاں کا قیام منظور فرمالیا۔ (۲)

ایک بلند پایہ مجذوب سے ملاقات اور اقامت کا فیصلہ

جہان آباد میں آپ کا معمول تھا کہ صبح منھ اندھیرے اٹھ کر دریائے سئی کے کنارے (جو وہاں سے قریب ہے) چلے جاتے اور یہ وقت عبادت اور دعا و مناجات میں گزارتے، اس جگہ کے قریب ایک مجذوب بزرگ شاہ عبد الشکور (۳) نامی رہا کرتے تھے اور ان اطراف میں ان کا بہت شہرہ تھا، سید شاہ علم اللہؒ ایک مرتبہ اپنے

---

(۱) جہان آباد کو نواب جہان خاں نے جو عہدِ شاہجہانی میں صوبہ دار تھے ۱۰۴۰ھ میں آباد کیا، وہاں اسوقت جو جامع مسجد ہے وہ نواب صاحب ہی کی تعمیر کردہ ہے (سیرت السادات از مولانا حکیم سید فخر الدین حسنیؒ)

(۲) وقائعِ احمدی باختصار۔ (۳) شاہ عبد الشکور عہد شاہجہانی کے ایک صاحبِ حال بزرگ تھے، اور جہان آباد کی فصیل سے متصل دریا کے قریب ان کی اقامت گاہ تھی، یہ اکثر و بیشتر برہنہ رہا کرتے تھے، جائس کے رہنے والے تھے، ان کی قبر دریا کے کنارے ''تکیہ شاہ عبد الشکور'' میں اب بھی موجود ہے، مؤرخین ان کو سلطان المجاذیب وغیرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، باقی تفصیلات آگے ملیں گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

معمولات پورے کرنے کے بعد ان سے ملنے تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ بالکل وہی معاملہ پیش آیا جو ان کے ایک مورث سید رکن الدینؒ کو خواجہ کڑک مجذوب (اصل نام سید احمد) کے ساتھ پیش آیا تھا۔

شاہ عبدالشکور برہنہ رہا کرتے تھے اور اپنے چند معتقدین کے ساتھ اسی حال میں بیٹھے تھے کہ اچانک عجلت کے ساتھ ایک چٹائی اپنے اوپر لپیٹ لی۔ یہ بات بالکل خلافِ معمول تھی، حاضرین نے تعجب سے دریافت کیا تو فرمایا کہ: ''منئی آوت ہے، منئی آوت ہے'' یعنی آدمی آتا ہے، آدمی آتا ہے، انھوں نے عرض کیا کہ: ''ہم منئی نہیں ہیں'' فرمایا: ''نہیں''، عین اسی وقت سید شاہ علم اللہؒ وہاں پہونچ گئے۔

سید شاہ علم اللہؒ نے دیکھا کہ ایک بزرگ چٹائی لپیٹے ہوئے بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے کچھ آدمی ہیں، سلام کرکے بیٹھ گئے، شاہ عبدالشکور بہت گرم جوشی اور اخلاق سے ملے اور پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ سید شاہ علم اللہؒ نے کہا حرمین شریفین کا قصد ہے، شاہ عبدالشکور نے کہا کہ تم وہاں نہ جاؤ، یہیں رہو، سید شاہ علم اللہؒ نے نہ مانا اور ان کے بار بار اصرار کے باوجود بھی اس پر تیار نہ ہوئے، شاہ عبدالشکورؒ سے جب بھی ملاقات ہوتی وہ آپ کو ہجرت سے باز رکھنے کی کوشش کرتے اور کہتے کہ اسی شہر میں اقامت اختیار کرلیں اور اس کو وطن بنالیں، لیکن سید شاہ علم اللہؒ پر سفر کا اتنا تقاضا تھا کہ وہ اس پر غور کرنے کے لیے بھی تیار نہ تھے۔

جس روز قیام کا آخری دن تھا اور صبح آپ کو سفر کرنا تھا حسبِ معمول شاہ عبدالشکور سے ملاقات ہوئی (غالباً سید شاہ علم اللہؒ ان سے رخصت ہونے کے لیے گئے ہوں گے) شاہ عبدالشکور نے آپ سے کہا کہ آؤ کچھ دیر کے لئے دریا کی سیر کرآئیں، چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جس کو آج دائرہ شاہ علم اللہ کہتے ہیں (اور جس جگہ آپ کا مکان اور مسجد ہے) کہنے لگے کہ یہ تمھارا وطن اور اقامت گاہ ہے یہاں رہو

www.abulhasanalinadwi.org

اور اپنے شیخ کی بات یاد کرو جو انھوں نے رخصت کرتے وقت کہی تھی، اب سید شاہ علم اللہؒ کو حضرت شیخ آدم بنوریؒ کا یہ قول یاد آیا کہ: ''جا سکتے ہو لیکن اگر کوئی مردِ خدا تمھیں کہیں روکے تو ٹھہر جانا'' فوراً اقامت کا فیصلہ کرلیا،(۱) اور ان سے کہہ دیا کہ بہتر ہے نہ جاؤں گا۔

وقائعِ احمدی میں ہے کہ انھوں نے سید شاہ علم اللہؒ کا ہاتھ پکڑ لیا اور مکان کے قریب لاکر کہنے لگے: ''ہم تم یہیں رہیں ایکی پار، لوگ جانے یہ یہ پار وے وہ پار'' (یعنی ہم تم اسی پار رہیں گے اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ اس پار ہیں اور وہ اس پار ہیں)(۲) اس کے بعد ایک خط مربع کھینچا اور کہا یہ مسجد بناؤ، پھر ایک خط مربع کھینچا اور کہا یہ اپنا مقبرہ بناؤ، اگر کوئی مرے یہاں دفن کرنا، اس کے بعد سید شاہ علم اللہؒ کو دعا دی کہ حق تعالیٰ اس زمین کو تمھاری اولاد سے آباد کرے اور اچھے اچھے لوگ تمھاری اولاد سے پیدا کرے۔

شاہ عبدالشکور یہ کہہ کر اپنے مکان چلے گئے اور سید شاہ علم اللہؒ نواب جہان خاں کے پاس واپس آئے اور ان سے کہا کہ اب میرا ارادہ اسی جنگل میں دریا کے کنارے رہنے کا ہے، اس کے بعد اپنے خاندان کو ساتھ لے کر اس جگہ آئے اور طرحِ اقامت ڈال دی۔

مکان کی تعمیر

دولت خاں زمیندار لوہانی پور (لوہانی پور، دائرہ شاہ علم اللہؒ کے قریب جانبِ

---

(۱) وقائعِ احمدی وتذکرۃ الابرار

(۲) شاہ عبدالشکور صاحبؒ کا مقبرہ اسی پار ہے جس طرف سید علم اللہؒ کا مقبرہ ہے لیکن کچھ فاصلہ اور کچھ دریا کی کاٹ ایسی ہے کہ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ اس پار ہے، راقمِ سطور کو وہاں جانے کا اتفاق ہوا اور بالکل یقین ہوگیا کہ مقبرہ دریا کے دوسری طرف ہے لیکن یہ روایت یاد آئی اور لوگوں نے تفصیل سمجھائی تو معلوم ہوا کہ ادھر ہی ہے، دیکھنے میں احساس یہ ہوتا ہے کہ اس پار ہے، ہوسکتا ہے کہ شاہ عبدالشکور کا اشارہ اسی بات کی طرف ہو، واللہ اعلم۔

www.abulhasanalinadwi.org

مشرق ایک گاؤں ہے) نے جو سید شاہ علم اللہؒ کے معتقد تھے پختہ دس بیگھہ زمین سید شاہ علم اللہؒ کو نذر کی اور یہی زمین آگے چل کر ''دائرہ شاہ علم اللہؒ'' یا ''تکیہ'' کے نام سے مشہور ہوئی، ۱۰۵۰ھ میں مٹی اور پھوس کا ایک مکان جس کو جھونپڑا کہنا زیادہ صحیح ہوگا اور مٹی ہی کی ایک مسجد شاہ عبدالشکور کی بتائی ہوئی جگہ پر لبِ دریا تیار ہوگئی۔

''بحرِ زخار'' میں ہے کہ اہلیہ کو تشویش ہوئی کہ اس ویران اور بے آباد جگہ میں سانپوں اور بھیڑیوں کی کثرت ہوگی، خدانخواستہ بچوں کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے، فرمایا کہ: اس معاملہ میں، میں نے جناب الٰہی میں دعا کی ہے اور وہ مستجاب ہوئی ہے۔

عسرت کی زندگی اور مجاہدات شاقہ

۱۰۵۰ھ سے لے کر ۱۰۷۵ھ تک ۲۵/ سال کا یہ عرصہ سخت عسرت، مجاہدات، نفس کشی اور فقر و فاقہ میں گزارا، لیکن شاہی دربار کی رنگینیاں دیکھے ہوئے اور عین آغازِ شباب میں شاہجہاں کے غیر معمولی انعامات و تحائف اور دربار کے تزک و احتشام کا نظارہ کیے ہوئے اس عاشقِ رسول، متبعِ سنت اور صاحبِ عزیمت بندہ کے پائے استقامت میں کبھی کوئی لغزش نظر نہیں آئی اور کبھی معافی کو قبول کرنے، کسی جاگیر اور روزینہ کو منظور کرنے یا کسی دولت مند معتقد سے ''ربطِ خاص'' قائم کرنے کا کوئی سُراغ نہیں ملا۔ درحقیقت یہ اس اتباع اور عزیمت اور اس قربانی اور خلوص کی برکت تھی جس کا مظاہرہ دربار چھوڑتے وقت، لشکرگاہ میں دو سال گزارتے وقت اور نصیرآباد سے ہجرت کرتے وقت ہوا تھا اور جس نے ان سے کہلوایا تھا کہ: ''ایک دل میں دو چیزوں کی محبت جمع نہیں ہوسکتی'' ؎

یا خانہ جائے رخت بود یا سرائے دوست

اس ضمن کے دوسرے واقعات اور حالات کا ذکر اپنے موقع پر کیا جائے گا۔ جہاں تک ان کی مجاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کا تعلق ہے اس کی وقیع اور معتبر شہادت

www.abulhasanalinadwi.org

''بحرِ زخار'' سے ملے گی جس میں صرف ان کے چودہ سال کے مجاہدات کا ذکر ہے:

''تا چہاردہ سال لقمۂ حلال دانستہ بیشتر اوقات از شکارِ ماہی و اثمارِ گولرِ خام و گوکھر و جوش دادہ خوردے، و در اہلِ خانہ و عیال و اطفال را نیز ہمیں غذا مقرر بود و از خاصہ در تقسیمِ طعام کہ مجاہدہ مرعی داشتہ او تسویہ تقسیم درمیانِ صغیر و کبیر، پیر و جوان و عبد و مولا و مقیم و مسافر از عہدے در سلف تا خلف بہ عمل نیامدہ، و مردے نگشتہ کہ در مقدار و در اقسامِ طعام از نفیس و کثیف اصلاً تفاوت بہ میان نیاوردے، چون بہ مدینہ طیبہ رفت بہ نہجیکہ در اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ دقیقے نامرعی نہ گزاشتہ۔(۱)

(۱۴؍سال تک اکلِ حلال کی فکر و جستجو میں زیادہ تر مچھلی کے شکار اور کچے گولر اور گوکھرو اُبال کر کھالیا کرتے تھے، اہل خانہ اور فرزندوں کے لیے بھی یہی غذا مقرر تھی، تقسیمِ طعام میں چھوٹے بڑے، پیر و جوان، آقا و غلام، مقیم و مسافر میں تفریق نہ کرتے تھے اور اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ شاید سلف سے خلف تک کسی نے اس پر عمل نہ کیا ہو اور کوئی مرد ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ کھانے کی مقدار یا اس کی اچھائی اور بُرائی اور کثافت و لطافت میں تفاوت کو راہ نہ دے، جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس طرح زندگی گزاری کہ سنتِ نبوی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔)

دسترخوان کی اس مساوات کا ذکر دوسرے حوالوں سے بھی ثابت ہے اور اس کی بعض قابلِ ذکر باتیں اپنی اپنی جگہ آئیں گی، بہرِ حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ

---

(۱) بحرِ زخار (منتخب)

www.abulhasanalinadwi.org

پورا دورِ عسرت اور مجاہدات کا دور ہے، صاحبِ استطاعت اہلِ تعلق میں سے اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا یا کوئی چیز لاتا تو اس کو اکثر قبول نہ کرتے تھے اور صرف اس کی چیز قبول کرتے تھے جس کا عمل، مصنف ''بحرِ زخار'' کے الفاظ میں ''سنت سے سرِ مو متجاوز'' نہ ہو، لیکن یہ بات جو سید شاہ علم اللہؒ میں محض فضلِ الٰہی اور توفیقِ خداوندی(۱) اور ان کے اخلاص و قربانی و نفس کشی کی بدولت پیدا ہوئی تھی، ہر کس و ناکس میں کہاں ہو سکتی تھی، اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہدایا کا عدم و وجود برابر تھا اور ان سے ان کو کوئی مدد نہیں ملتی تھی۔

درحقیقت یہ صرف چودہ سال یا پچیس سال کی بات نہ تھی؛ بلکہ ان کی پوری زندگی اسی عزیمت و توکل اور اسی اتباعِ سنت کا نمونہ تھی اور اس میں شروع سے آخر تک یہی رنگ برقرار رہا۔

سید شاہ علم اللہؒ کے سفرِ ہجرت کے فسخ میں جو مصالح تھے اس کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ سالہا سال تک اس شب و روز کے مجاہدہ اور عزیمت کی زندگی کے بعد جو انوارِ سنت سے معمور تھی بارگاہِ نبوی میں حاضری کا مزہ ہی کچھ اور تھا، زمین تیار تھی اور بس اس کی دیر تھی کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئے اور ابرِ رحمت اس کو اس طرح سرسبز و شاداب کر دے کہ پھر اس پر کبھی خزاں نہ آئے اور یہ شادابی نسلوں اور صدیوں تک برقرار رہے،

ادھر بھی ''ابرِ رحمت'' آئے اور جم جم کے یوں برسے
کہ ہو سرسبز کھیتی ہم غریبوں بدنصیبوں کی

---

(۱) خواجہ کڑک جن کا ذکر سید رکن الدین کے تذکرہ میں گزرا ہے، ایک مرتبہ اپنے جذب و حال میں سید رکن الدین سے ایسی بات کے طالب ہوئے جو شریعت کے خلاف تھی، قاضی سید رکن الدین (نبیرہ سید قطب الدین محمد الحسنیؒ) جو ایک متبعِ سنت شیخِ وقت اور قاضیٔ شہر تھے وہ بھلا اس بات کو کس طرح قبول کرتے، انھوں نے انکار کیا، دوسرے وقت خواجہ مجذوب نے ان سے کہا کہ: نصیبِ شما از کاسۂ خدا است.....''۔ درحقیقت سید شاہ علم اللہؒ کا حصہ اسی ''کاسۂ خدا'' سے تھا اور یہ وہ چیز ہے جس کا اندازہ کسی دوسرے پیمانہ سے نہیں کیا جا سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پہلا سفرِ حج

سید شاہ علم اللہؒ کا پہلا سفرِ حج جہاں تک معلومات ہیں ۱۰۷۵ھ میں ہوا، اس سفر میں ان کے ہمراہ ۲۲ر آدمی تھے، ''زادوراحلہ'' سے بے نیاز اور محض فضل الٰہی کے بھروسہ پر یہ قافلہ آمادۂ سفر ہوا، روانگی کے وقت ایک مخلص نے ایک معمولی رقم پیش کی اس کو بھی گھر بھجوادیا، اور اللہ کا نام لے کر یہ قافلہ شوق و ذوق کے ساتھ پیادہ پا اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوگیا، ساحلِ سمندر پر پہنچنے کے بعد (جو غالباً سورت کی بندرگاہ تھی) جہاز کے امیر البحر، ملّاح اور دوسرے ذمہ داروں نے شاید ان کے اخلاقِ کریمانہ اور طرزِ زندگی کو دیکھ کر بلا معاوضہ سب کو سوار کر لینے کی پیش کش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے کہیں سے انتظام فرمادیا اور سید شاہ علم اللہؒ نے پہلے ۲۲ر روپیہ فی کس ادا کردیئے، اس کے بعد جہاز پر چڑھے۔

پورے سفر میں (اور دورانِ قیام میں بھی) اسی طرح غیب سے انتظامات ہوتے رہے اور سب لوگ بعافیت حجاز پہنچ گئے، مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ کا قصد کیا، لیکن یہ سوچ کر کہ اس مقدس سرزمین پر جس کی قسمت رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم سے بار بار جاگی ہے، جوتے پہن کر چلنا خلافِ ادب اور آئینِ محبت کے منافی ہے، مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ تک پورا سفر ننگے پیر طے کیا۔(۱)

جب مدینہ منورہ کے قریب پہونچے اور گنبدِ خضراء کی ایک جھلک نظر آئی تو بیساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہوگیا، ؎

دنت عن ناظری تلك الخیام

علی سکانها منی السلام

(۱) مہر صاحب نے ''سید احمد شہید'' میں لکھا ہے کہ رائے بریلی سے سورت تک بھی ادباً انھوں نے ننگے پاؤں سفر کیا لیکن تذکرۃ الابرار میں رائے بریلی سے سورت تک (یا جو بھی بندرگاہ رہی ہو) ''پیادہ پا'' کا ذکر ہے ''برہنہ پا'' کا نہیں۔ البتہ اس کی صراحت موجود ہے کہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تک کا سفر ننگے پیر کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

نگاہِ کرم

مواجہہ شریف کے پاس پہنچے اور السلام علیک یارسول اللہ تو اندر سے آواز آئی وعلیک السلام یاولدی، نگاہِ کرم کومتوجہ پا کر دل کھول کر رکھ دیا، برسوں کی حسرتیں اورتمنائیں پوری ہوئیں اور ہر طرح کے انعامات وعنایات سے سرفراز ہوئے۔(۱)

اتباعِ سنت کا اہتمام

اپنے مصارف کے لیے حسبِ معمول کسی کے احسان کے روادار نہ ہوئے، لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اپنے اخراجات پورے کرتے تھے، اس سے زیادہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ سنت اور اسوۂ صحابہؓ کی پیروی میں اس قدر جان و دل سے کوشاں تھے کہ جس گلی اور جس راستہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکڑیاں اپنے سر پر لائے تھے اور جس بازار میں ان کو فروخت کیا تھا اسی جگہ سے لکڑیاں لائے اور اسی بازار میں فروخت کیں، اسی طرح جس بازار میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کپڑے فروخت کیے تھے ان کی اتباع میں تھوڑے سے کپڑے حاصل کیے اور برکت کے لیے اسی بازار میں جا کر فروخت کیا۔(۲)

تنہا اسی واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مدینہ منورہ کی زندگی کس قدر زہد واحتیاط، اتباعِ سنت اور عشق ومحبت کی زندگی تھی اور وہ معمولی معمولی اور روزمرہ کی باتوں میں بھی ''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین'' پر کس طرح عمل پیرا تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے زہد وتقوی کو دیکھ کر مشائخِ حرمین کہنے لگے کہ ھذا کأبی ذر (یہ تو ابوذر غفاریؓ کا نمونہ ہیں)۔(۳)

---

(۱) تذکرۃ الابرار وسیرتِ علمیہ

(۲) بحرِ زخار (منتخب)

(۳) تذکرۃ الابرار وبحرِ زخار

www.abulhasanalinadwi.org

مقامِ عزیمت

لیکن ایک واقعہ اور ہے جو تاریخ کی سلوٹوں میں اس طرح دب گیا ہے کہ اکثر تذکرہ نگاروں کی نظر اس نہیں پڑ سکی، راقمِ سطور کے نزدیک اس میں سید شاہ علم اللہؒ کا ایک بڑا کمال پوشیدہ ہے اور اس سے ان کی سیرت کا ایک اہم پہلو ہماری نظروں کے سامنے آتا ہے۔

خواجہ محمد امین بدخشی جو حضرت سید آدم بنوریؒ کے مجاز و مقرب اور سید شاہ علم اللہؒ کے پیر بھائی اور ان کے از حد مداح و ثنا خواں ہیں،(۱) اور جو سید شاہ علم اللہؒ کی حضرت سید آدمؒ سے بیعت کے وقت نہ صرف موجود تھے؛ بلکہ اس وقت ان کی مجلسوں میں شریک اور معارف و مکالمات میں ان کے محرمِ راز تھے، وہ لکھتے ہیں کہ ۱۰۷۵ھ میں میں نے مکہ معظّمہ میں ان سے ملاقات کی لیکن انھوں نے اپنے احوال کا کچھ بھی ذکر نہ کیا۔

درحقیقت یہ وہ مقام ہے جہاں بڑوں بڑوں کا قدم پھسل جاتا ہے اور وہ چیز ہے جو اولیاء کے قلوب سے بھی سب کے آخر میں نکلتی ہے۔

خواجہ محمد امین سے ۲۵؍برس کے بعد ملاقات ہوئی ہے، یہ ۲۵؍برس مجاہدات سے بھرے ہوئے ہیں، پھر حج کا سفر اور اس کے واقعات، سلام کا واقعہ اور اپنے عجیب غریب معمولات، احوال و کیفیات اور منازل و مقامات کا ایک طویل سلسلہ ہے، ایسے موقع پر آدمی کے منھ سے کچھ نہ کچھ ضرور نکل جاتا ہے، خاص طور پر اس وقت جب صاحبِ تعلق اور اس کا اہل بھی۔

لیکن سید شاہ علم اللہؒ اپنے کمالات و خوارق اور حالات و کیفیات کا ذکر تو کیا کرتے انھوں نے کسی حیثیت سے بھی اپنا ذکر پسند نہیں کیا اور جو قابلِ رشک حالات

---

(۱) ان کے اقتباسات دوسری جگہ آئیں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اُن کو اس ''راہِ طلب'' میں پیش آرہے تھے اس میں اتنی آمیزش بھی (اگر اس کو آمیزش کہا جاسکتا ہو) گوارا نہ کی۔

درحقیقت یہ آخری درجہ کی فنائیت، اعلیٰ درجہ کی عزیمت، سچی محبت، عالی ظرفی اور خدا کے فضلِ خاص کی علامت ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں ہر باکمال اور صاحبِ احوال کی رسائی نہیں ہوسکتی، الا ماشاء ربک۔

دوسرا حج اور مسجد کی نئی تعمیر

سید شاہ علم اللہؒ نے دوسرا حج تقریباً ۱۰۸۲ھ میں کیا، اس کی کچھ تفصیلات کتابوں میں نہیں ملتیں، اتنا ثابت ہے کہ اس مرتبہ واپسی پر اپنے ساتھ ایک کاغذ پر حرم کا نقشہ کھینچ کر لائے، اس کے ایک سال بعد ۱۰۸۳ھ میں کعبۃ اللہ کی پیمائش کے مطابق سئی ندی کے بالکل کنارے اپنے مسکن کے پاس مسجد کی تعمیر کی، اس کی بنیادوں میں آبِ زمزم ڈالا اور طول وعرض اور ساخت ہر چیز میں ادب کے خیال سے چند انگل کم رکھا، روشنی کے لیے اس کے چاروں طرف تین تین دروازے بنائے اور چاروں طرف مطاف کی طرح فرش بھی بنایا، ؎

زہے پر فیض آں مسجد مکرم
دہد از کعبۃ اللہ یاد ہر دم

''مہرِ جہاں تاب'' میں ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ واپسی میں اپنے ساتھ مکہ معظّمہ سے ایک پتھر بھی لائے تھے جو تعمیر کی بنیاد میں رکھا اور اس کی تعمیر میں معماروں کے ساتھ خود بھی شریک ہوئے اور اپنی اولاد کو بھی شریک کیا "وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت وإسماعيل، ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم."(۱)

(۱) مہرِ جہاں تاب، ص: ۳۶۷۔ قبلۃ ثان مسجد کی تاریخِ تعمیر ہے جو مسجد کے جنوبی دروازہ پر کندہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

باب چہارم

اتباعِ سنت اور عزیمت

سید شاہ علم اللہؒ کی سیرت کا سب سے اہم جوہر

سید شاہ علم اللہؒ کی سیرت کا سب سے جلی عنوان اتباعِ سنت اور عزیمت ہے، اس باب میں انھوں نے جو انتہائی کمالات حاصل کیے اور اس میں جن لطافتوں اور نزاکتوں کو ملحوظ رکھا اور زندگی بھر جس ثابت قدمی کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے، اس کی نظیر نہ صرف عہدِ عالم گیر میں بلکہ اس کے بعد کی صدیوں میں بھی نہیں ملے گی، یہ دو ایسے جوہر ہیں جنھوں نے ان کو ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں بہت قابلِ رشک اور منفرد حیثیت عطا کی ہے اور اس کا ہماری تاریخ کے وقار اور اس کی جمال آرائی میں بہت بڑا اور نا قابلِ فراموش حصہ ہے۔

ان کا عقیدہ تھا کہ سنت میں جو انوار و برکات ہیں اور سنت کے ذریعہ آدمی جو کمال اور تقرب حاصل کرسکتا ہے وہ کسی اور ریاضت، مجاہدہ، سلوک اور تربیت سے ممکن نہیں، ان کا مسلک اس عقیدہ کے عین مطابق اور ان کی پوری زندگی اس بات کی مجسم اور نا قابلِ انکار شہادت تھی کہ اس بازار میں سب سے قیمتی جنس اور وصول الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہر وقت، ہر عہد اور ہر ملک میں اور عبادات و معاملات سے لے کر روزمرہ کی زندگی کی تفصیلات تک میں اتباعِ سنت اور عزیمت پر عمل ہے، اور اس کے ذریعہ سالوں کی مسافت مہینوں میں، مہینوں کی دنوں میں اور دنوں کی لمحوں میں طے ہوسکتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قابلِ ذکر بات بلکہ جانِ سخن یہ ہے کہ وہ اس معاملہ میں صرف آسان سنتوں پر عمل کرنے (جن کا تعلق ایثار و قربانی اور مجاہدہ سے زیادہ نہیں ہے) ہی کے قائل نہ تھے، بلکہ اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے اور ہر قسم کے فوائد سے دست بردار ہونے پر تیار تھے، انھیں جس طرح وضو کے سنن و مستحبات کا خیال تھا، اسی طرح اس راہ میں فقر و فاقہ برداشت کرنے، راہِ حق میں مصیبتیں اٹھانے اور تکلیفیں جھیلنے، فائدہ میں اپنے اہل و عیال کو سب سے پیچھے رکھنے اور نقصان میں سب کے آگے رکھنے اور بایں مرتبہ و مشیخت خود اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرنے، لکڑیاں کاٹنے، پانی بھرنے، یتیموں اور بیواؤں کا سامان خریدنے اور خود لے کر ان کے گھروں تک پہنچانے کا بھی خیال تھا، اور یہ دونوں سنتیں وہ یکساں ذوق و شوق اور اہتمام اور پابندی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

خاندان کے رسم و رواج اور بعض وقت ہندوستان کے دینی ماحول کے خلاف بھی (جس میں بہت سی چیزیں خلافِ سنت داخل تھیں، اور مدرسہ و خانقاہ کسی جگہ ان کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا) سید شاہ علم اللہؒ نے عزیمت اور پیروئ سنت کی جو مثال قائم کی ہے وہ خواص و عوام دونوں کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

اس کے ساتھ ان کا زہد و تقوی، کمال احتیاط، ان کا تعلق مع اللہ اور روحانی و باطنی کمالات، ان کی تاثیر و قوتِ تسخیر، ان کی نورانیت و برکت، ان کا فیضِ صحبت و فیضانِ معرفت، اہل دل مشائخِ وقت اور نامور علماء و اہلِ درس میں ان کی محبوبیت و عظمت، ان ساری باتوں نے ان کو اپنے معاصرین میں ایک ممتاز اور مخصوص جگہ عطا کی ہے، لیکن درحقیقت یہ سب اسی جمالِ نبوی کا پرتو اور اسی سنتِ نبوی کا عکس ہے جو ان کی زندگی کا سب سے بڑا جوہر اور سب سے بڑا امتیاز ہے اور جس نے ان کو قبولیت و محبوبیت کی یہ خلعت فاخرہ عطا کی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک اہم شہادت

خواجہ محمد امین بدخشی ''نتائج الحرمین'' میں شاہ صاحب کے ایک فیض یافتہ شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حضرت میر سید علم اللہؒ کہ حضرت آدم بنوریؒ کے خلفاء میں نہایت متقی، کامل العلم والاحوال بزرگ ہیں، نسباً حسنی الحسینی ہیں، ان کا ظاہر و باطن کمال اتباعِ سنت سے آراستہ اور ان کی ساری زندگی اور تمام اوقات سنن و مستحبات سے معمور ہیں، اور وہ خود اور ان کے تمام پیرو ہمیشہ فقر و فاقہ سے گزر کرنے والے دنیا کی بو بھی اپنے پاس نہیں آنے دیتے، ہندوستان اور عرب میں بھی ان کے تقوی اور استقامت کا غلغلہ ہے، اکثر مشائخ کو ان کا تقوی اور ریاضت و استقامت دیکھ کر رشک آتا ہے، اور حسرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ دیکھو مقبولانِ الٰہی کو اللہ کی طرف سے ایسی استعداد اور قابلیت نصیب ہوتی ہے، اپنے دوستوں، رفیقوں اور فرزندوں میں بھی ان کا عمل عزیمت ہی پر ہے، اپنے بیٹوں اور جاننے والوں میں سے کوئی اگر کسی مباح یا رخصت پر عمل کرے تو اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور اگر نعوذ باللہ کسی سے کوئی بدعت کا فعل سرزد ہوجائے تو اس سے اس درجہ بیزار ہوجاتے ہیں کہ اس کا منھ دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے جب تک وہ از سرِ نو تائب و متقی نہ ہوجائے۔''

فقراء اور فرزندوں پر اور گھر کے اندر اور باہر کھانے کی تقسیم مساوی طور پر کرتے ہیں، جو عمل بھی سنت یا مستحب ہے اس سے ذرا

www.abulhasanalinadwi.org

تجاوز نہیں کرتے، ایک رسالہ ''قوت العمل'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو امر بالمعروف اور ایسے بہت سے حقائق و معارفِ الٰہیہ پر مشتمل ہے کہ عارفین کے سوا ہر شخص کما حقہ نہیں سمجھتا، اپنے احوال کا بہت اخفاء فرماتے ہیں اور اپنی عاجزی اور شکستگی ظاہر کرتے ہیں، اکثر لوگ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ شاید صحابہ کرام ایسے ہی ہوں گے، پابندِ شرع دوستوں اور طالبین کے ساتھ بڑی خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ''وإنك لعلى خلق عظيم'' کی متابعت کا پرتو آپ میں بہت نمایاں ہے۔''

شیخ عبدالمجید ابدان (شاہ صاحب کے ایک معاصر بزرگ) فرماتے تھے کہ اتباعِ سنت اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں سید علم اللہ صاحبؒ کی مثال اس زمانہ میں نہیں ہے اور سلف میں بھی خاص خاص لوگ اس درجہ کے ہوئے ہیں، آپ کو رسول اللہ ﷺ کی فرزندی کے علاوہ آپ کی محبوبیت بھی حاصل ہے، آپ کی اس مقبولیت اور محبوبیت کے بہت سے واقعات اور رویائے صادقہ کتابوں میں مذکور ہیں۔(۱)

شیخ عبدالحکیم اپنے زمانہ کی شہادت لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

''دریں زمانہ مشہور است کہ ہم چنیں استقامت در شریعت و طریقت و مطابقتِ سنت کم کسے خواہد بود الا ماشاء اللہ۔''(۲)

صاحبِ ''احسن القصص'' اپنا تاثر لکھتے ہیں:

''چندے کہ او در امور اجرائے شریعت و اعلاء اوامر و نواہی بجا آوردہ زمانہا است کہ تحریر قلم یاد ندارد''۔(۳)

---

(۱) سیرت سید احمد شہید از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص: ۶۳

(۲) ایضاً

(۳) بحرِ زخار (منتخب)

www.abulhasanalinadwi.org

سید شاہ علم اللہ کے شب و روز

سید شاہ علم اللہؒ کے شب و روز کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو کسی سنت یا مستحب سے خالی ہو یا اس کے بغیر گزر جاتا ہو،

نا خوش آں وقتے کہ بر زندہ دلاں بے عشق رفت
ضائع آں روزے کہ برمستاں بہ ہشیاری گرفت

وہ ہر معاملہ میں رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل پیرا تھے، اور اس کی کوشش کرتے تھے کہ سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، اور کھانے پینے، ملنے جلنے ہر چیز میں ان کا عمل سنت رسول کے مطابق اور اس کے انوار و برکات سے معمور ہو، اس میں ان کو کسی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہ تھی؛ بلکہ یہ ان کی روح و دل کی غذا بن گئی تھی اور جس طرح مچھلی پانی کے بغیر یا انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح ان کے لئے پیروئ سنت کے بغیر زندہ رہنا مشکل تھا۔

عبادات میں سنن کا لحاظ اور نوافل کی کثرت پھر بھی آسان ہے اور بہت سے مشائخ وصوفیہ شب بیداری اور کثرتِ عبادت میں ایسے ممتاز تھے کہ زمانہ قدیم میں بھی اس کی مثالیں خال خال ملیں گی، اور ان کے اذکار و اشغال اور عبادات و معمولات کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ اس کم ہمتی اور عافیت طلبی کے دور میں لوگوں کو شاید یقین نہ آئے، لیکن ایک جلیل القدر شیخ اور مرجعِ خاص و عام کے لیے اپنے چھوٹوں کو سلام کرنا، جھاڑو دینا، پانی بھرنا، گھر کے کام کاج میں اہلِ خانہ اور خدام کے ساتھ شریک ہونا، مریدین و اہلِ تعلق کی موجودگی میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا، سر پر بوجھ اٹھانا، اور دوسروں کا سامانِ ضرورت خرید کر خود ان کے گھر پہنچا دینا بہت مشکل اور سخت امتحان و آزمائش کی بات ہے۔

سید شاہ علم اللہؒ نے اس میدان میں جو کمالات حاصل کیے وہ بلا شبہ ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کا روشن ترین باب اور ہماری تاریخ کا ایک تابناک صفحہ ہے جس کو کوئی تذکرہ نگار یا مؤرخ نظر انداز نہیں کرسکتا۔

خدمت ومساوات

سید شاہ علم اللہؒ میں خدمت کا یہ جذبہ بچپن سے موجود تھا، وہ کسی کی خدمت قبول کرنے کے بجائے خود اس کی خدمت پر کمر بستہ رہتے تھے، یہ جذبہ ان کی زندگی کے آخری ایام تک نہ صرف کارفرما رہا؛ بلکہ مرورِ ایام کے ساتھ اور زیادہ طاقت ور ہوتا گیا۔

مصنف ''سیرتِ علمیہ'' لکھتے ہیں:

> ''وہ جھاڑو دینے، پانی بھرنے اور کھانا پکانے میں خادمانِ خانہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے، کام آسان ہو یا مشکل، نہ کسی کی مدد طلب کرتے تھے اور نہ کسی سے کام کرواتے تھے؛ بلکہ خود کام شروع کردیتے تھے، دوست واہل تعلق یہ دیکھ کر ان کا ہاتھ بٹاتے اور ان کے کام میں شریک ہوجاتے، چنانچہ تعمیرِ مسجد میں انھوں نے پورا حصہ لیا، اس کے لیے زمین کھود کر روڑی نکالتے اور معماروں کے ساتھ کام میں شریک رہتے۔''

ایک مرتبہ ایک سیلاب کے بعد ایک مخلص نے حویلی کی کرسی بلند کرنے کے لیے پانچ سو روپیہ بھیجے، آپ نے صاحبزادوں اور ساتھیوں سے فرمایا یہ رقم آئی ہے، چاہے مزدوروں سے کام لیا جائے اور ان کو مزدوری دی جائے، چاہے تم خود محنت کرو اور مزدوری لے لو، سب نے اسی کو منظور کیا۔ سید شاہ علم اللہؒ بہ نفسِ نفیس اپنے فرزندوں کے ساتھ پھاوڑا چلانے، زمین برابر کرنے، اور سطح بلند کرنے میں شریک ہوئے اور دن بھر محنت کرتے رہے۔(۱)

---

(۱) سیرت سید احمد شہید، از مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ عبدالرحمٰن جو سید شاہ علم اللہؒ کے خواص میں تھے کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ ''شاہ صاحب کلہاڑی وغیرہ لے کر اپنے گھر سے نکلے، کچھ دوست ساتھ تھے، جنگل گئے، سب نے مل کر لکڑیاں کاٹیں، سب نے اپنے سر پر لادا اور خانقاہ واپس آئے۔''(۱)

سید شاہ علم اللہؒ کا دسترخوان

سید شاہ علم اللہؒ کے دسترخوان کی مساوات کا ذکر ایک جگہ گزر چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کی تفصیلات حیرت انگیز ہیں اور ان سے اس احتیاط و عزیمت اور اتباعِ سنت کا اندازہ ہوتا ہے جس سے شاہ صاحب آراستہ تھے۔

کھانے میں خاص و عام، بڑے چھوٹے یا گھر اور باہر کی کوئی تفریق نہ تھی، بلکہ ایک ہی کھانا اہل و عیال اور مہمان دونوں کے لیے پکتا تھا، اس کے لیے ایک پیمانہ مقرر تھا، جس سے ہر شخص کی خوراک کا تخمینی اندازہ ہو جاتا تھا اور کمی بیشی کا اندیشہ نہ رہتا تھا، احتیاط و مساوات کی حد یہ تھی کہ اگر کبھی پھل وغیرہ آجاتے اور وہ اتنے نہ ہوتے کہ سب میں برابر تقسیم کیے جاسکیں تو ان کا عرق نچوڑ کر سالن میں ڈال دیتے، تاکہ سب کو اس کا حصہ پہنچ جائے، اگر تربوز یا خربوزے آتے تو ان کو پہلے کاٹے ہوئے تقسیم نہ کرتے تھے، اس لیے کہ کسی کے حصہ میں صرف میٹھے آجائیں اور کسی کے حصہ میں صرف پھیکے، بلکہ ہر پھل کاٹ کر ایک بچہ کو چکھاتے تھے اور اس کے کہنے کے مطابق میٹھے پھل الگ اور پھیکے علیحدہ رکھ دیے جاتے تھے، پھر برابر تول کر سب بھائیوں، عزیزوں اور اہلِ تعلق کو تقسیم کیے جاتے(۲)، جن ماؤں کے شیر خوار بچے ہوتے تھے ان کو عام طور پر خشک رسد دے دیتے تھے تاکہ اپنی ضرورت کے مطابق استعمال میں لاسکیں اور کسی دشواری میں نہ پڑیں، البتہ فاقہ کے دنوں میں (جس کا اتفاق بہت ہوتا

(۱) سیرتِ علمیہ (۲) تذکرۃ الابرار و سیرتِ علمیہ و دیگر مآخذ

www.abulhasanalinadwi.org

تھا) پکا ہوا کھانا دیتے تھے؛ تاکہ ماں کے دودھ میں کمی نہ ہو اور بچہ بھوکا نہ رہ جائے۔

اسی طرح ایک وقت میں دو طرح کا سالن نہیں کھاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا نہیں کیا، بلکہ دو سالن کبھی پکوائے بھی نہیں جاتے تھے۔

اگر کوئی وفد یا کوئی مہمان آجاتا تو تین روز اس کی ضیافت ضروری سمجھتے اور اس ضیافت میں بڑے چھوٹے اور گھر کے سب افراد شریک ہوتے، مخصوص کھانا بلا کسی عذر اور ضرورت کے کبھی نہ پکواتے، کھانا ہمیشہ سنت کی مطابقت میں تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔

''سیرتِ علمیہ'' میں ہے کہ شیخ محمد افضل الہ آبادی نے (جو خود ایک عالم ربانی اور شیخ تھے) سید شاہ علم اللہؒ کے دسترخوان کا حال سن کر ارادہ کیا کہ اپنے ہاں بھی اسی مساویانہ تقسیم کا رواج ڈالیں، لیکن بات کہنے میں جتنی آسان تھی عمل میں اتنی ہی دشوار تھی، اپنے فرزندوں اور جگر کے ٹکڑوں اور اغیار و بیگانوں میں کسی موقع پر اور کسی معاملہ میں بھی کوئی تفریق نہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس پر وہی عمل کر سکتا ہے جس کی نگاہِ بصیرت میں خویش و اغیار سب برابر ہو گئے ہوں اور غلبۂ توحید نے اس کو اس مقام تک پہنچا دیا ہو، آخر کار دسترخوان کا یہ نقشہ ان کے ہاں قائم نہ رہ سکا، شیخ محمد افضلؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''لوہے کے چنے چابنے کے لئے دانت بھی فولاد کے چاہئیں'' یہ مجاہدہ سید شاہ علم اللہؒ صاحب ہی کے ساتھ مخصوص ہے کوئی دوسرا اس میں ان کی برابری نہیں کر سکتا۔(۱)

لیکن دسترخوان کے بار بار ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سید شاہ علم اللہؒ کے ہاں بہت فارغ البالی تھی، ''مخزن احمدی'' میں ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ نے بارہا دعا فرمائی تھی کہ وہ زخارفِ دنیا میں گرفتار نہ ہوں، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی پوری زندگی

---

(۱) سیرتِ علمیہ وتذکرۃ الابرار ودیگر مآخذ

www.abulhasanalinadwi.org

میں بکثرت فاقہ کے واقعات پیش آتے رہے اور فاقہ ان کے نام کے ساتھ اس طرح ضرب المثل ہو گیا تھا کہ اگر خاندان میں کسی کے ہاں فاقہ ہوتا تو یہ کہا جاتا کہ آج ان کے گھر میں شاہ علم اللہ صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔

اسی کے ساتھ برکت کے واقعات بھی بکثرت پیش آتے تھے۔ اگر مہمان آجاتے تھے تو سیر ہو کر کھاتے تھے اور کوئی نہ کوئی صورت ان کے لئے غیب سے پیدا ہو جاتی تھی۔

ایک وفد کی ضیافت

ایک مرتبہ دو تین روز کے فاقہ کے بعد تقریباً چالیس آدمیوں کے لئے کھانا تیار ہوا اچانک سید شاہ علم اللہؒ کے بعض کبار خلفاء مثلاً شیخ فتح محمد انبالوی و شیخ محمد خورجوی و شیخ محمد عبدالحلیم شاہ جہاں پوری (۱) ۸۰ آدمیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ سید شاہ علم اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھ کر سید شاہ علم اللہؒ نے فرمایا کہ جتنا کھانا بچا ہے اس کا نصف گھر بھجوا دیا جائے اور باقی یہاں ایک بڑے طشت میں لے آیا جائے، اس پر عمل کیا گیا اور بیس آدمیوں کا کھانا سو آدمیوں کے لئے کافی ہو گیا، فراغت کے بعد جب دیکھا گیا تو معلوم ہوتا تھا کہ اس طشت میں سے کچھ لیا ہی نہیں گیا ہے۔

فاقہ کے ساتھ یہ روزمرہ کے واقعات تھے جو اس دسترخوان پر پیش آتے رہتے تھے لیکن فاقہ ہو یا دعوت، ہر حال میں سنت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، اور یہ گوارا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی ادنی سنت کسی بڑی سے بڑی وجہ سے فوت ہو۔

مجاہدہ کی یکساں زندگی

خواجہ محمد امین بدخشی نے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے حوالہ سے ''نتائج

---

(۱) سید شاہ علم اللہؒ کے خلفاء کا تذکرہ کتاب کے آخر میں انشاء اللہ آئے گا۔ سیرتِ علمیہ بہ روایت سید محمد نور فرزند سید شاہ علم اللہؒ

www.abulhasanalinadwi.org

الحرمین'' میں لکھا ہے کہ: ''اکثر مشائخ سلوک کی ابتدا میں ریاضتیں کر کے آخر میں فارغ اور سبکدوش ہوجاتے ہیں، لیکن شاہ صاحبؒ نے اول روز سے تنگی وسختی وفقر کو راحت سمجھ کر اور فقر و فاقہ کو سنت کی پیروی میں جو اختیار کیا تو آخر تک اس میں ذرا فرق آنے نہیں پایا اور لذاتِ دنیاوی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔(۱)

صاحبِ ''بحرِ زخار'' نے ان کے تذکرہ میں حسبِ ذیل الفاظ لکھے ہیں:

''مجاہداتیکہ ازان یگانۂ زمانہ در باب نفرت دنیا باتباعِ طریقۂ نبویہ بظہور آمدہ بعد از صحابہ کرام اور دیگر اولیائے امت متأخرین کمتر یافتہ شود۔''

صاحبِ ''بحرِ زخار'' دوسری جگہ مصنف ''احسن القصص'' کی شہادت پیش کرتے ہیں:

''جہادے کہ در ریاضات شاقہ او بر خود پسندیدہ مدتہا است کہ از آوازۂ مجاہدان بدیں قدر و منزلت در گوش جہانیان اثرے نمی گزارد، وسراپا خود را در امور شریعت گزاشتہ ہر موتجاوز در احکام شرع بر خود و بر دیگرے روا نداشتے۔''

گزشتہ صفحات میں ان کے مجاہدات شاقہ اور عزیمت کی بعض مثالوں کا ذکر گذر چکا ہے، حج سے پہلے ان کی ساری زندگی جہادِ مسلسل کا نمونہ تھی اور رزق حلال کی تلاش میں اکثر مچھلی، جنگلی پھلوں پر گزارا تھا، مصنف ''مہرِ جہاں تاب'' کے حسبِ ذیل الفاظ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے وہ زمانہ بلکہ ساری زندگی اسی شان کے ساتھ گزار دی، وہ لکھتے ہیں:

''پیوستہ بفقر ومحتاجگی بسر کردو گاہے گاہے گولر جوشاندہ بخوردے و

(۱) سیرت سید احمد، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بحوالہ نتائج الحرمین

www.abulhasanalinadwi.org

برہمان قناعت فرمودے۔''

ہر کام میں سنت کا خیال

سید شاہ علم اللہؒ کو ہر کام میں سنت کا اس درجہ خیال تھا کہ وہ اس میں سنت کے سارے آداب ملحوظ رکھتے تھے، مثلاً سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، اس میں چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کی کوئی تفریق نہ تھی، جھک کر یا ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، یا تسلیم و آداب سخت ناپسند تھا اور اس سے منع کرتے تھے، سلام کر کے آگے بڑھتے، کوئی دیوار یا درخت حائل ہو جاتا اور پھر سامنے آتے تو اتباعِ سنت میں دوبارہ سلام کرتے، نمازِ فجر، نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین کے بعد مصافحہ کو اس بنیاد پر منع فرماتے تھے کہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔

لباس و پوشاک میں سنت کی پیروی کرتے تھے، مثلاً روئی والا چوغہ یا قبا جو آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے کبھی نہ پہنتے تھے۔(۱)

مونچھیں رکھنا یا لانبی آستین اور دامن کا کرتہ پہننا جو بعض مشائخ صوفیہ کے ہاں رائج ہے سخت ناپسند تھا اور اس سے منع فرماتے تھے۔

بدعت سے نفرت

بدعت سے اس قدر نفرت تھی کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص بدعت میں مبتلا ہے اس کا منھ دیکھنا اور سلام کا جواب دینا بھی گوارا نہ تھا، ملاقات کرنا یا ہدیہ قبول کرنا تو بہت آگے کی بات ہے، اسی طرح اگر کسی گھر میں میت ہوتی یا شادی اور اس طرح کے موقعوں پر رسوم کا علم ہوتا تو وہاں کسی کی دعوت قبول نہ کرتے اور صاف معذرت کر دیتے اور اس میں کسی کی وجاہت یا امارت و ریاست کا مطلق خیال نہ فرماتے۔

''نتائج الحرمین'' میں ہے کہ ایک روز دلیل خاں جو عہدِ شاہجہانی کے امراء

(۱) اونی رضائی یا چادر کا استعمال کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کبار میں سے تھے' ملاقات کیلئے آئے، ان کو آپ نے امر بالمعروف اور تمام خلافِ شرع کاموں سے توبہ کرائی، توبہ کے بعد جو نذر وہ لائے تھے' قبول فرمائی، وہ رخصت ہوکر تقریباً ایک کوس گئے ہوں گے کہ ان کے لشکر سے نقارہ کی آواز آئی اسی وقت نذر واپس بھیج دی۔(۱)

ان کا عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے نفرت) پر تھا۔ اگر معلوم ہوتا کہ کسی سے کوئی فعل خلافِ شریعت صادر ہوا ہے تو اظہارِ بیزاری فرمادیتے اور جب تک وہ شخص توبہ نہ کرلیتا اس سے کوئی تعلق نہ رکھتے، ''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ ابتدا میں اگر کوئی توبہ کرلیتا تو اسی وقت اس کی نذر قبول کرلیتے، لیکن بعد میں یہ حال ہوگیا تھا کہ اس کو ٹال دیتے تھے اور کہتے تھے پھر کسی دوسرے موقع پر آنا، مطلب یہ ہوتا تھا کہ اگر اس توبہ پر ثابت قدم رہا تو قبول کرلیں گے، ورنہ واپس کردیں گے۔

رسوم و بدعات اور خلافِ شرع کاموں سے قلبی نفرت تھی اور بغیر کسی مداہنت اور تاویل کے اس کو منع فرمادیتے تھے ایسے کاموں سے چشم پوشی گوارا نہ تھی' اور اکثر لوگ جو ان کی خدمت میں آتے تائب ہوکر واپس جاتے اور ان کی اصلاح ہوجاتی، اکثر ان کے کہنے کا ایسا اثر ہوتا کہ اسی محفل میں لوگ اپنی مونچھیں کتروادیتے اور لانبی آستین اور دامن چھوٹا کرادیتے۔

شیخ عبدالحکیم نے سید شاہ علم اللہؒ کے ملفوظات میں ایک واقعہ لکھا ہے' جس سے ان کے طرزِ عمل کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے سمجھانے کا اسلوب اور طریقۂ دعوت کیا تھا:

''عید الاضحیٰ کے روز سورج نکلے آپ مسجد سے نکل کر مکان پر

---

(۱) سیرت سید احمد شہید بحوالہ نتائج الحرمین

www.abulhasanalinadwi.org

تشریف لائے، دروازے پر پہنچے تھے کہ دو سپاہی حضرت کی ملاقات کو تشریف لائے، آپ دروازے سے واپس ہوئے اور ان کی خاطر سے اپنی نشست گاہ میں آکر بیٹھ گئے، آپ نے ان سے فرمایا کہ تم شادی وغمی میں اپنے عزیز واہلِ برادری کے ساتھ کیا عمل کرتے ہو، سنت کے موافق یا بدعت کے؟ ان میں سے ایک نے جو حضرت سے پہلے تعلق رکھتا تھا جواب دیا: ہمارا عمل حضرت کی مرضی اور ارشاد کے موافق ہے اور ہم شادی وغمی میں کسی بدعت کی محفل میں شریک نہیں ہوتے، فرمایا: جزاک اللہ، اس کے ہمراہی نے کہا کہ ہمیں جب اللہ توفیق دے گا تو ہم بھی بدعت کے ان کاموں سے باز آجائیں گے، ہمارا اس میں کچھ اختیار نہیں، حضرت نے فرمایا: اس طرح مت کہو، ہر عاقل وبالغ کو اللہ نے اختیار دیا ہے، اور یہ کہنا کہ اللہ توفیق دے، کل قیامت میں یہ دلیل کچھ کام نہ آئے گی، اگر یہ دلیل کارآمد ہو تو ہر شخص کی گلو خلاصی ہوجائے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ان کا گیہوں کھانا ایک تقدیری امر تھا، لیکن انھوں نے بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کیا اور کہا: ربنا ظلمنا أنفسنا، یعنی اے ہمارے رب! ہم نے بڑا نقصان کیا، اور یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! گیہوں نہ کھانے کی توفیق تو نے کیوں نہیں دی، کسی آدمی کا کسی پر قرض ہوتا ہے اور وہ آدمی اس سے مطالبہ کرتا ہے تو قرضدار یہ نہیں کہتا کا اگر خدا توفیق دے گا تو تیرا قرض ادا کردوں گا، بلکہ چارو ناچار کہیں نہ کہیں سے انتظام کرنا پڑتا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

یا نہ ہونے پر بالکل عذر کرتا ہے یا اس سے معاف کروالیتا ہے، یا کسی دوسرے وقت پر رکھتا ہے، اسی طرح اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ اسلام کے مفہوم پر عمل کریں، اسلام کیا ہے؟ اللہ کے احکام کے آگے سر جُھکا دینا چاہئے اور ان تمام چیزوں سے جن سے اللہ نے روکا ہے مجتنب رہنا چاہیے، کیوں کہ بندہ جب نیک کام اختیار کرتا ہے تو حق تعالی اس کو خیر کی زیادہ توفیق دیتا ہے، جب بندے کا اخلاص اللہ سچا دیکھتا ہے تو اس کی طرف سے فضل وکرم کا وہی معاملہ ہوتا ہے البتہ بندہ کو استقامت سے کام لینا چاہئے۔"(۱)

سماع، غنا، مزامیر، زرد وزرنگین پوشاک اور اسی طرح کی تمام چیزوں میں سید شاہ علم اللہ نے ہمیشہ اور ہر موقع پر اظہارِ حق سے کام لیا اور مداہنت، رعایت اور چشم پوشی گوارا نہ کی، بعض نامور علماء ومشائخ اور علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز ترین افراد سے ان کے مکالمے منقول ہیں، جن میں سید شاہ علم اللہؒ نے سنت کی حمایت اور بدعت و نامشروع کی مذمت میں پوری صفائی سے کام لیا، ان حضرات نے بھی کھلے دل سے کوتاہی کا اعتراف اور حق کو تسلیم اور مسلک و ذوق کے اختلاف کے باوجود سید شاہ علم اللہ کی عظمت وجلالتِ شان اور ان کے اوصاف وخصوصیات کا برملا اعتراف کیا۔

شاہ پیر محمد لکھنوی سے اہم مکالمہ

اس سلسلے میں سب سے اہم اور مشہور مکالمہ وہ ہے جو ان کے اور شاہ پیر محمد لکھنوی(۲) (جو ایک نامور عالم اور شیخ اور اودھ کے اکثر علماء کے استاذ ہیں) کے

---

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

(۲) شاہ صاحب کا تذکرہ نزہۃ الخواطر ج ۵ میں ملاحظہ ہو

www.abulhasanalinadwi.org

درمیان ہوا، اس مکالمہ میں سید شاہ علم اللہؒ کا طرزِ فکر اور ان کے خیالات ومعتقدات بہت وضاحت کے ساتھ سامنے آئے ہیں اور اس میں ان کی شخصیت پوری طرح جلوہ گر ہے۔

ذیل میں اس مکالمہ کا اقتباس بلاکم وکاست پیش کیا جارہا ہے:

''ایک مرتبہ شاہ پیر محمد صاحب لکھنوی رائے بریلی آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور دونوں جلیل القدر معاصرین کی ملاقات ہوئی۔ شاہ پیر محمد صاحبؒ کے جسم پر اس وقت ایک رنگین گلابی لباس اور گردن میں مالا پڑی ہوئی تھی، شاہ علم اللہؒ نے فرمایا کہ جناب رئیس العلماء کتاب وسنت سے سب سے زیادہ واقف ہیں، یہ فرمائیں کہ اس مالا وزنار کے درمیان بافت اور تافت کے سوا کیا فرق ہے؟ شاہ صاحب نہایت منصف مزاج بزرگ تھے، بے تامل گردن سے مالا اتار دی، شاہ صاحب نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ رنگین گلابی کپڑے بھی خلافِ سنت ہیں اور ہندوستان کے جوگیوں کی پوشاک ہے، آپ جیسے خواص کے شایانِ شان نہیں، شاہ پیر محمد صاحب نے فرمایا کہ یہ رنگ مَیل قبول نہیں کرتا اور ذرا دیر میں دھونے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے حالتِ سفر میں مباح ہے، شاہ علم اللہؒ صاحب نے فرمایا یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں، جناب کا یہ کرتا اور چادر اور عمامہ جس قیمت کا ہے اس میں اس بات کی کیا رخصت ہوسکتی ہے؟ پھر جناب کے خدّام کو یہ زحمت برداشت کرنی چاہیے، شاہ پیر محمد صاحب نے اس کا اعتراف فرمایا، اور شاہ صاحب کی بات قبول

www.abulhasanalinadwi.org

کی، جب رخصت ہو کر وہاں سے تشریف لے گئے تو خادموں اور شاگردوں نے عرض کیا کہ جناب نے شاہ علم اللہؒ کے اعتراض کو اس قدر جلد قبول کر لیا، ہم خدام بڑے محجوب ہوئے، حضرت ملک العلماء و یکتائے زمانہ ہیں، بہت سی توجیہات فرما سکتے تھے، شاہ پیر محمد صاحب کہ علماء راسخین و اولیائے کاملین میں سے تھے اور نفسانیت، انانیت کا کانٹا دل سے نکل چکا تھا، رفقاء سے فرمایا کہ سید صاحب کا ارشاد بالکل حق اور سنت کے موافق تھا، اس بات میں سینہ زوری کرنے سے حق بات کا انکار اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کا خطرہ تھا۔'' (۱)

ملاجیون سے ایک تاریخی گفتگو

مولانا شیخ احمد' صاحبِ ''تفسیرات احمدیہ و نور الانوار'' سے بھی (جن کو عام طور پر ملاجیون کے نام سے عربی کا ہر طالب علم جانتا ہے) ایک ملاقات کے دوران سید شاہ علم اللہؒ سے سماع و غنا کے مسئلہ پر اہم علمی گفتگو ہوئی اور ملا صاحبؒ نے ان کی سب باتیں تسلیم کیں اور خاموشی اختیار کی، اصل واقعہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

''ایک مرتبہ سید شاہ علم اللہؒ کا قصبہ امیٹھی سے گزر ہوا چونکہ قصبہ علماء کا ایک بڑا مرکز رہا ہے اس لئے اس خیال سے کہ چونکہ ان کا عمل زیادہ تر عزیمت پر ہے اور عام طور لوگ معاملات اور بیع و شرا میں مکروہات و محرمات تک سے اجتناب نہیں کرتے اور ایسے بہت کم ہیں جو مباح پر عامل ہوں، مزید یہ کہ اس پر اصرار بھی کرتے ہیں، انھوں نے اپنے رفقاء کو سختی سے تاکید کر دی کہ وہ

---

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ

www.abulhasanalinadwi.org

کسی کو ان کی آمد کی اطلاع نہ کریں، اس کے بعد ایک علیحدہ مقام پر فروکش ہوئے، ایک صاحب جو اس ہدایت کے وقت حاضر نہ تھے اور اس مصلحت سے ناواقف تھے، ان سے یہ راز افشا ہوگیا، چند طالب علم جو سوادِ قصبہ میں سیر وتفریح کرتے ہوئے جارہے تھے یہ صاحب ان کے پیچھے تھے۔ ایک طالب علم نے ان سے پوچھا کہ اس جماعت کا امیر اور رہنما کون ہے؟ انھوں نے سید شاہ علم اللہؒ کا پتہ بتادیا، طلبہ (جو کہ اس موقع کے منتظر ہی رہتے ہیں کہ کوئی بحث ومناظرہ کا موقع آئے) فوراً شیخ احمد (ملاّ جیون) کے پاس گئے، اور ان کو اطلاع کی کہ سید شاہ علم اللہؒ اس وقت قصبہ میں تشریف فرما ہیں، شیخ احمد صاحب چند شاگردوں کے ساتھ تشریف لائے اور سلام کیا، سید شاہ علم اللہؒ نے سلام کا جواب دے کر نام پوچھا، انھوں نے کہا جیون، سید شاہ علم اللہؒ نے سوچا کہ جس کا اندیشہ تھا وہی ہوا اور دعا کی کہ اللہ تعالی مجھے اس موقع پر ناحق کوشی اور سخن پرستی سے محفوظ رکھے۔

اس نشست پر کچھ ہی دیر گزری تھی کہ شیخ احمد صاحب نے یہ سوال کیا کہ سماع کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ سید شاہ علم اللہؒ فرمایا کہ مشائخ حنفیہ اس کی حُرمت کے قائل ہیں اور میرا بھی اسی پر عمل ہے، شیخ احمد صاحب نے "جاریتان تغنیان" کی حدیث پیش کی، سید شاہ علم اللہؒ نے فرمایا کہ "تغنیان" کے عربی میں متعدد معنی ہوسکتے ہیں، اور حلال وحرام کے مسئلہ میں دلیلِ قطعی کی ضرورت ہوتی ہے، اور جس لفظ میں دوسرے احتمالات

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں اس کو اس مسئلہ میں بنیاد نہیں بنایا جا سکتا ہے۔ شیخ احمد صاحب اس پر کچھ سوچنے لگے، سید شاہ علم اللہؒ نے ان سے پوچھا کہ اس مسئلہ میں آپ کا کیا عمل ہے؟ فرمایا کہ میں خود نہیں سنتا، شاہ صاحب نے دوبارہ سوال کیا کہ آپ کے متعلقین بھی اس سے محترز ہیں یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ''دست ما بر آنہا نمی رسد'' (یعنی ہم کو ان پر قابو نہیں ہے) شاہ علم اللہ صاحبؒ نے ان کو حدیث "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ" پڑھ کر سنائی اور اسی وقت واپس تشریف لے آئے۔ (۱)

شیخ احمد صاحب اپنے تبحرِ علمی اور جلالتِ شان کے باوجود خاموش رہے، اس کے بعد ان کا یہ حال ہو گیا جب کوئی ان کی تعریف کرتا تو فرماتے کہ یہ تعریف تو سید محمد علم اللہؒ کا حق ہے، جو مجھ جیسے عالم سے (جن کی تم اس وقت تعریف کر رہے ہو) محض ایک شرعی مسئلہ کے لئے منھ پھیر کر چلے گئے۔ (۲)

ملا باسو سے ایک گفتگو

ایک مرتبہ شاہ علم اللہؒ جائس کی ایک گلی سے گزر رہے تھے، دوسری طرف سے غلام مصطفےٰ اشرفی عرف ملا باسو آ رہے تھے، ملا باسو نے شاہ صاحب کو دیکھ کر سلام میں ابتدا کی، ملا باسو زرد پوشاک میں ملبوس تھے، شاہ صاحب نے رنگ دیکھ کر حسبِ معمول ان کے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا کہ جناب بدعت کے مرتکب ہیں اور حرام لباس پہنے ہوئے ہیں، ایسے علی الاعلان بدعت کا مظاہرہ کرنے والوں کے سلام کا جواب کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ دوسرے موقع پر جب سید شاہ علم اللہؒ تکیہ پر تشریف رکھتے تھے ملا باسو نے لباس معصفر (رنگین و گیروا لباس) کی اباحت پر بہت سے دلائل جمع کر کے ایک

---

(۱) و (۲) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

خادم کے ہاتھ شاہ صاحب کو ارسال کئے، اس موقع پر ایک مغلوب الغضب شخص موجود تھا اس نے جذبات کی رو میں آکر اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا، شاہ علم اللہؒ نے اگرچہ اس شخص کو ہر چند ملامت کی، لیکن حاملِ رقعہ نے واپس جا کر اس واقعہ کی اطلاع ملا باسو کو کردی۔ ملا باسو نے موقع کو غنیمت جان کر فوراً ایک استفتا مرتب کیا کہ فلاں شخص نے شرع کی بے حرمتی کی ہے اور ملا خواجگی جائس کے پاس لے گئے، ملا خواجگی نے اس استفتا کو چاک کردیا، اور یہ کہا کہ ملا شیروں کے ساتھ روباہ بازی نہ کرو، اور ایک ناحق بات اور نامشروع لباس کے پیچھے اپنے کو علماء زمانہ کی ملامت کا ہدف نہ بناؤ، حق تو یہ ہے کہ مکڑی کے جال کا لباس کبھی راس نہیں آسکتا اور حرام و ناجائز چیز خواہ تقریر و تحریر کے کتنے ہی خوشنما غلاف میں پیش کی جائے اربابِ دانش کی نظر میں قبیح و بدنما ہی رہے گی۔(۱)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام واقعات میں سید شاہ علم اللہؒ کے ساتھ اللہ تعالی کی خاص ''نظرِ عنایت'' تھی اور اس کی مرضی و مشیت یہی تھی کہ احیاء سنت کے اس عظیم اور مبارک کام میں جو ان سے پہلے شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانیؒ کے سوا کسی اور جگہ قوت کے ساتھ انجام نہیں دیا گیا ان کا بہت نمایاں اور خاص حصہ ہو اور وہ اس کا رمز اور نشان بن جائیں۔ اور واقعہ یہی ہے کہ اس معاملہ میں ان کی انفرادیت اور امتیاز کی شہرت علماء و مشائخ سے لے کر امراء و سلاطین سب جگہ پہنچ گئی تھی اور سب اس کو صاف طور پر محسوس کر رہے تھے کہ ان کی شخصیت کو دوسروں پر قیاس کرنا یا عمومی پیمانوں سے ناپنا اور ان سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ کسی وجاہت، امارت، سلطنت، علم و ہنر اور فضل و کمال یا احوال و مقامات اور خوارق و کرامات کے سامنے اپنے موقف سے ہٹ جائیں گے یا ان ہی کی تعبیر میں ''ناحق کوشی اور سخن پروی'' کا سہارا لیں گے، بالکل

---

(۱) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

درست نہیں اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے اور اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

خلوت وریاضت کے بارے میں شاہ صاحب کا مسلک

سید شاہ علم اللہؒ کا یہ معاملہ صرف مبتدعین کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ اگر کسی بڑے صاحبِ حال اور صاحبِ قال کے متعلق ان کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ سنن ومستحبات کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے اور اپنے وظائف ومعمولات کی طرف ان کو زیادہ توجہ ہے تو وہ ان سے میل جول رکھنا بھی پسند نہ کرتے (اور بعض اوقات ملنے اور سلام کرنے کے بھی روادار نہ ہوتے) وہ ایسے اوراد ومعمولات، اذکار واشغال اور مراقبہ وخلوت کے قائل نہ تھے جو سنتِ نبوی سے متصادم ہوں، یا اس سے اتباعِ سنت میں کمی آتی ہو یا اس میں سنت کا حصہ بہت کم اور تصوف کے دوسرے طریقوں کی آمیزش بہت زیادہ ہو، وہ جماعت کے ساتھ ایک وقت کی نماز اور کسی ایک سنت پر عمل کو ہزار ریاضت اور چلہ کشی اور کشف وکرامت سے افضل اور ضروری قرار دیتے تھے اور ان ہی احوال و مقامات کو معتبر اور بابرکت سمجھتے تھے جو احکامِ شریعت کے تابع اور انوارِ سنت سے معمور ہوں۔

ہم ایک واقعہ یہاں پیش کرتے ہیں جن سے ان کے طرزِ عمل اور ذہن و مزاج کا آسانی کے ساتھ اندازہ ہوجائے گا:

''ایک مرتبہ سید شاہ علم اللہؒ حیدرآباد کے کسی شہر میں تشریف لائے، جمعہ کا روز تھا، نماز کے لئے اپنی قیام گاہ سے جامع مسجد میں آئے وہاں ایک حجرہ میں ایک بزرگ چلہ کش تھے، ان کے مریدین وخدام نے جب اس قافلہ کو دیکھا تو شاہ صاحب کے ہمراہیوں سے ان بزرگ کی بہت تعریف کی، ان لوگوں نے شاہ علم اللہؒ سے ذکر کیا کہ یہاں اس پایہ کے ایک بزرگ تشریف فرما ہیں، ان سے ملاقات کرنی

www.abulhasanalinadwi.org

چاہیے، شاہ علم اللہؒ تیار ہو گئے اور فرمایا نماز کے بعد مسجد ہی میں ملاقات کرلیں گے، جب نماز سے فارغ ہوئے اور وہ بزرگ نماز کے لئے مسجد میں نہیں آئے تو سید شاہ علم اللہؒ نے ان سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہونے لگے، ان کے خدام و معتقدین سامنے آ گئے اور کہنے لگے کہ ان سے ملاقات کرلیں، سید شاہ علم اللہؒ نے جواب دیا کہ وہ نماز کے لئے نہیں آئے اور فرضِ قطعی کو بلا عذرِ شرعی ترک کر کے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں ایسے آدمی کا منھ دیکھنا نا مناسب اور ملاقات کرنا غلطی ہوگی۔'' (۱)

کمالِ ورع واحتیاط

سید شاہ علم اللہؒ کے زہد وتقوی اور کمالِ ورع واحتیاط کے واقعات اعلی درجہ کی عزیمت کے آئینہ دار ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ میں بھی عزیمت، اعتدال وتوازن اور اتباعِ سنت کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا، ہدایا کے قبول کرنے میں ان کی شرطیں پہلے گذر چکی ہیں، اس بات کا ذکر کرنا رہ گیا کہ مقروض یا اس آدمی کا جو غریب ہو، اور اہل وعیال رکھتا ہو ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قرض کی ادائیگی اور ذوی الارحام کے حقوق واجب ہیں اور ہدیہ پیش کرنا نفل ہے، جب حقوق پورے ہو جائیں تو نفل کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ (۲)

شاہ صاحب کے ایک معتقد پیر خاں لوہانی پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آم کی فصل میں کچھ آم لے کر حاضرِ خدمت ہوا، سید شاہ علم اللہؒ نے فرمایا کہ یہ چیز تمھارے اور تمھارے بھائیوں کے درمیان مشترک ہے، بغیر تقسیم کے تم اس کو لائے ہو، اس لئے قبول کرنے سے معذور ہوں، انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے باہم مشورہ اور رضامندی سے باری مقرر کرلی ہے، آج میری باری ہے اور یہ سب آم

---

(۱) و (۲) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

میرے ہیں آپ تردد نہ فرمائیں، ان کی عمر بہت کم تھی، شاہ علم اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یتیم کو تصرف کا پورا حق نہیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں بالغ ہو چکا ہوں، چار و ناچار شاہ علم اللہؒ کی خدمت میں آم رکھ کر چلے گئے، تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا پہنچا اور کہا کہ حضرت بلا رہے ہیں۔ میں واپس آیا تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا خلافِ واقعہ تھا، جب میں نے اس راہ پر چلنے کا قصد کیا اور ''جادۂ فقر'' کو پسند کیا تو اللہ تعالی سے دعا کی کہ وہ مجھے حرام و مشتبہ چیزوں سے محفوظ رکھے، تمہارا یہ عطیہ اسی قسم میں داخل ہے، تم یتیم غیر مراہق ہو، اپنے آم واپس لے جاؤ۔(۱)

شاہ عبدالحمید ابدال کو نصیحت

سید شاہ علم اللہؒ نے ایک مرتبہ شاہ عبدالحمید ابدال کو (جو اس زمانہ کے مشہور مجذوب بزرگ تھے اور غلبۂ حال کی وجہ سے ان کو ستر پوشی کا ہوش نہ تھا) ایک بغیر سلا ہوا کپڑا بھیجا اور یہ پیغام کہلوایا کہ ستر عورت صاحبِ شریعت ﷺ کا حکم ہے امتثال امر کریں اور یہ کپڑا سلوا کر جامہ پہن لیں، روایت ہے شیخ عبدالحمید ابدال نے قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی درزی کو بلوالیا اور اس کو سلوائی کی اجرت بھی دے دی، جب قاصد پہنچا تو شاہ عبدالحمید ابدال نے فرمایا کہ جس وقت تم یہ کپڑا لے کر روانہ ہوئے اسی وقت مجھے کشف ہو گیا تھا، چنانچہ میں نے درزی کو بلوالیا ہے اور اس کو اجرت بھی حوالہ کر دی ہے، اس کے بعد وہ کپڑا درزی کے حوالہ کیا، اور اسی وقت سلوا کر پہنا اور فرمایا کہ سید کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اطاعتِ امر اور اس فقیر کے ساتھ جو خصوصیت فرمائی گئی اس سے سعادت حاصل کی۔(۲)

شاہ عبدالشکور کو نماز کی تبلیغ

شاہ عبدالشکور صاحب مجذوبؒ جن کا ذکر کتاب میں متعدد جگہ گزرا ہے

---

(۱) و (۲) سیرتِ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

مغلوب الحال مجذوبوں کی طرح احکامِ شرعیہ کے پابند نہ تھے، سید شاہ علم اللہؒ نے ایک خادم کو ان کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ نماز آپ پر فرض ہے، نہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اگر شاہ صاحب یہ جواب دیں کہ میں نماز پڑھتا ہوں تو یہ کہنا کہ نماز کے وقت اولیائے کرام کے ہر وجود پر خواہ وہ گھاس اور پتیوں کی طرح کثیر التعداد ہوں نماز واجب ہے، کسی ایک دو کے ادا کرنے سے دوسرے سے ساقط نہ ہوگی، خادم نے جا کر یہ ساری بات کہہ دی، شاہ عبدالشکور نے کہا کہ شاہ صاحب جانتے ہیں کہ میں نماز پڑھ لیتا ہوں، خادم نے شاہ صاحب کی یہ بات دُہرائی کہ اللہ تعالی نے اپنے اولیاء کو اس کی قوت بخشی ہے کہ ان کے ایک وجود میں اشخاص متعددہ کا وجود ظاہر ہو، لیکن اس کے باوجود بھی ان میں سے ہر وجود پر علیحدہ نماز فرض ہوگی، اور کسی ایک کے ادا کر لینے سے دوسرے کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی، ''بحرِ زخار'' میں اتنا اضافہ ہے کہ اگر اللہ تعالی کسی ولی کو ستر ہزار قالب عطا فرمائے تو ایک نماز سے فرض ادا نہ ہوگا بلکہ ہر وجود اور ہر قالب پر نماز اسی طرح فرضِ عین اور علیحدہ علیحدہ واجب ہوگی۔ شاہ عبد الشکور پر یہ بات سن کر عجب حال اور وجد طاری ہوا، نین شبانہ روز گلی گلی، کوچہ کوچہ ایک سرخوشی وسرمستی کی کیفیت میں گھومتے رہے اور بار بار یہ کہتے (وے نہ کہیں تو کہے کون، وے نہ کہیں تو کہے کون) یعنی ایسی بات وہ نہ کہیں گے تو اور کون کہے گا۔(۱)

سنت کے مطابق نکاح کی پہلی مثال

سید شاہ علم اللہؒ نے خاندانی معاملات وتعلقات اور نکاح، ولیمہ، عقیقہ وغیرہ میں بھی رسم ورواج اور دستور کے برعکس احیاء سنت پر عمل کیا اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کی اور باوجود اس کے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے علمی و دینی گھرانوں میں بھی یہ رسوم وخاندانی روایات گھر کر چکی تھیں اور بڑے بڑے اہلِ علم واہلِ زہد بھی اس کو گوارا

(۱) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

کررہے تھے، یا فتنہ وانتشار کے خوف اور کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے چشم پوشی سے کام لے رہے تھے، انھوں نے اس اہم شعبہ میں بھی عزیمت اور اتباعِ سنت کی وہی شان برقرار رکھی جو ان کا سب سے بڑا وصف اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا پیغام ہے، اپنے تمام فرزندوں کا نکاح انھوں نے پانچ سو درہم شرعی پر کیا، اپنی صاحبزادیوں کا مہر چار سو درہم شرعی رکھا جو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مہر ہے، یہاں تک کہ اپنی صاحبزادیوں کے جہیز میں انھوں نے کوشش کر کے اور اہتمام کے ساتھ وہی سامان دیا جو سیدہ فاطمہؓ کے جہیز میں دیا گیا تھا، انھوں اپنی صاحبزادی کی شادی جس سادگی اور اتباعِ سنت کے ساتھ کی وہ کم از کم اس خاندان میں اس کی پہلی مثال ہے۔

''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ ان کی لڑکی ان کے بھتیجے سید عبدالرحیم فرزند مولانا سید ہدایت اللہ سے منسوب تھیں، سید شاہ علم اللہؒ اچانک نصیر آباد پہنچے، بھائیوں سے ملاقات کی، سید عبدالرحیم بھی وہاں پر موجود تھے، اس زمانہ میں دستور تھا کہ لڑکا شادی سے پہلے اپنے خسر کے سامنے نہیں آتا تھا، سید عبدالرحیم جانے کے لئے اٹھنے لگے، شاہ صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ میاں عبدالرحیم وضو کر کے آجاؤ، اس وقت تمھارا عقد ہے، مولانا سید ہدایت اللہ نے یہ عذر کیا کہ اس قدر اچانک عقد مناسب نہیں کچھ مہلت ہونی چاہئے، کچھ دیر گفتگو کے بعد وہ بھی آمادہ ہو گئے اور اسی مجلس میں ان کا عقد ہو گیا(۱) جہیز بھی سنت کے مطابق تھا، سیدہ بی بی حنیفہ کی شادی میں سنت کے مطابق پیدل چل کر ان کو ان کی سسرال تک پہنچایا، جہیز میں ان کو چکی بھی دی تا کہ اتباعِ سنت میں کوئی کمی نہ رہ جائے (یہ چکی بہت عرصہ تک بی بی حنیفہ کے فرزندوں کے پاس محفوظ رہی۔)

''مہرِ جہاں تاب'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ دیوان سید خواجہ احمدؒ (جو خود ایک نقشبندی شیخ اور متبعِ سنت بزرگ تھے) کی روایت ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ کی خواہش

---

(۱) تذکرۃ الابرار۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور کوشش تھی کہ جہیز میں جو سامان دیا جائے اس میں سنت سے سرِ مو تجاوز نہ ہو، چنانچہ چکی کا پاٹ بھی تحقیق کر کے اسی طرح کا دیا جیسا رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے جہیز میں دیا تھا۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق

اس اتباعِ سنت اور عشقِ رسول کی برکت سے جو احوال و واقعات اور اذواق و کیفیات، خوارق و کرامات اور بشارات وغیرہ پیش آتی رہتی تھیں ان سے اس روحانی و قلبی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے تھا، ایسے واقعات اور بشارتوں کی تعداد بہت ہے، لیکن سید شاہ علم اللہؒ کے اصل کمالات و اوصاف جن کا ذکر اوپر گزرا اس سے مستغنی اور بے نیاز ہیں، اور ان کو اس تصدیق یا اس اضافہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

روئے دل آرام را حاجتِ مشاطہ نیست

تاہم اس ضمن کے صرف دو واقعے یہاں درج کئے جاتے ہیں جن سے ان کی اس حیثیت رسول اللہ ﷺ سے نسبتِ خاص، اور علو مرتبت کا اندازہ ہوگا:

''شیخ عبدالرحمٰن جو شاہ صاحب کے اجلۂ رجال میں تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ شاہ صاحب اپنے گھر سے کلہاڑی اور رسی لے کر باہر نکلے، مجھ کو بیدار کیا اور دو تین آدمیوں کے ہمراہ جنگل کی طرف چلے، سب نے مل کر لکڑیاں کاٹیں اور گٹھر بنا کر اپنے سروں پر لادا، شاہ

---

(۱) ظاہر ہے کہ یہ کوئی فرض واجب چیز نہیں لیکن مطابقِ سنت ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ سب محبت کی کارفرمائی اور کرشمہ سازی ہے، یہ نہ ہو تو نماز کے لئے سویرے اٹھنا مشکل اور یہ ہو تو پوری پوری رات عبادت میں گزار دینا، ایک معمولی سنت کی پیروی میں ہر قسم کی ملامت سننا آسان و خوش گوار ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب نے بھی ایک گٹھر اپنے سر پر رکھا اور خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے، شاہ صاحب نے سر سے گٹھر اتار کر وہاں رکھا، وضو فرمایا اور مسجد میں بیٹھ گئے، اسی وقت ایک عزیز جو شاہ صاحب سے قرآن مجید کی صحت کرتے تھے قرآن شریف لے آئے اور پڑھنے کا ارادہ کیا، اچانک میری نظر اٹھی میں نے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، قاری کو دیکھ کر آپ نے مجھ نحیف سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن اس آدمی سے کہو کہ میرے فرزند محمد علم اللہ اس بوجھ اور آمد و رفت کی وجہ سے تھک گئے ہیں، تھکن دور ہونے کے بعد دوسرے وقت ان سے پڑھ لیں، میں نے اس پر عمل کیا اور ان کو منع کر دیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو ہو بہو یہی واقعہ پیش آیا، اسی طرح شاہ صاحب گھر سے نکلے اور سر پر بوجھ لاد کر مسجد تشریف لائے اور وہ سب کچھ ہوا جو خواب میں دیکھ چکا تھا، جب قاری کو قراءت سے باز رکھنا چاہا تو انھوں نے سختی سے جواب دیا کہ تم مجھے عبادت سے روکتے ہو، میں نے کہا کہ ہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روکتا ہوں، شاہ صاحب نے مسکرا کر قاری سے فرمایا کہ اس وقت موقوف رکھیں، دوسرے وقت پڑھ لیں، میاں عبد الرحمٰن صحیح کہتے ہیں۔''(۱)

اکبرآباد کے دورانِ قیام میں سید شاہ علم اللہؒ، سید عبداللہ محدث اکبرآبادی(۲)

---

(۱) سیرتِ علمیہ

(۲) یہ عبداللہ محدث اکبرآبادی حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلفاء میں ہیں، غالباً ابتدا میں اس واقعہ سے متاثر ہو کر شاہ صاحب سے بیعت ہوئے اس کے بعد سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے خلافت عامہ و تسکین اتم حاصل کی، واللہ اعلم۔ (تذکرۃ الابرار)

www.abulhasanalinadwi.org

کے مہمان اوران کے مکان میں فروکش تھے، اسی اثناء میں طبیعت خراب ہوئی اور مرض اتنا بڑھا کہ ارادہ کے خلاف چند روز وہاں قیام کرنا پڑا۔ ایک رات بیماری نے اتنی شدت اختیار کی کہ بالکل مایوسی ہوگئی، سید عبداللہ محدث یہ محسوس کر کے کہ آخری وقت معلوم ہوتا ہے، اور مکمل تنہائی ہے نہ جانے کیا صورت ہو، اپنے چند دوستوں کے ساتھ گھر سے نکلے اور شاہ صاحب کے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہوگئے، اچانک کمرہ ایک غیر معمولی نور سے جگمگا اٹھا اور تجلی ظاہر ہوئی، فرطِ ہیبت اور جلال کی وجہ سے قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہ ہوئی اور وہیں کھڑے رہ گئے، اسی وقت ان کے کان میں یہ آواز آئی جیسے کوئی کہہ رہا ہے: ''السلام علیک یا ولدی'' سید موصوف نے جو خود ایک شیخ اور عالم ربانی تھے قرائن سے محسوس کرلیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے ہیں، تھوڑی دیر مجلس کے خاتمہ پر پھر آواز: ''السلام علیک یا ولدی'' اور اس کے جواب میں: ''وعلیک السلام یا رسول اللہ ﷺ'' کی آواز آئی۔

سید عبداللہ محدث، شاہ صاحب کو ورع وعزیمت اور اتباعِ سنت میں یکتائے زمانہ اور بے نظیر سمجھتے تھے، لیکن ان کو باطنی حالات وکمالات کا اتنا اندازہ نہ تھا اور بیعت میں تردد تھا، اس واقعہ سے ان کو غایت عقیدت پیدا ہوگئی اور بیعت سے سرفراز ہوئے۔(۱)

اخفاءِ حال

باطنی کمالات واحوال اور کرامات وخوارق بہ کثرت پیش آتے تھے، لیکن اخفاء حال کا اس قدر اہتمام اور اس میں اس قدر تشدد تھا کہ اس کا بہت کم حصہ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو پاتا تھا بلکہ اگر ان کو یہ علم ہوجاتا تھا کہ فلاں نے ان کے متعلق کوئی ایسی بات کہی ہے تو اس سے سخت ناراض ہوتے اور ایسی تنبیہ کرتے کہ پھر دوبارہ

---

(۱) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہمت نہ ہو سکے۔

ایک مرتبہ اپنے مکان سے تہجد کے وقت نکل کر مسجد میں آئے اور وضو کے لئے دریا (جو مسجد سے ملا ہوا ہے) پر گئے اور جس طرح آدمی خشکی پر چلتا ہے اسی طرح خراماں خراماں پورے دریا کو پار کرلیا، شیخ سمن نے (جو ان کے اصحاب واہلِ خانقاہ میں تھے) مسجد میں کسی جگہ موجود تھے یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے بیان کیا، شاہ صاحب کو علم ہوا تو بے حد ناراض ہوئے اور چھ مہینے کے لئے ان کو خانقاہ سے باہر کر دیا، چھ مہینے گزرنے کے بعد اہلِ تعلق کی سفارش اور اس وعدہ پر کہ آئندہ کسی بات کا اظہار نہ کریں گے اجازت ملی اور حاضرِ خدمت ہوئے۔(۱)

عزیمتِ جہاد اور تنفیذِ شریعت کا جذبہ

شاہ علم اللہ صاحبؒ کا عہد ہندوستان کی اسلامی حکومت کا عہد اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کا دورِ حکومت ہے، اس لئے ان کو ان حالات اور اس ماحول کا سامنا نہیں کرنا پڑا، جس سے ان کے خاندان کے ایک نامور فرد مجاہد کبیر سید احمد شہیدؒ کا سابقہ پڑا لیکن ان کے دل میں کفر وشرک کے مراکز کو نیست ونابود کرنے، اسلام کی سربلندی اور احکامِ شریعت کی تنفیذ کا جذبہ موجزن تھا اور بعض بعض مواقع پر انھوں نے محدود دائرہ میں اس پر عمل بھی کیا، یا اپنے مریدین واہلِ تعلق کو اس پر مامور کیا، اس اجمال کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ورنہ اس کی بعض تفصیلات پیش کی جاتیں، البتہ ''قتل مرتد'' کے سلسلہ میں ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے ان کی غیرتِ ایمانی، عزیمت، احکامِ الٰہی کی تنفیذ کا شوق اور اس سعادت میں شریک ہونے کی خواہش کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کا یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے جو سید احمد شہیدؒ کی زندگی میں بہت نمایاں اور ان کی سیرت کا مرکزی پہلو ہے۔

---

(۱) سیرتِ علمیہ

www.abulhasanalinadwi.org

نصیر آباد کا ایک چودھری اور ذی حیثیت شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا، سید شاہ علم اللہؒ نے اس عزم کا اظہار کیا کہ چونکہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اس لئے اس شخص کو یہ سزا ملنی چاہئے اور اگر قوت و اختیار ہو تو اس پر عمل ہونا چاہئے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے طور پر اس کی تیاری شروع کردی، اپنے صاحبزادے سید آیت اللہ کو اس کو گرفتار کر کے لانے کے لئے بھیجا اور وہ اس کو بڑے معرکے کے بعد کشاں کشاں سید شاہ علم اللہؒ کی خدمت میں لائے، سید شاہ علم اللہؒ نے اس سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اگر مرتد دوبارہ اسلام میں واپس آنا پسند نہ کرے تو اس کی سزا شریعتِ اسلامی میں قتل ہے، اس کی قسمت میں اسلام لانا لکھا تھا اس نے اسلام قبول کرلیا، اس کی برادری کے لوگ جن کی بڑی تعداد تھی سید شاہ علم اللہؒ کے دشمن ہوگئے اور اس کی کوشش کی کہ جب شاہ صاحب تہجد کے وقت مسجد میں آنے کے لئے باہر آئیں اس وقت ان کی آنکھ زخمی کردی جائے لیکن "لہ معقبات من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من أمر اللّٰه" کے مطابق وہ حفاظت اور سلامتی کے ساتھ مسجد میں آئے اور کسی کی نظر ان پر نہ پڑسکی، اور قرآن مجید کی اس آیت کے بموجب "لو نشاء لطمسنا علی أعینهم فاستبقوا الصراط فأنّی یبصرون. و لو نشاء لمسخناهم علی مکانتهم فما استطاعوا مضیا و لا یرجعون." خود ان کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی، وہ سب خائب و خاسر واپس ہوئے اور آئندہ بھی اس کی جرأت نہ کی۔(۱)

شاہ صاحب کے دشمن اور ان کا انجام

اللہ تعالی کے مخلص و مقبول بندوں کی ایذا رسانی اور ان سے عداوت و بغض ان چیزوں میں ہے جن کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک رند مشرب اور

(۱) سیرتِ علمیہ وتذکرۃ الابرار باختصار

www.abulhasanalinadwi.org

بدزبان شخص کو سخت ناکامی و ذلت اٹھانی پڑی تھی، ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے اس پر روشنی پڑتی ہے اور بڑا سبق حاصل ہوتا ہے:

لوہانی پور ایک گاؤں ہے جو دائرہ شاہ علم اللہؒ کے بالکل سامنے جانب مشرق واقع ہے، وہاں افغان زمینداروں کی دو برادریاں آباد تھیں، ایک کانکڑ (اسی کانکڑ قوم سے دولت خاں بھی تھے جنھوں نے شاہ علم اللہؒ کو دس بیگھہ زمین رہنے کے لئے ہبہ کی تھی) دوسرے ترین، ترین برادری کے لوگ شاہ صاحب کے سخت دشمن تھے، یہ لوگ خانقاہ میں آنے والوں اور شاہ صاحب کے مریدین کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتے تھے، بعض وقت رات میں کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے تھے، جب اہلِ خانقاہ کسی ضرورت سے شہر جاتے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا وہ لوٹ لیتے اور ان کو قید کر لیتے، جب لوگ شاہ صاحب سے ان باتوں کا شکوہ کرتے تو شاہ صاحب فرماتے کہ صبر سے کام لو، اس میں تمھارے لئے ثواب ہے، یہ کانٹے جو تمھارے لئے بچھا رہے ہیں دراصل اپنے حق میں بو رہے ہیں، اللہ تعالی کے حکم سے وہاں کی ساری برادری تباہ ہوگئی، سید محمد ہدی، فرزند حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے عہد میں ان میں سے ایک آدمی زندہ تھا وہ بھی سیلابِ فنا کے نذر ہوگیا۔ (۱)

قصبہ نصیر آباد و پرگنہ روکھا کے چودھری و رؤساء اس قصبہ کے اشراف خصوصاً سادات پر بہت مظالم کر رہے تھے اور سب لوگ ان کی چیرہ دستیوں سے عاجز اور پریشان تھے، ایک دفعہ یہ لوگ تکیہ آئے اور طالبِ دعا ہوئے، سید شاہ علم اللہؒ نے فرمایا کہ خدائے قہار منتقم حقیقی ہے، اور وہ عنقریب تمھاری مدد کرے گا۔ اللہ تعالی نے شاہ صاحب کی دعا قبول فرمائی، ان ہی ایام میں راجہ موہن سنگھ نے حملہ کر کے ان تمام چودھریوں کو ذلیل و خوار کر کے نکال دیا اور ان کے آثار و باقیات بھی باقی نہ چھوڑے۔ (۲)

---

(۱) و (۲) تذکرۃ الابرار

www.abulhasanalinadwi.org

تسلیم ورضا

سید شاہ علم اللہؒ کی زندگی میں عزیمت اور استقامت کی جو شان پائی جاتی تھی اس کا ایک بہت بڑا مظاہرہ ان کے محبوب فرزند سید ابوحنیفہ کے انتقال کے وقت ہوا، سید ابوحنیفہ نے ۳۲ رسال کی عمر میں انتقال کیا لیکن گھر سے کوئی آواز بھی ایسی نہیں سنی گئی جس سے اس واقعہ کا علم ہوتا، اہلِ خانقاہ کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، شاہ صاحب نے صبح کی نماز سب کے ساتھ پڑھی، نماز کے بعد خلافِ معمول مصلے سے اٹھ کر دروازے تک آئے اور خدّام خاص میں سے ایک کو بُلا کر فرمایا، رات میاں ابوحنیفہ کا انتقال ہوگیا، تجہیز وتکفین کا انتظام کرنا چاہئے، اسی دن دفن کرنے کے بعد متوجہ ہوکر فرمایا، الحمدللہ میاں ابوحنیفہ اس دنیا سے دولتِ ایمان کے ساتھ گئے۔

ایک ضعیفہ روزانہ چرخہ چلایا کرتی تھیں، گھر تشریف لے گئے، فرمایا آج چرخہ کیوں بند ہے؟ ان بڑی بی نے عرض کیا: حضرت! ایسا لائق وجوان بیٹا دنیا سے اٹھ جائے اس کے غم میں چرخہ بھی بند نہ کریں، فرمایا یہ سب قضا وقدر کی باتیں ہیں، اللہ کے حکم میں کسی کو دم مارنے کا چارہ نہیں، زندگی مستعار ہے، راضی برضا رہنا چاہئے، تم اپنا کام بند مت کرو۔(۱)

استغنا وبے نیازی

سید شاہ علم اللہؒ نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی جاگیر یا روزینہ قبول نہ کیا اور باوجود اس کے کہ اکثر مشائخ واصحابِ خانقاہ اورنگ زیب کی علم دوستی وقدردانی سے حظ وافر حاصل کررہے تھے، اوران کے پرخلوص اور گرانقدر عطیات خانقاہ کے مقیمین نیز مہمانوں اور علاقہ کے حاجتمندوں کے لئے بڑی سہولت وکشائش کا باعث تھے، اور اس سے معاشی ومالی حیثیت سے بڑی مدد ملتی تھی، انھوں نے اس کو اپنے لئے یا اپنے

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان کے لئے حتی کہ اپنے اہلِ تعلق کے لئے بھی کبھی گوارا نہ کیا، اور جس طرح متاعِ دنیا سے دامن جھاڑ کر نصیر آباد سے رائے بریلی آئے تھے اسی شان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

ایک واقعہ سے جس کا ذکر آگے آئے گا یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے اصرار اور خواہش اور ان کی مسلسل معذرت کی وجہ سے اورنگ زیب ان سے مایوس ہو گیا تھا اور اس کو یقین ہو گیا تھا کہ ان سے اس سلسلہ میں کچھ زیادہ کہنا بے کار ہے۔

''نتائج الحرمین'' میں ہے کہ ایک مرتبہ میر عثمان شاہجہاں پوری نے شیخ سلطان ساکن بلیا(۱) اور شاہ علم اللہؒ کی تنگی کے بارہ میں (جو ان کے پیر بھائی تھے) عالم گیر کو رقعہ لکھا، عالم گیر نے شیخ سلطان کی خانقاہ کے لئے فوراً روزینہ مقرر کر دیا، لیکن اسے معلوم تھا کہ شاہ علم اللہؒ روزینہ قبول نہیں کریں گے، اس لئے حکم دے دیا کہ جس مال سے خود ہمارے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اس میں سے سو روپیہ بطورِ نذر شاہ صاحب کے ہاں پہنچا دئے جائیں، شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ نذر وجہِ حلال سے آئی ہے اور نذر کرنے والا وہ سلطان ہے جس سے بڑھ کر صاحبِ تقوی سلطان کم از کم ہندوستان کے تخت پر نہیں بیٹھا بایں ہمہ نذر لوٹا دی۔(۲)

آخری ایام

گزشتہ صفحات میں بار بار اس کا ذکر آچکا ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ بدعت کے معاملہ میں کس قدر ذکی الحس اور باریک بیں تھے، آخری ایام میں اس بات نے اتنی شدت اختیار کی کہ وقت کا بیشتر حصہ بلکہ سارا وقت مسجد اور گھر کے درمیان ہی گزرنے لگا، اور عمومی ملاقاتوں اور مجلسوں سے عملاً کنارہ کشی اختیار کر لی۔ شاہ صاحب کے

(۱) یہ بلیا بہار میں مونگیر کے قریب دریا پار ہے، اب اس کا مشہور نام ''لکھمنیا'' ہے جو بیگو سرائے کے قریب ہے۔ حضرت شیخ سلطان کا مزار مسجد کے قریب موجود ہے، ان کا خاندان اسی قصبہ میں مقیم ہے۔

(۲) سید احمد شہیدؒ مؤلفہ غلام رسول، ص: ۲۴ بحوالہ نتائج الحرمین۔

www.abulhasanalinadwi.org

چھوٹے صاحبزادہ حضرت سید محمد (جو ان کے خلیفہ اور معتمد ومشیر بھی تھے اور شاہ صاحب کو ان سے بہت خاص تعلق تھا) ان ملاقاتوں میں شاہ صاحب کی نیابت کرتے تھے اور واسطہ بنتے تھے، کچھ عرصہ تک یہ معمول رہا کہ اگر کوئی ملنے آتا تو پہلے سید محمدؒ کو بھیج دیتے کہ وہ اس کا اندازہ لگالیں کہ اس کے خیالات کیسے ہیں اور کیوں ملنا چاہتا ہے، سید محمدؒ جیسا بتاتے اس پر عمل کرتے، ان کا ذوق ورجحان سید شاہ علم اللہؒ سے اس قدر مشابہ تھا کہ ان کی رائے اکثر وہی ہوتی جو ان کے والد کی ہوتی۔

شاہ صاحبؒ نے ایک رسالہ ''قوت العمل''(۱) کے نام سے لکھا تھا اور اس میں عقائد، ایمانیات، اصلاحِ اعمال، اتباعِ سنت پر مختصر اور جامع طریقہ پر روشنی ڈالی تھی، اس کے بعد یہ معمول ہوگیا کہ جو ملنے آتا اس کو یہ رسالہ سید محمدؒ کے ہاتھ باہر بھیج دیتے، پڑھا لکھا آدمی ہوتا تو وہ رسالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جاتا، اگر غیر تعلیم یافتہ ہوتا تو سید محمدؒ پڑھ کر اس کو سناتے۔

تقلیلِ غذا

مولانا محمد نعمان صاحبِ ''اعلام الہدیٰ'' اپنے والد ماجد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ آخری ایام میں غذا بالکل کم بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ترک کردی تھی۔

وفات

سید شاہ علم اللہؒ کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی، بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا اور ماموں نے پرورش کی تھی، اس طرح ان کی زندگی کا آغاز ہی سنت سے ہوا، پوری عمر پیروئ سنت اور اشاعتِ سنت میں گزری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کی عجب شان ہے کہ ان کی وفات بھی اس عمر میں ہوئی جس عمر میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تھی۔

---

(۱) اس رسالہ کا ذکر آگے ملے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ سید شاہ علم اللہؒ کی بہت آرزو تھی کہ ان کی عمر حضور ﷺ کی عمر سے متجاوز نہ ہو، اور آخری وقت یہ سعادت بھی ان کو حاصل ہو، چنانچہ ۹ر ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ کو ۶۳ر سال کی عمر میں وفات پاکر حیاتِ جاوِدانی حاصل کی، اور اللہ کا یہ بندہ جس نے زندگی بھر سنت، عزیمت اور مجاہدہ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور کسی سنت، مستحب اور اولی سے منہ نہ موڑا، اپنے ''محبوبِ حقیقی'' سے جاملا ؎

چیست ازاں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

اورنگ زیب کا خواب

اورنگ زیب عالمگیر نے اسی تاریخ کو یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے، اور فرشتے جنازہ مبارک کو آسمان کی طرف لئے جارہے ہیں، بادشاہ کو بہت تردد پیدا ہوا اور اس نے علماء صلحاء سے اس کی تعبیر معلوم کرنی چاہی، انھوں نے کہا کہ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی رات کو سید محمد علم اللہؒ (جو اتباعِ سنت میں رسول اللہ ﷺ کے قدم بہ قدم ہیں) کا انتقال ہوگیا ہے، بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ تاریخ لکھ لی جائے، اس کے بعد ہی وقائع نگار نے اطلاع دی کہ سید شاہ علم اللہ کا اسی شب کو انتقال ہوا۔

اورنگ زیب نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ خواب سنتے ہی یہ تعبیر ان کے ذہن میں کیسے آئی؟

انھوں نے جواب دیا کہ اتباعِ سنت میں کوئی دوسرا آدمی ان کا ہمسر نہیں، شرف فرزندی کے ساتھ اتباعِ سنت وعشقِ رسول ﷺ کی دولت اور سنن ومستحبات کے اس درجہ اہتمام والتزام میں وہ اکثر علماء ومشائخ سے فائق نظر آتے ہیں۔(۱)

(۱) تذکرۃ الابرار ونحرِ زخار وغیرہ، درالمعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

باب پنجم

ارشادات وملفوظات

سید شاہ علم اللہؒ کے اوصاف وکمالات کی کچھ تفصیل گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے۔اس باب میں ان کے چند ارشادات وملفوظات نقل کئے جاتے ہیں، جو اتباعِ سنت، معرفت وولایت، صفائی باطن، صبر کی حقیقت، محبت کے درجات اور اس قسم کے دوسرے مضامین پر مشتمل ہیں، افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی بڑا ذخیرہ ہمارے پاس موجود نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ گردشِ ایام کی نذر ہوگیا اور اب ہماری دسترس سے باہر ہے یا کسی قدیم اور دور افتادہ کتب خانہ کی بوسیدہ الماریوں میں محفوظ اور سورج کی روشنی سے محروم ہے، ہمارے ہاتھ میں جو مختصر مجموعہ ہے وہ مصنف ''نتائج الحرمین'' کا مرتب کردہ ہے اور صرف یہی حوالہ اس کے قابلِ اعتبار اور کامل المعیار ہونے کے لئے کافی ہے۔(۱)

بہرحال اس کا جو کچھ حصہ اس وقت ہمارے پاس ہے اس میں ایک طالبِ صادق اور جویائے حق کے لئے خاصا سامان موجود ہے، اور نگاہِ بصیرت اپنے لئے اس سے بھی کحل الجواہر تیار کرسکتی ہے، دل کی سرد انگیٹھیوں کے سُلگانے کے لئے بعض اوقات ایک آدھ چنگاری اور ایک آدھ پھونک بھی کام کرجاتی ہے بشرطیکہ ان پر پانی نہ پڑ چکا ہو۔

---

(۱) یہ مجموعہ جناب سید احمد شاہ نقوی بن مولانا سید حامد شاہ نقوی قاضی شہر رام پور نے والد ماجد حکیم ڈاکٹر مولانا سید عبدالعلی حسنیؒ کی خدمت میں اپنے کتب خانہ سے نقل کروا کے ۱۹۴۲ء میں ارسال کیا تھا، اس وضاحت ان کے مرسلہ مبیضہ میں موجود ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ارشادات وملفوظات اور حقائق ومعارف ایک ایسے عالمِ باعمل، عارف باللہ اور شیخ وقت کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جس کی پوری زندگی قال سے زیادہ حال تھی اور جس کی میزان اعتدال (سنت وشریعت) صحیح وسقیم، اصل ونقل اور جوہر وعرض میں خوب تمیز کرتی تھی اور جادۂ شریعت وسنت سے سرِ مو انحراف بھی اس کو قبول نہ تھا۔

سنت کا غایت درجہ اہتمام

ان ملفوظات کے مرتب اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے روز آفتاب نکلنے کے بعد حضرت سید شاہ علم اللہؒ اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے، یہ فقیر بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا، جب دروازہ کے قریب پہنچے تو رخصت ہونے کے لئے فرمایا: السلام علیکم، اس فقیر نے سلام کے جواب کے ساتھ از راہِ تواضع اپنا سر بھی خفیف سا خم کر دیا، لیکن یہ بھی برداشت نہ ہوا، فرمایا: کہ سر خم کرنا اچھا نہیں ہے، اور خواص کو اس عمل سے بالکل اجتناب کرنا چاہئے، جس میں عوام الناس بغیر سند ودلیلِ شرعی کے گرفتار ہیں۔

عیدالاضحیٰ کے خطبہ کے بعد حاضرین سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ خطبہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سمجھ میں آئیں؟ پھر ضروری مسائل مختصراً بیان کیے اور مسجد سے اٹھ کر باہر تشریف لائے مسجد کے شمال مشرقی گوشہ میں (۱) جہاں ان کے فرزند سید ابوحنیفہؒ کی قبر تھی وہاں کھڑے ہو کر کچھ دیر فاتحہ میں مشغول رہے اور اس کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت ایک شخص عقیدت مندانہ ملاقات کو حاضر ہوا، اس کی مونچھیں بہت دراز تھیں، آپ نے ایک دوست سے قینچی طلب فرمائی، جب قینچی آ گئی تو اس کی مونچھوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: مونچھیں ترشوانے کا فائدہ معلوم ہے؟ اس نے

---

(۱) ایک مربع چبوترہ پر دو قبریں ہیں۔ ایک مذکورہ بالا بزرگ سید ابوحنیفہؒ کی، دوسری حضرت سید احمد شہیدؒ کے والد ماجد سید محمد عرفان بن سید محمد نورؒ کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

جواب دیا کہ نہیں، شاہ صاحب نے فرمایا: من قصر شاربه أعطاه الله أربعة أنوار: نور فی وجهه و نور فی قلبه و نور فی قبره و نور یوم القیامة، اور مونچھیں بڑھانے کی سزا یہ ہے: من طول شاربه عوقب بثلاثة عقاب: لم یشرب حوضی، و لم ینل شفاعتی، و سلطه الله تعالی منکرا و نکیرا بالغضب.

اس کے بعد فرمایا کہ حوض کوثر میرے نبی اور آپ کی امت کا خاصہ ہے، ایسی دولت کو محض موئے لب کے لئے ہاتھ سے گنوانا عقلمندوں کا کام نہیں، پھر فرمایا کہ بڑی مونچھیں صرف کافروں یا رافضیوں کو پسند ہوسکتی ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون. آدمی کی خلقت عبادت کے لئے ہے نہ کہ بدعت اور ہواپرستی کے لئے۔

حرمِ قلب

فرمایا کہ طالب کو جس طرح زبان سے سوال کرنا ممنوع ہے اس سے کہیں زیادہ دل سے سوال کرنا بھی ممنوع ہے۔ السؤال ذل (سوال ذلت ہے) کا اثر صرف انسانوں تک محدود رہتا ہے اور دل کے سوال سے حضوری قلب میں خلل واقع ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے: ''قلب المؤمن حرم الله، حرام یلج فیه غیر الله.'' یعنی مؤمن کا دل خدا کا حرم ہے، حرام ہے کہ اس میں خدا کے سوا کوئی اور چیز داخل ہو، طالبانِ حق کو چاہئے کہ تمام عمر اسی جد و جہد میں گزاریں کہ دل ماسوی اللہ سے خالی ہو۔ اگر اسی جہاں میں یہ دولت ملت جاتی ہے تو زہے سعادت، اور اگر نہیں ملتی تو اسی طلب میں مردانہ وار جان دے دیں، اس لئے کہ جوان حجابات کے دور کرنے اور واصلِ حق ہونے میں جان دے گا امید ہے کہ مرنے کے بعد یہ حجاب اس سے اٹھالیا جائے گا اور عشق و محبت کی جو ترقی یہاں نہ ہوسکی تھی وہ شوق و طلب کی برکت سے وہاں حاصل ہوجائے گی ؎

www.abulhasanalinadwi.org

در مذہب طریقت سستی نشان کفر است
آرے طریقِ دولت چالاکی است وچستی

عشق اور محبت

ایک مرتبہ مختلف فیوض ومعارف کے درمیان عشق اور محبت پر بھی کلام فرمایا، ارشاد ہوا کہ محبت متعدد ہے اور عشق خاص ہے، چنانچہ رسولِ خدا ﷺ نے محبت کا لفظ اپنے اصحاب وازواج کے لئے بھی استعمال فرمایا ہے، لیکن عشق کے لئے جو خلّۃ سے عبارت ہے صرف اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے، "لو کنت متخذا خلیلا لاتخذتُ أبا بکر خلیلا ولکن اللّٰہ خلیلی." اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ اہل اللہ اگرچہ صورت محبت میں تمام دوستوں اور محبین کو شریک رکھتے ہیں لیکن ان کے دل میں خدا کی محبت وعشق کے سوا کسی اور کی گنجائش نہیں ہوتی، اس کے علاوہ جو محبت حق کیلئے خلق کے ساتھ ہوتی ہے وہ بھی محبت حق ہی میں شامل ہے، زبان گہربار سے یہ شعر بھی ارشاد ہوا ؎

حافظ ہر آں کہ عشق نورزید ووصل خواست
احرام طوف کعبہ دلے بے وضو بہ بست

اس فقیر نے دریافت کیا کہ یہ محبت بندہ کی سعی سے بھی حاصل ہوتی ہے یا محض فضلِ حق سے، ارشاد ہوا کہ کوئی چیز فضل حق کے بغیر ممکن نہیں، دو رکعت نماز ہے تو وہ بھی اللہ کے فضل سے ہے، ہزار رکعت ہے وہ بھی خدا کے فضل سے ہے، ہماری بصارت اور سماعت، ہماری گویائی اور جتنے نیک کام ہم سے صادر ہوتے ہیں وہ سب اللہ کے فضل سے ہوتے ہیں، ہم کیا ہیں اور ہماری ہستی کیا ہے، ہم جو کچھ ہیں اسی سے ہیں اور اسی کے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

صبر کی حقیقت

ایک مجلس میں صبر پر بہت طویل اور عجیب کلام فرمایا، اس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، فقیر نے اکی موقع پر نماز مغرب کے بعد دریافت کیا کہ حدیث "لایؤمن أحدکم حتی یحب لأخیه ما یحب لنفسه" کے کیا معنی ہیں؟ حضرت شاہ صاحب نے بہت سادگی سے اس کے لفظی معنی بیان کردئے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اس کے لفظی معنی تو معلوم تھے، حقیقت ارشاد فرمائیں، فرمایا کہ جب "موتوا قبل أن تموتوا" (۱) کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو آدمی سب کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگتا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ اگر سختی میں اپنا نفع نظر آئے تو نفس پر سختی کرنا چاہئے، فرمایا کہ نہیں، ہوسکتا ہے کہ اس میں اتنی استعداد نہ ہو، اور وہ اس سختی پر صبر نہ کرسکنے کی وجہ سے خدا سے دور ہوجائے، ہاں اگر صبر کرسکے تو یہ سختی اس کے حق میں عین نعمت وراحت ہے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ دو ماہی گیر، ایک کافر، ایک مؤمن، دجلہ کے کنارے مچھلی کے شکار کے لئے گئے۔ مؤمن ہر مرتبہ اللہ کا نام لے کر اپنا جال دریا میں ڈالتا تھا اور ہر مرتبہ اس کا جال خالی واپس آتا تھا اور کافر ہر بار اپنے معبودوں کا نام لے کر جال ڈالتا تھا اور جب اس کو باہر نکالتا تھا تو اس میں مچھلیاں ضرور ہوتی تھیں، شام کے وقت صرف ایک مچھلی مؤمن کے جال میں آئی اور وہ بھی جال سے نکل گئی۔ کافر کے پاس مچھلیوں کا ڈھیر ہوگیا تھا اور مؤمن ماہی گیر اس حال پر بہت شرمندہ اور حیرت زدہ تھا۔ اس کافر نے اس کا حال دیکھ کر کہا کہ خالی ہاتھ واپس نہ جاؤ، یہ مچھلیاں ہمارے گھر پہنچادو، اس کی مزدوری تمھیں مل جائے گی، فرشتوں کے اس کے حال پر بہت رحم آیا اور انھوں نے خدا کے حضور میں عرض کیا کہ بارِالٰہا! اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ کے نام پر جو جال ڈالا جاتا تھا وہ خالی نکلتا

---

(۱) ترجمہ: مرنے سے پہلے مرجاؤ۔

www.abulhasanalinadwi.org

تھا اور معبودانِ باطل کا نام پر جو جال کافر ڈالتا تھا اس میں خوب مچھلیاں آجاتی تھیں، حق تعالی کا ارشاد ہوا کہ مؤمن جتنی بار جال پانی میں ڈالتا تھا اور اس کے خالی آنے پر ملول وشکستہ خاطر ہوتا تھا اتنی ہی بار میں اس کی شکستہ دلی کی وجہ سے بہشت میں اس کو ایک نیا درجہ عطا کرتا تھا۔(۱) اور جب وہ کافر بتوں کے نام پر جال ڈالتا تھا اور مچھلیاں آنے پر خوش ہوتا تھا تو میں اس کی اس خوشی کے بقدر جہنم میں ایک اور درجہ دینے کا حکم دیتا تھا ؎

ما پروریم دشمن و ما می کشیم دوست
کس را رسد نہ چون و چرا در حضورِ ما

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی غریب مسلمان بازار جاتا ہے اور بازار کی نعمتیں دیکھتا ہے، لیکن اپنی تنگ دستی کی وجہ سے خرید نہیں سکتا اور اس پر صبر کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے صبر کے معاوضہ میں جنت میں اس کو نیا درجہ عطا فرماتا ہے۔

اسی مجلس میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار سلطان ابراہیم ادہمؒ حج کے لئے آئے ہوئے تھے، قربانی کے دن حجامت بنوانے کی ضرورت ہوئی اور ایک حجام سے بات کی لیکن جس وقت اس نے بال کاٹنے شروع کئے اسی وقت ایک مال دار آدمی جو اس کو ایک دینار اجرت دینے پر تیار تھا آگیا اور اس نے اس سے کہا کہ میری حجامت بنادو، پیسہ کی لالچ میں وہ ابراہیم ادہمؒ کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا اور جب اس سے فارغ ہوا تو پھر ان کی طرف آیا، ابھی تھوڑے ہی بال کاٹے تھے کہ ایک اور صاحبِ دینار آگیا اور وہ حجام ان کو چھوڑ کر پھر اس کے بال کاٹنے میں مشغول ہوگیا، غرض پانچ یا چھ مرتبہ یہ قصہ پیش آیا، آخر کسی نہ کسی طرح وہ جب سلطان ابراہیم ادہمؒ

---

(۱) ؎
تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

www.abulhasanalinadwi.org

کے بال کاٹ کر فارغ ہوا تو انھوں نے اس کو مزدوری دُگنی دی، وہ یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور حیران ہوا کہ میں نے تو ان کو اتنا پریشان اور ذلیل کیا اور یہ الٹی مجھے دگنی مزدوری دے رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: اے درویش! آپ مجھے دو چند اجرت کیوں دے رہے ہیں؟ میں نے تو طمعِ دنیاوی اور اہلِ دنیا کے خوف سے آپ کی حق تلفی کی تھی، مجھے تو آپ سے کچھ بھی ملنے کی امید نہ تھی، اگر دنیا ہی ہے تو جتنا سب دیتے ہیں، وہ آپ بھی دے دیں، دو چند دینے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے جواب دیا: اجرت تو حقِ محنت ہے اور زیادتی اس بات کی کہ جب تم مجھے چھوڑ کر کسی مالدار کی حجامت بنانے کے لئے جاتے تھے تو میرے نفس میں شدید غصہ اور اشتعال پیدا ہوتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ تم کو کچھ کہہ دے، لیکن میں نے اپنے نفس کو شکست دینے کے لئے صبر سے کام لیا، اور صابرین کا درجہ بہت بڑا ہے، اور یہ سب مجھے تمھاری بدولت حاصل ہوا، اس لئے درحقیقت تم میرے دوست ہو، اور اجرت میں اضافہ کی یہی وجہ ہے، اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

اے بھائیو! درویشوں کے اخلاق یہ تھے، ماتم تو ہم جیسوں کو کرنا چاہئے جو لباس درویشوں کا پہنتے ہیں اور کام سرکشوں و فرعونوں کا کرتے ہیں اور غرور نفس کا شکار ہیں۔

اسی نشست میں یہ بھی فرمایا کہ اے عزیزو! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا ماتم کرنا چاہئے اور نظر ہر دم خدا کے فضل و کرم پر رکھنی چاہئے اور اپنے نفس کے بود و پندار سے باہر آنا چاہئے کہ خدا کے فضل کے بغیر سب ہیچ در ہیچ ہے۔

کمالِ معرفت

ایک حاضرِ مجلس نے ایک موقع پر سوال کیا کہ کمالِ عارفان کیا ہے؟ شاہ صاحب نے جواب دیا: وصلِ یاس، اس کی ذات عالی کی یافت سے ناامید ہو جانا بھی

www.abulhasanalinadwi.org

یافت ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "العجز عن درك الإدراك إدراك" فقیر نے پوچھا اس معاملہ میں خواص وعوام میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ بہت بڑا فرق ہے، اس لئے کہ عوام اپنے عجز سے ناواقف ہیں، بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ہمارا وجود اور قیام کس سے ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خود سے دیکھتے ہیں، خود سے بولتے ہیں، وہ ہر چیز اپنے ہی سے سمجھتے ہیں، ایسے لوگ مثل فرعون کے ہیں، خواص دید وشنید، گفتار وکردار، گوشت پوست غرض ہر چیز کو خدا سے سمجھتے ہیں اور تمام اعمال واحوال میں اپنے کو عاجز ودرماندہ محسوس کرتے ہیں۔

اولیاء کی علامت

ایک مرتبہ فقیر نے دریافت کیا کہ اولیاء کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے جواب میں یہ آیت پڑھ دی: "إن أولیاؤہ إلا المتقون و لکن أکثر الناس لا یعلمون" (نہیں ہیں اس کے دوست مگر متقی اور اس کا پاس ولحاظ کرنے والے، لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے)۔

فنا وبقا

ایک روز اشراق کی نماز کے بعد خواجہ حافظ کا شعر ارشاد فرمایا ؎

عکس روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از خندۂ مے در طمع خام افتاد

پھر فرمایا کہ اس فقیر کے خیال میں عارف کی جگہ طالب کا لفظ زیادہ موزوں ہے، اس لئے جو شخص طمع خام کا شکار ہو اس کو عارف کیسے کہیں گے بلکہ یہ تو اس متوسط درجہ کے طالب وسالک کا مقام ہے جو نورِ محمدیؐ کی حقیقت تک پہنچنے کے بعد غلبۂ محبت کی وجہ سے اس کو نورِ الٰہی سمجھ لیتا ہے اور مخلوقات کو معدوم خیال کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ "بود" نظر آتا ہے وہ درحقیقت نابود اور غیر موجود ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے بعد فرمایا کہ یہ مقام فنا فی اللہ کا ہے اور اکثر اولیاء کو یہی نصیب ہوتا ہے، ولایتِ خاصہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی لوہا آگ کی بھٹی میں سُرخ ہونے کے بعد خود کو آگ کہنے لگے، حالانکہ فی الحقیقت وہ آگ نہیں ہے، لیکن اس حال میں وہ اپنے کو آگ سمجھنے میں معذور ضرور ہے، البتہ جب کسی کو حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم اور متابعتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی برکت سے اس مقام سے ترقی نصیب فرماتا ہے اور امرِ الٰہی اور متابعتِ حضرت رسالت پناہی کے مطابق وہ نورِ الٰہی اور نورِ محمدی دونوں کا مرتبہ و مقام سمجھنے لگتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان تمام موجودات کی بقاء حق سے ہے اور وہ خود اس کی بقا سے باقی اور اس کی قدرت سے موجود ہے، اور کائنات کا ہر ذرہ اس سے وابستہ اور مربوط ہے، اب بقا باللہ کا مرتبہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے اور عارفین کا کمال اسی مقام میں ہے۔

جذب وسلوک

جذب وسلوک یا تلوین وتمکین کا ذکر تصوف کی کتابوں میں بار بار آتا اور اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، سید شاہ علم اللہؒ نے بہت مختصر الفاظ میں اس کی واضح تشریح کی ہے اور دونوں کے کیفیات و درجات کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

> ''تلوین کے ساتھ دو چیزیں اور ہیں، ابن الوقت اور سکر، اسی طرح تمکین کے ساتھ بھی دو چیزیں ہیں، ابو الوقت اور صحو۔ اول الذکر طریق کا سالک وقت کا پابند اور حال کا محتاج ہوتا ہے، جب کوئی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے، اس سے مغلوب ہو جاتا ہے اور بے خودی میں ڈوب جاتا ہے۔ ابو الوقت اور صاحبِ صحو، صاحبِ وقت ہوتا ہے، وہ کیفیات اور حال کا پابند نہیں ہوتا، جس وقت چاہتا ہے کیفیت اس پر غالب ہو جاتی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور جس وقت چاہتا ہے زائل ہو جاتی ہے، اس کا یہ کام ہشیاری و بیداری اور مطابقتِ امرِ باری میں ہوتا ہے، یہ حالت کمالِ حضور اور ہر وقت نور کی علامت ہے۔''

ایک نکتہ

ایک موقعہ پر فرمایا کہ معرفت کے بیان میں: "کل لسانہ" اور "طال لسانہ" دونوں باتیں بیان کی گئی ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ "من عرف ربہ کل لسانہ" (جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان بند ہوگئی) بھی صحیح ہے اور "من عرف ربہ طال لسانہ" (جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان چلنے لگی) بھی درست ہے، ''طال لسانہ'' سے اشارہ صفات الٰہی کی طرف ہے، جس نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے وہ سب صفاتِ الٰہی کے ظہور کے متعلق ہے اور "کل لسانہ" سے اشارہ ذاتِ الٰہی کی طرف ہے، جہاں سوائے عجز کے کسی کو دم مارنے کا یارا نہیں، پس طالبانِ حق کو چاہیے کہ اس ذات عالی کو ہر قسم کے وہم وخیال وادراک سے بالا ومنزہ سمجھیں اور اس کی ذات کے چوں و چرا اور کیفیت میں دم نہ ماریں۔

ایک آیت کی تشریح

اسی مجلس میں فرمایا کہ میں اس آیت: "ما أصابك من حسنة فمن الله و ما أصابك من سيئة فمن نفسك" (۱) کا مطلب ایک عزیز سے دریافت کیا، انھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد فقیر کے دل میں یہ آیا کہ نفس کی مثال اس پانی کی طرح ہے جو ہمیشہ نشیب کی طرف جاتا ہے اگر کوئی حکیم وصناع اپنے علم وحکمت سے اس کو بلندی کی طرف لے جائے تو یہ اس کے کمالِ حکمت وصنعت کی بات ہوگی،

(۱) ترجمہ: تم کو جو کچھ اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ بُرائی پہنچتی ہے وہ تمھارے نفس کی طرف سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں پانی کی قابلیت وصلاحیت کو کچھ دخل نہ ہوگا۔

خوارق وکرامات حجابِ راہ

ایک مرتبہ کشف وکرامات اور خوارق کا ذکر تھا، شاہ صاحب نے خواجہ بایزید بسطامیؒ کا تذکرہ فرمایا کہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک نہر حائل تھی، اس کے قریب پہنچتے ہی اچانک اس میں صاف راستہ بن گیا، حضرت خواجہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "ھذا مکر اللہ ، ھذا مکر اللہ" اس کے بعد انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ یہ نہر اسی حالت میں ہوجائے۔ بندہ لوٹ جائے گا یا کوئی دوسرا راستہ اختیار کرلے گا، لیکن تیری آزمائش سے ڈر معلوم ہوتا ہے، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب سلطان العارفین کو کرامت سے اس درجہ خوف اور گریز تھا اور خدا کی شانِ بے نیازی سے وہ اس قدر ترساں ولرزاں رہتے تھے تو دوسرے کس شمار میں ہیں، طالبِ حق کو چاہئے کہ اللہ جل جلالہ کے سامنے حضور در حضور کے سوا کسی اور چیز کا طلب گار نہ ہو، "کل ما شغلك عن اللہ فھو صنمك" (جو چیز تمھیں اللہ سے مشغول کردے وہی تمہارا بُت ہے)۔

صبر وعزیمت

صبر وعزیمت، سید شاہ علم اللہؒ کی زندگی کے نمایاں اوصاف تھے اور اتباعِ سنت کے بعد کی پوری سیرت اسی سے عبارت تھی، شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے ملفوظات میں اس کا ذکر بار بار اور تفصیل سے ملتا ہے۔ ذیل میں ایک طویل مجلس کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جو زیادہ تر ان ہی مضامین پر مشتمل ہے۔

فرمایا: طالب تحقیق کو جب تک لوگ زندیق نہ کہیں وہ مرتبہ ومقامِ صدیق تک نہیں پہنچ سکتا۔ پیغمبر اور اولیاء اللہ سب نے اپنے اپنے دور میں منکرین وحاسدین کے ہاتھوں بے حد وحساب سختیاں اور تکلیفیں برداشت کیں ہیں اور اس کے بعد ان

www.abulhasanalinadwi.org

صابرین کے درجات ان کو حاصل ہوئے جن کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:
"إنما یوفی الصابرون أجرھم بغیر حساب."

مزید فرمایا کہ بندہ دو حال سے کبھی خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ اس حال کے لئے سازگار ہوتا ہے، مثلاً مال، نعمت اور وجاہت اس کو میسر ہوتی ہے، یا نا سازگار ہوتا ہے، اور دونوں حالتوں میں اس کو صبر کی حاجت ہے، اگر حالات اس کے موافق ہیں، تندرستی مال واولاد اور دلی مُرادیں اس کو حاصل ہیں تو اس کو چاہئے کہ ان سے دل نہ لگائے، اس کو بڑھانے کی ہوس نہ کرے اور یہ سمجھے کہ یہ سب عاریت ہے اور بہت جلد اس سے جُدا ہو جائے گا، جو احوال اس کے موافق نہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:
اول قسم وہ ہے جس میں اس کو اختیار دیا گیا ہے، جیسے طاعت و ترکِ معصیت۔ طاعت و ترکِ معصیت دونوں میں اس کو صبر کی ضرورت ہے، طاعت کا آغاز، درمیان اور آخر تینوں حالتوں میں صبر کا کام ہے۔ اولاً یہ کہ نیت کو درست کرے، دل کو ریا سے پاک کرے، اور یہ دونوں چیزیں بہت صبر چاہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ طاعت کے شرائط و آداب کا پورا خیال رکھے اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ کرے، مثلاً اگر نماز میں ہے تو نہ کسی طرف دیکھے، نہ کسی بات کو سوچے، طاعت کے آخر کا صبر یہ ہے کہ ان طاعات کے اظہار اور ان پر عُجب سے باز رہے، معاصی میں صبر کی اہمیت ظاہر ہے اور بلا صبر کے ان سے چھٹکارا ممکن ہی نہیں، شہوت جتنی قوی تر ہوگی معصیت اتنی ہی آسان تر، اور صبر اسی قدر دشوار تر ہوگا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی بندہ کے جان و مال اور فرزند و عیال پر کوئی مصیبت نازل کرتا ہوں اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کا حساب کروں اور اس کو میزان و دیوان کے حوالہ کروں، اللہ تعالی نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جس بندہ کی بینائی میں سلب کر لیتا ہوں جانتے ہو اس کو اس کا کیا بدلہ دوں گا؟ انھوں نے عرض کیا آپ زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

جاننے والے ہیں! ارشاد ہوا میں اس کو اپنے دیدار سے نوازوں گا۔

رسالہ ''قوت العمل''

سید شاہ علم اللہؒ کی تصنیفات و رسائل میں صرف تین چیزوں کا ذکر ملتا ہے، ''قوت العمل''، ''عطیات'' اور ''عنایت الہادی''۔ ''قوت العمل'' اور ''عطیات'' ہمارے پاس موجود ہیں، ''عنایت الہادی'' کے متعلق کچھ علم نہ ہوسکا کہ وہ موجود اور محفوظ ہے یا نہیں۔

''قوت العمل'' شاہ صاحبؒ کا سب سے بڑا اور اہم رسالہ ہے جو بڑے سائز کے ۷۵ رصفحات پر مشتمل ہے، اور راقم السطور کے جد امجد مولانا حکیم سید عبد الحیؒ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ بابِ اول میں پانچ فصلیں ہیں، پہلی فصل اہلِ عصیان، فساق و مبتدعین سے اعراض اور ان کے مقاطعہ کے بارہ میں ہے، دوسری صالحین اور اہلِ تقوی کی محبت و رفاقت کی ترغیب میں، تیسری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارہ میں، چوتھی فصل' سلام کے بیان اور آداب و کورنش کی ممانعت میں، پانچویں فصل' تعظیم و قیام کے بارہ میں۔ دوسرا باب تمبا کو کی کراہت پر اور تیسرا باب' رفعِ سبابہ پر، چوتھا باب' احاطہ ذاتی و صفاتی، اور پانچواں باب' علم و عرفانِ الٰہی پر، مؤخر الذکر باب مدینہ منورہ کے دورانِ قیام کے واردات و مکشوفات پر مشتمل ہے، اور اس کا نام ''تبرک المنورۃ'' بھی ہے۔

اس رسالہ کے باب اول کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی ''صراطِ مستقیم'' یا ''تقویۃ الایمان'' کو دیکھ رہا ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مجاہدانہ و اصلاحی کارناموں میں جہاں سلام مسنون کو رواج دینے اور احیاءِ سنت اور دوسرے امور کا ذکر ملتا ہے وہ ان کے مورثِ اعلی کا بھی فیض ہے۔ ''رسالہ قوت العمل'' میں اور بالخصوص اس کے بابِ پنجم میں جس وضاحت، صراحت، جرأت اور حکمت کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

ان مسائل پر قلم اُٹھایا گیا ہے جن کے متعلق کیا عوام کیا خواص سب کا اس وقت ایک ہی اندازِ فکر تھا اور مجدد صاحب اور ان کے نامور فرزندوں کے سوا بظاہر کوئی ایسا سلسلہ و خاندان نہ تھا جہاں اتباعِ سنت کی اس قوت کے ساتھ دعوت ہو اور اس کا اس درجہ اہتمام ہو اور اس میں اتنی نزاکت اور لطافت برتی گئی ہو جتنی سید شاہ علم اللہؒ اور ان کے اہلِ خاندان اور اہلِ سلسلہ میں۔

یہ وہی رسالہ ہے جو سید شاہ علم اللہؒ صاحب کے فرزند سید محمدؒ آخری ایام میں ملنے کے لئے آنے والوں کو دکھاتے یا سُناتے تھے، اور اگر ان کو اس کے ان مذکورہ بالا مضامین سے اتفاق ہوتا تو ملنے کی اجازت دیتے تھے۔

دوسرا رسالہ عطیات ہے جو والد ماجد مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ نے ۱۹۲۸ء میں طبع بھی کروایا تھا، لیکن اس کے مضامین زیادہ تر احاطہ ذاتی وصفاتی کے بیان میں ہیں اور عام طور پر اس سے استفادہ بہت مشکل ہے۔

سید شاہ علم اللہ کا اصلی کارنامہ

سید شاہ علم اللہؒ کا کمال نہ ان مجاہدات شاقہ میں مضمر ہے جو ان کی پوری زندگی میں یکسانیت کے ساتھ نظر آتے ہیں، نہ ان کی حق گوئی و بے خوفی میں، نہ روحانی کمالات اور خوارق و کرامات میں، نہ ان کے معارف وارشادات اور رسائل و تصنیفات میں، نہ ان کے جلیل القدر خلفاء اور باکمال فرزندوں میں، یہ تمام شعبے ان کی سیرت میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور ان کے لئے جن کے دل بے کل ہیں اور کوئی نادیدہ اور مبارک خلش ان کو برابر بے چین رکھتی ہے، ان شعبوں میں بھی اصلاحِ حال، تعمیرِ سیرت اور رجوع الی اللہ کا وافر سامان موجود ہے، لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور کمال اور ان کی مابہ الامتیاز خصوصیت جو ان کی کتابِ زندگی کا سب سے جلی عنوان بن سکتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱- سنت سے عشق۔ ۲- عزیمت پر عمل۔

ان دو چیزوں میں حضرت سید شاہ علم اللہؒ نے جن بلندیوں پر اپنا نشیمن بنایا وہاں ہر باکمال اور صاحب احوال کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ ان کی اس مبارک زندگی کا آغاز جس کی کچھ جھلکیاں کتاب میں پیش کی گئی ہیں۔ اس عزیمت کا آئینہ دار ہے، جس کے لئے قرآن مجید میں ہی کہا گیا: "واصبر کما صبر أولو العزم من الرسل" (۱) "واصبر و ما صبرك إلا باللّٰه" (۲)، "یا بني أقم الصلوة و امر بالمعروف وانه عن المنكر و اصبر على ما أصابك، إن ذلك من عزم الأمور" (۳) یہ عزیمت ان کے آغازِ شباب میں پوری آب وتاب کے ساتھ ملتی ہے، عمر کے اس دور میں جس میں سیر وشکار اور خوش پوشاکی اور خوش وضعی کے سوا نوجوانوں کو کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی، انھوں نے شاہجہاں کے دربار کی بہار خوب اچھی طرح دیکھنے کے باوجود چند ہی روز میں اپنے لئے ایک نئے راستہ کا انتخاب کرلیا اور یہ شعر ؎

از دل بروں کنم غمِ دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت بود یا سرائے دوست

پڑھتے ہوئے دولت کے اس انبار سے دامن جھاڑ کر واپس آگئے، اور پھر اس نوجوان نے جس نے چند ہی دن کے اندر بادشاہ کا اعتماد حاصل کرلیا تھا' صبر و عزیمت اور استقامت کی وہ نظیریں قائم کیں' جن کے مطالعہ سے مردہ ویخ بستہ دلوں میں بھی قوت اور حرارت پیدا ہوجاتی ہے اور طائرِ ہمت وشہبازِ محبت پرواز کے لئے پر تولنے لگتا ہے۔

---

(۱) اور صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔
(۲) صبر کرو اور نہیں ہوسکتا صبر مگر اللہ کے سہارے پر۔
(۳) اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو تم کو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو، بے شک یہ بڑی عزیمت کے کاموں میں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عزیمت کی یہ عاشقانہ ادا ان کی زندگی کے آخری دن تک قائم رہی اور کسی موقع پر بھی اس میں فرق نہ آیا، عزیمت کی اس یکسانیت اور مجاہدات کے دوام سے متاثر ہوکر ان کے معاصر شیخ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے یہ شہادت دی کہ:

''اکثر مشائخ سلوک کی ابتدا میں ریاضتیں کر کے آخر میں فارغ اور سبکدوش ہوجاتے ہیں لیکن شاہ صاحب نے اول روز سے تنگی وسختی وفقر کو راحت سمجھ کر اور فقر و فاقہ کو سنت کی پیروی میں جو اختیار کیا تو آخر تک اس میں ذرا فرق آنے نہیں پایا اور لذاتِ دنیاوی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔''(۱)

لیکن عزیمت کا یہ عنوان صرف مجاہدات اور ریاضتوں تک محدود نہ سمجھنا چاہئے، ہر وہ کام جو رخصت کے سوا ہو عزیمت ہے، اور سید شاہ علم اللہؒ کے یہاں جو عزیمت نظر آتی ہے وہ دراصل یہی ہے اور اسی میں ان کا کمال پوشیدہ ہے ان کی زندگی کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ رخصت کی تلاش اور عزیمت سے فرار ایک مردِ مؤمن کی شان سے بہت فروتر اور بعید سمجھتے تھے اور سب کو اس کی دعوت دیتے تھے کہ وہ عزیمت پر عمل کریں اور سنت کو کسی وقت بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ قوت العمل میں یہ بات انھوں نے متعدد جگہ مختلف طریقوں سے لکھی ہے، ایک جگہ سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

''ہر حکمے کہ دائر میان اباحت ونہی است وجب الکف عن العمل و در مضمون حدیث کہ جمیع اعمال بہر بہشت بالائے خوف رواست الا عملے کہ بمتابعت من کند وقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ: نحن نترك سبعين بابا من الخير مخافة أن نقع فی الشر.''

(۱) نتائج الحرمین۔

www.abulhasanalinadwi.org

(ہر وہ حکم جو اباحت اور ممانعت کے درمیان دائر ہو اس سے رک جانا ضروری ہے۔ حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ بہشت کے تمام اعمال رو کے جانے کا خطرہ رکھتے ہیں سوائے اس عمل کے جو میری پیروی و متابعت میں ہو نیز حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ ہم شدت احتیاط میں خیر کے ستر دروازے محض اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں شر میں نہ پڑ جائیں۔)

وہ اعمال جو نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ صالحین اور مشائخ و علماء میں بھی رائج تھے، اور جن کو ماحول، دستور اور خاندانی رسوم و عادات کے دباؤ سے قوت مقاومت کی کمی سے یا کسی اور وجہ سے محض اس لئے گوارا کر لیا جاتا تھا کہ ان میں کوئی قباحت نہیں ہے اور شریعت میں اس کی گنجائش نکل سکتی ہے، اسی طرح بعض ان سنتوں سے بے پرواہی جو رواج و عادت کے خلاف ہیں اور جن پر عمل کرنے کے لئے کچھ قربانی، کچھ مقاومت اور ہمت کی ضرورت پڑتی ہے، وہ سنن و اعمال سید شاہ علم اللہؒ کے نزدیک حد درجہ قابلِ احترام اور لائقِ اہتمام تھے، وہ اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی اور نفس کی شدید سے شدید تر مخالفت میں بھی پس و پیش نہ کرتے تھے، ان کے ہاں (جیسا کہ ایک جگہ عرض کیا جا چکا ہے) سنت میں کوئی تقسیم نہ تھی، جس طرح سرمہ لگانا، خوشبو لگانا یا کھانے کا برتن صاف کرنا سنت ہے، اسی طرح بوجھ اُٹھانا، گھر کا کام کرنا، اور مریدین و محبین کی جماعت کثیرہ کے باوجود ان کے ساتھ ہر کام میں شرکت اور ان سے عدم امتیاز اور خلق کے رجوع کے باوجود اپنے اہلِ تعلق سے برابر والوں اور ہم جنسوں کا سا سلوک بھی سنت ہے، لیکن پہلی سنتیں آسان اور مرغوب ہیں اور دوسری سنتیں نفس پر شاق اور طبیعت کے لئے ناگوار ہیں، انھوں نے اپنے رسالہ قوت العمل میں قرآن مجید کی اس آیت: "أرأیت من اتخذ إلٰهه هواه" سے بار بار

www.abulhasanalinadwi.org

استشہاد کیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ آیت صرف اس کھلی ہوئی ہوا پرستی پر منطبق نہیں ہوتی جس کو سب جانتے ہیں یعنی احکامِ شریعت کی مخالفت اور اپنی خواہشات کی پیروی بلکہ وہ سنن واعمال جن کے متعلق کتاب وسنت کی کھلی ہوئی تصریح موجود ہے، ان میں اپنی خواہش، اپنے مزاج اور اپنی عادتوں، اپنے مصالح یا اپنی رائے کی بنا پر تفریق بھی کسی طرح درست نہیں، اور وہ بھی اس میں داخل ہیں، ہر وہ چھوٹا بڑا حکم اور ہدایت جو قرآن مجید میں موجود ہے اس میں نفس کی مداخلت اور طبیعت کی شرکت جب ہی ہوسکتی ہے جب ہوا پرستی کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہو۔

اس بات کی اہمیت اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب ہندوستان میں حدیث کی اشاعت اچھی طرح نہ ہوئی تھی، اور مجدد صاحب اور خواجہ محمد معصومؒ کے سلسلہ کے سوا ہندوستان کے تقریباً ہر گوشہ میں وحدت الوجود کا بڑا زور اور سماع وغیرہ کا بہت رواج تھا، اچھے اچھے دینی گھرانوں اور مشائخ کے خانوادوں میں بھی بہت سی سنتیں متروک اور فراموش ہوگئی تھیں اور ان کی جگہ رواجی اعمال نے لے لی تھیں، بہت سی وہ چیزیں جو اب واضح ہیں اور جن کے بارے میں اب کسی حلقہ میں بھی شک اور التباس نہیں پایا جاتا وہ اس وقت اس درجہ صاف اور روشن نہ تھیں۔

رنگے ہوئے کپڑوں، تعظیمی سلام، محافلِ سماع اور اسی طرح مشیخت کے بہت سے دوسرے لوازم وآداب جن کی کتاب وسنت سے کوئی سند نہ تھی، پھر ان کے بعد وہ اعمال جو رخصت کے دائرہ میں آتے ہیں اور جن کی شریعت کی نظر میں صرف گنجائش نکل سکتی ہے، اور جو مباحات کہلاتے ہیں ان کا بکثرت رواج تھا، اودھ اور اس کے اطراف میں سید شاہ علم اللہؒ کے چاروں طرف ایسے صوفیہ ومشائخ خاصی تعداد میں موجود تھے جو اپنے مقام بلند کے باوجود ان چیزوں سے محفوظ نہ تھے، اور طویل

www.abulhasanalinadwi.org

مجاہدات اور ریاضتوں، ذکر وفکر اور کشف وکرامات اور علوم ومعارف کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں بھی ان کی زندگی میں موجود تھیں، اور اس عہد کے اسلامی ہند میں یہ کوئی ایسا اہم مسئلہ نہ سمجھا جاتا تھا جس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہو اور جس کی وجہ سے مدرسہ وخانقاہ اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک بڑا خلا واقع ہو رہا ہو۔

اس عہد اور اس ماحول میں احیاءِ سنت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکنا اور اپنی عملی زندگی سے اس کی مکمل اور زندہ تشریح اور پھر پوری قوت اور جرأت کے ساتھ اس کی دعوت واشاعت اور اس راہ کی تمام نزاکتوں اور دشواریوں بلکہ قربانیوں پر ہمہ وقت آمادگی، اور بڑے بڑے امتحان اور آزمائش میں ثابت قدمی، کوئی معمولی بات نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ اوصاف وکمالات ہیں جو اس عہد میں سید شاہ علم اللہؒ کے علاوہ کسی اور شخصیت پر راس نہیں آتے۔ اورنگ زیب کے خواب کا مشہور تاریخی واقعہ کتاب میں پہلے گزر چکا ہے، جب اورنگ زیب نے ان علماء وصلحاء سے دریافت کیا کہ یہ خواب سنتے ہی یہ تعبیر ان کے ذہن میں کیسے آئی تو انھوں نے جواب دیا کہ اتباعِ سنت میں کوئی دوسرا آدمی ان کا ہمسر نہیں، شرف فرزندی کے ساتھ اتباعِ سنت، عشقِ رسولؐ کی دولت اور سنن ومستحبات کے اس درجہ اہتمام والتزام میں وہ اکثر علماء و مشائخ سے فائق نظر آتے ہیں۔(۱)

سید شاہ علم اللہ کا اصل کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے سنت سے عشق اور عزیمت پر عمل سے رہروانِ راہِ وفا کے لئے ایک ایسی شمع روشن کردی جس کی روشنی اور تابانی سیکڑوں سال گزرنے کے باوجود ہم تک پہنچ رہی ہے، انھوں نے اپنے عمل سے یہ بتایا کہ معرفت کا سب سے مضبوط زینہ اور بارگاہِ خداوندی میں قبولیت اور اقلیم ولایت میں داخلہ کا سب سے مقبول پروانہ اتباعِ سنت ہے، انھوں نے اپنے رسالہ قوت العمل

(۱) بحرِ زخار ودر المعارف ملفوظات مولانا شاہ غلام علیؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں متعدد جگہ ایک حدیث کا مضمون نقل کیا ہے کہ تمام اعمال بارگاہِ ایزدی میں رد کئے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں سوائے ان اعمال کے جو میری متابعت میں کئے گئے ہوں۔

انھوں نے ایک شاہ راہ کی دعوت دی ہے جو سب سے محفوظ و مامون شاہراہ ہے اور جس پر قدم رکھنے کے بعد بلا کسی اندیشہ کے آدمی سیدھا منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہے، جس میں بار بار معلومات حاصل کرنے اور شبہ کرنے کی ضرورت اور قبولیت و نا مقبولیت کا کوئی خطرہ نہیں، اگر اخلاص کی دولت حاصل ہے جو اس راہ کی شرطِ اول ہے اور خدا کی رحمت شامل ہے جو ہر چیز کی اصل ہے تو پھر کسی تفصیل اور ادھیڑ بُن میں پڑنے کی حاجت نہیں، اس وقت یہ راہ مؤمن کے لئے وادیٔ سینا ہے اور اس کا ہر قدم معتبر اور ہر پیش قدمی مبارک ہے ؎

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

اس میدان میں سید شاہ علم اللہؒ نے جو فتوحات حاصل کیں اور ان کے شہبازِ محبت نے جن رفعتوں پر اپنا آشیانہ بنایا اور ان کی باریک بیں اور حق پسند نگاہ نے سنت کی جن نزاکتوں اور لطافتوں کی اپنی عملی زندگی سے نشان دہی کی اور ان سنتوں کی حلاوت و لذت اور کیف و سرور کا پردہ فاش کیا جو قربانی اور عزیمت اور مجاہدہ و صبر کے بعد میسر آتی ہیں، انھوں نے ان سنتوں کے لئے نفس کی بڑی سے بڑی آزمائش اور اپنے ماحول اور خاندان بلکہ خود خانقاہ کے معمولات و مسلمات کا جس جرأت اور جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا، انھوں نے جس طرح سب سے پہلے اپنے اہل و عیال اور اپنے خویش و اقارب کو اس عزیمت کا عادی بنایا اور سب سے پہلے اپنے گھر میں اس کا

www.abulhasanalinadwi.org

نقشہ دکھایا، انھوں نے جس طرح اپنے دسترخوان میں مساوات کا نمونہ پیش کیا اور قرنِ اول کی یاد تازہ کردی اور ان کے معاصرین (۱) کو کہنا پڑا کہ یہ مجاہدہ سید شاہ صاحبؒ ہی کے ساتھ مخصوص ہے، کوئی دوسرا اس میں ان کی برابر نہیں کرسکتا۔ (۲)

انھوں نے جامِ شریعت اور سندانِ عشق کو جس طرح جمع کیا اور محبت کی نئی ادائیں وضع کیں وہ تاریخِ اسلام کا ایک روشن ورق ہے، اور ہندوستان کی تاریخِ تصوف کا ایک بیش قیمت سرمایہ اور ناقابلِ فراموش باب ہے، اور یہی سید شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کارنامہ، ان کی سیرت کا سب سے بڑا جوہر اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا پیغام ہے۔ (۳)

www.abulhasanalinadwi.org

---

(۱) شیخ محمد افضل الٰہ آبادی۔

(۲) اعلام الہدی۔

(۳) یہ سطور دائرہ سید شاہ علم اللہؒ کی مسجد میں ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ کو قلمبند کی گئیں، اور ان پر کتاب کا وہ حصہ تمام ہوا جو شاہ صاحبؒ کے حالات وکمالات سے متعلق ہے۔ فالحمد للّٰہ الذی بعزتہ و جلالہ تتم الصالحات.

www.abulhasanalinadwi.org

باب ششم

خلفاء

حضرت شاہ علم اللہؒ کے خلفاء واہلِ ارادت میں شیخ عبدالاحد بنّوری، شیخ فتح محمد انبالوی، سید عبداللہ محدث اکبر آبادی، شیخ محمود رسن تاب خورجوی، شیخ ولی کاکوروی اور شیخ محمود خاں افغانؒ کا مختصر تذکرہ ہمیں تاریخ وسوانح کی کتابوں میں ملتا ہے، دوسرے خلفاء کے جستہ جستہ حالات شاہ صاحب کے تذکرہ میں آگئے ہیں، یہ اوراق ان کے احوال وسوانح، صفات وکمالات کے مختصر تذکرہ کے لئے مخصوص ہیں، ان سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ سچی طلب انسان کو کن کن نارسیدہ منزلوں اور نادیدہ دنیاؤں تک لے جاتی ہے، اور تلخی کے چند گھونٹ اس کے لئے حقیقی لذت وراحت کے کیسے کیسے سامان فراہم کردیتے ہیں کہ: "ما لا عين رأت ولا أذن سمعت و لا خطر على قلب بشر" ..... "و من يتق الله يجعل له مخرجا و يرزقه من حيث لا يحتسب" ..... "إنه من يتق و يصبر فإن الله لا يضيع أجر المحسنين"

شیخ فتح محمد انبالوی

شیخ فتح محمد انبالوی، سید شاہ علم اللہؒ کے کبارِ خلفاء میں ہیں۔ انھوں نے سید شاہ علم اللہؒ تک پہنچنے اور ان سے وابستہ ہونے کی بڑی دلچسپ، عجیب اور اثر انگیز سرگزشت بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

> ''ابتدا میں مجھ پر اچانک جاذبۂ الٰہی کا غلبہ ہوا اور دل بے ساختہ ایک طرف کھنچنے لگا، یہ اثر اتنا بڑھا کہ دینا اور اسبابِ دینا سے

www.abulhasanalinadwi.org

ہاتھ جھاڑ کر جنگل کی طرف نکل پڑا اور اسی جذب و بے خودی کے عالم میں دشت نوردی کرتے کرتے 'دہامونی' اور 'کالنجر' تک پہنچ گیا، رات کو کسی پہاڑ کے غار میں چھپ جاتا اور دن کو پھر وہی بادیہ پیمائی اور صحرانوردی شروع کر دیتا، بعض لوگ میری اس وارفتگی و دل باختگی کو دیکھ کر از راہِ ترحم کچھ کھانے پینے کو پیش کرتے، کبھی میں اس کو قبول کر لیتا اور کبھی واپس کر دیتا۔

ایک دن میں پہاڑی کے دامن میں سو رہا تھا کہ خواب میں مجھے حضرت (سید شاہ علم اللہؒ) کی زیارت نصیب ہوئی، مجھ سے فرمایا کہ (فتح محمد بیا نصیبۂ تو اینجا مقرر است و کشائش کار تو مقدر) ''فتح محمد یہاں آؤ! تمہارا حصہ تو یہاں مقرر اور کشایش کار یہاں مقدر ہے''۔ لیکن افسوس کہ اپنا نام و نشان کچھ نہ بتایا، عجب بے قراری و شوریدہ سری کے عالم میں میں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا اور کوئی قصبہ اور شہر باقی نہ چھوڑا، جہاں کہیں کسی بزرگ، شیخ اور عالم کا تذکرہ سنتا ان کی زیارت کو پہنچتا کہ شاید یہ وہی چہرہ ہو جس کے دیدار سے میں خواب میں مشرف ہوا تھا، جب ان کو دیکھتا تو مایوسی اور حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگتا۔ اور یہ شورش و سوزش کچھ اور بڑھ جاتی، غرض اسی حال میں افتاں و خیزاں فتحپور پہنچا اور وہاں حضرت کا نام مبارک سُن کر رائے بریلی روانہ ہوا، اور خانقاہ میں حاضر ہوا، اہلِ خانقاہ نے میری غیر شرعی وضع قطع یعنی بڑھے ہوئے بالوں، رنگین کپڑوں اور گردن میں مالا دیکھ کر سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا: اے بے ادب اور

www.abulhasanalinadwi.org

مخالفِ شریعت، یہاں سے جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے پہلے حضرت سے مل لینے دو، اس کے بعد تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو، اس وقت حضرت اپنے دولت خانہ میں آرام فرما تھے، میں ایک شخص کے ذریعہ اپنا سلامِ نیاز کہلوایا، حضرت نے نام دریافت فرمایا، میں نے اپنا نام جان بوجھ کر تبدیل کر دیا اور یہ کہلوایا کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ میرا پہلا نام کیا ہے، اس دریافت وتفتیش سے مجھ پر ایک خاص ہیبت طاری ہوئی اور مجھے محسوس ہو گیا کہ ؎

آں مہ کہ بخود کردم قرینم اینست
غارت گرِ سرمایۂ نیم اینست

میں نے عاجزی کے ساتھ اعتراف کیا کہ میرا نام فتح اللہ ہے، یہ سُن کر حضرت مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں، الحمد للہ کہ اب منزلِ مقصود پر پہنچ گئے، اس کے بعد آپ نے اس غیر شرعی لباس اور وضع تبدیل کرنے کا حکم دیا، میں اس کی تعمیل کی۔

دو تین روز کے بعد مجھے خلوت میں طلب کیا، بیعت لی اور تلقین طریقہ فرمائی، خدا کے فضل سے چند ہی روز میں عجیب ترقی حاصل ہوئی اور وہ مقامات اور منزلیں چند دنوں میں طے ہو گئیں جو اس راہ کے اعلیٰ ترین مقامات ہیں، اس کے بعد حضرت نے خلافت وارشاد کی خلعت سے بھی نوازا اور وطن رخصت فرمایا۔''

شیخ فتح محمد انبالوی کے فرزند شیخ محمد یوسف بھی اپنے والد کے نقشِ قدم پر

www.abulhasanalinadwi.org

تھے اور طریقت کے حقائق و معارف میں بلند پایہ رکھتے تھے۔(۱)

شیخ عبدالاحد نبیرہ سید آدم بنوریؒ

شیخ عبد الاحد حضرت سید آدم بنوریؒ کے پوتے اور شیخ محمد اولیاء کے صاحبزادہ ہیں، ان کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہوگیا تھا، علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد سلوک وعلم باطن کا داعیہ پیدا ہوا، اپنے نامور دادا کے اصحاب واہلِ تعلق سے مشورہ کے بعد بنور سے روانہ ہوئے، سید شاہ علم اللہؒ کو جب ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بہت دور جا کر ان کا استقبال کیا اور انتہائی تکریم وارادت کا معاملہ کیا، اور یہ خواہش کی کہ مخدوم زادہ سواری پر تشریف رکھیں اور قافلہ کے جلو میں روانہ ہوں، لیکن انھوں نے اس کو پسند نہ فرمایا اور سید شاہ علم اللہؒ کو اس پر مجبور کیا کہ وہ بھی سورای پر تشریف رکھیں، مجبوراً شاہ صاحب بھی سواری پر بیٹھے، لیکن اس طرح کہ ادباً پیر گاڑی سے باہر تھے، غرض اس طرح ان کو خانقاہ تک لائے اور عجیب ارادت وتواضع کا معاملہ کیا، چند روز کے بعد شیخ عبدالاحد نے درخواست کی کہ ان کو سلوک کے طریقۂ عالیہ سے سرفراز فرمایا جائے، سید شاہ علم اللہؒ نے جواب دیا: ہر چہ در بغداد است گردِ سرِ خلیفۂ ما زیادہ از امانت دار نیستم'' (جو کچھ بغداد میں ہے سب خلیفہ کا ہے، ہم تو صرف امانت دار ہیں)۔

بالآخر ان کو سلوک طریقۂ احسنیہ کی تعلیم دی اور اس کے اعلیٰ مراتب سے سرفراز ہوئے، تکمیل کے بعد وطن مراجعت کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ سید شاہ علم اللہؒ نے رخصت کیا اور مثنوی مولانا روم کا ایک نسخہ اور بیس روپیہ نقد ان کی خدمت میں پیش کیا۔(۲)

---

(۱) اتذکرۃ الابرار۔

(۲) تذکرۃ الابرار ونزہۃ الخواطر۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید عبداللہ محدث اکبر آبادیؒ

سید عبداللہ محدث اکبر آبادی کی بیعت کا واقعہ اس کتاب میں ایک جگہ گزر چکا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ سید شاہ علم اللہؒ اپنے کسی سفر میں اکبر آباد تشریف لائے اور سید عبداللہ محدثؒ کے یہاں فروکش ہوئے، سید عبداللہ محدثؒ کو اس وقت سید شاہ علم اللہؒ سے عقیدت ضرور تھی اور ان کو ورع وعزیمت اور اتباعِ سنت میں ممتاز اور فرد فرید سمجھتے تھے، لیکن ان کے احوالِ باطنیہ ومقاماتِ عالیہ کا پورا علم نہ تھا، شب میں سید شاہ علم اللہؒ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی، اور اس شب کو ان کی نظر کے سامنے بعض ایسے احوال گزرے کہ عقیدت ومحبت دوچند ہوگئی، چنانچہ بیعت کی اور ان کے اجلۂ خلفاء میں شمار ہوا۔

''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ مشہور یہ ہے کہ سید عبداللہ محدثؒ حضرت سید آدم بنوری کے خلیفہ ہیں، شاید ابتدائے حال میں سید شاہ علم اللہؒ سے بیعت ہوئے ہوں اور ارادت کا سبب یہ واقعہ ہو، پھر تسکین اتم حاصل کرنے کے لئے سید آدم بنوری سے بیعت ہوکر خلافت سے سرفراز ہوئے ہوں۔

شیخ محمود رسن تاب خورجویؒ

شیخ محمود رسن تاب خورجوی بھی سید شاہ علم اللہؒ کے ممتاز ترین خلفاء میں ہیں۔

''تذکرۃ الابرار'' میں ہے کہ رسن تاب ان کو اس لئے کہتے تھے کہ وہ رسیاں بٹ کر فروخت کرتے تھے اور صرف یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا، بہت بلند احوال وکیفیات کے مالک اور عالی ہمت بزرگ تھے، دنیا اور صحبتِ اغنیاء سے مطلق سروکار نہ تھا، بہت گمنام اور کنارہ کش رہتے تھے، ان کے ترک وتجرید اور مجاہدہ واستقلال کو دیکھ کر اسلاف کے محیر العقول واقعات ومجاہدات کی تصدیق ہوتی تھی، بکثرت لوگوں کو ان

www.abulhasanalinadwi.org

سے فیض پہنچا اور ان کی صحبت میں رہ کر ان کو وہ دولت جاوید ہاتھ آئی جو اس سارے مجاہدہ کا مقصود اور حاصل ہے، ''تذکرۃ الابرار'' کے الفاظ ہیں:

''بسا مردم از فیض صحبت ایشاں بمقصود اصلی واصل گشتند واز خود وخودی وارستند وبقاء اتم وبقاء اکمل پیوستند۔''

(بکثرت آدمی ان کے فیضِ صحبت سے مقصودِ اصلی تک پہنچے اور خود پرستی وخودی سے آزاد ہوکر بقاء دوام حاصل کی)۔

ان کے خلفاء میں شیخ غلام محمد بن شیخ محمود ہیں، علومِ ظاہری وباطنی میں عالی مرتبہ رکھتے تھے، صحبت میں بڑی قوت اور تاثیر تھی۔

شیخ محمد ولی کاکوروی

شیخ محمد ولی کا تذکرہ ''تذکرۂ مشاہیر کاکوری'' میں موجود ہے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے یہ سطریں درج ہیں، حضرت شاہ علم اللہؒ نقشبندی رائے بریلوی سے بیعت تھے، اتباعِ شریعتِ محمدی ﷺ میں بے نظیر عصر گزرے، کبھی خلافِ شریعت امور کے مرتکب نہ ہوئے۔

ان کے حالات وسوانح میں سید شاہ علم اللہؒ کی تعلیم وصحبت کا اثر اتنا نمایاں ہے کہ اگر یہ صراحت نہ بھی ہوتی تب بھی اہلِ نظر اس فرق کو محسوس کر لیتے، وہ احتیاط و تورع، عزیمت واستقامت اور اتباعِ سنت جو سید شاہ علم اللہؒ کی امتیازی شان تھی یہاں بھی جلوہ گر معلوم ہوتی ہے، اور پڑھنے والا صاف محسوس کرتا ہے کہ اتنے تذکروں میں اس تذکرہ کا رنگ ہی کچھ اور ہے، ''تذکرہ مشاہیر کاکوری'' کے مصنف نے جتنے واقعات لکھے ہیں، وہ سب یہی رنگ لئے ہوئے ہیں، یہاں اس قسم کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں، اس سے ہمیں سید شاہ علم اللہؒ کی صحبت کی کیمیا اثری اور ان کے طرزِ زندگی اور مسلک دونوں چیزوں کا بخوبی اندازہ ہوگا اور ان اوصاف و

www.abulhasanalinadwi.org

کمالات کا بھی کچھ اندازہ ہوگا جو ان کے اثرِ صحبت اور فیضِ تربیت سے ان کے مریدین ومنتسبین میں پیدا ہوگئے تھے۔

سید محمد ولی ابتداء میں اٹاوہ میں ایک جگہ ملازم تھے، وہاں ایک سائیس کو ملازم رکھا، جب وطن واپس ہوئے تو وہ بھی ساتھ آیا یہاں آکر اس کی تنخواہ ادا کی اور واپس کردیا۔ تھوڑے دن کے بعد خیال آیا کہ اس کی تنخواہ میں ایک پیسہ باقی رہ گیا ہے، یہ خیال آتے ہی سخت پریشان ہوئے اور اسی وقت اٹاوہ کا سفر کیا وہاں پہنچ کر کوتوالی سے اس کے مکان کا پتہ چلایا اور اس کو بُلا کر بہت معذرت کی اور وہ پیسہ اس کے حوالہ کیا، اس نے ٹھہرنے کے لئے بہت اصرار کیا مگر انھوں نے قبول نہیں کیا اور اسی روز کاکوری چلے آئے۔ (۱)

ایک روز یہ لکھنؤ جارہے تھے، دیکھا کہ راستہ میں ایک سوار بہت سا اسباب ایک مزدور پر بار کیے ہوئے جارہا ہے، اسباب بہت وزنی تھا اور مزدور کی طاقت سے باہر تھا وہ بیچارہ خوشامد کررہا تھا مگر سوار ایک نہیں سنتا تھا اور لے چلنے پر مجبور کرتا تھا، ان کو اس بیچارہ کے حال پر ترس آیا، یہ سوار کو فہمائش کرنے لگے کہ اتنی سختی نہ کرو، سوار نے ان سے بگڑ کر کہا کہ آپ کو بہت قلق ہے تو آپ ہی میرا سامان پہنچا دیجئے، میں اس مزدور کو چھوڑے دیتا ہوں، انھوں نے بے تکلف کل سامان لے کر اپنے سر پر رکھا اور ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے، معاً سوار پر ایک ہیبت طاری ہوئی اور اس کو یقین ہوا کہ ضرور یہ کوئی ولی ہیں، گھوڑے سے اُتر کر وہ قدموں پر گر پڑا اور عفوِ تقصیر کا خواستگار ہوا۔ (۲)

''تذکرہ مشاہیر کاکوری'' کے مصنف نے ان کے جتنے حالات و واقعات قلمبند کئے ہیں ان سب میں شاہ علم اللہؒ صاحب کی سیرت وتربیت کا عکس نمایاں ہے، وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) و (۲) تذکرہ مشاہیرِ کاکوری۔

www.abulhasanalinadwi.org

''ایک روز صبح کی نماز ادا کرنے مسجد جارہے تھے، گیہوں کے کھیت میں اتفاق سے پیر پڑ گیا، درخت کچل گئے، زمین کسی اور شخص کی تھی، انھوں نے سبزہ کی حالت دیکھی، خوف و دہشت الٰہی سے جسم میں لرزہ پڑ گیا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا، اسی روز سے روزانہ انھوں نے بعد نمازِ اشراق وظہر اس سبزہ میں پانی دینا شروع کیا، جب تک وہ اپنی حالت پر نہیں آ گیا ان کو اطمینان نہیں ہوا۔''

ایک مرتبہ ایک ارادت منداپنے باغ سے ایک سرخ آم ان کی خدمت میں تحفۃً لایا، انھوں نے اس سے پوچھا کہ تم تنہا ہو یا تمھارے کوئی اور بھائی بھی ہے، اس نے کہا کہ ایک بھائی اور ہے، انھوں نے کہا کہ یہ آم تنہا تمہاری ملک نہیں، تا وقتیکہ تم اپنے بھائی سے اجازت حاصل نہ کرو، مجھے نہیں دے سکتے اور نہ میں اسے لے سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کو واپس کر دیا۔(۱)

''تذکرہ مشاہیر کاکوری'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ قصبہ کاکوری میں محلّہ ولی نگران ہی کا آباد کیا ہوا ہے اور قصبہ کے کنارے شمالی رُخ پر واقع ہے، پہلے ان کا قیام مخدوم شیخ قیام الدین کے محلّہ متصل ''چودھری محلّہ'' میں تھا، وہاں سے منتقل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ پڑوس میں ایک روز شادی تھی اور ڈھولک بج رہی تھی، انھوں نے منع کیا، ہمسایہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھر کے مالک ہیں، تم کو تحکم کا کوئی حق نہیں ہے، انھوں نے اسی وقت اس محلّہ کی سکونت ترک کر دی۔(۲)

شیخ محمود خاں افغانؒ

صاحبِ ''بحرِ زخار'' نے سید شاہ علم اللہؒ کے خاص مریدوں میں محمود خاں افغان

---

(۱) و (۲) تذکرہ مشاہیرِ کاکوری، ص: ۳۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ بازید خیل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور شاہ علم اللہؒ سے بیعت تھے، ریاض الاولیاءؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ بڑے صاحبِ حال اور باکمال شخص تھے، ان کے والد حضرت سید آدم بنوری سے بیعت تھے اور ان کی والدہ بھی بہت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں، انھوں نے اپنے بیٹے کی ۱۷ سال اس طرح پرورش اور تربیت کی کہ مشتبہ کھانے کا ایک لقمہ بھی ان کے منھ میں جانے نہ دیا، اس کے بعد کہا کہ اب جاؤ اور اللہ کا نام لے کر کسی مرشد کو تلاش کرو، خوش نصیبی اور توفیقِ الٰہی ان کو کشاں کشاں رائے بریلی تک لے آئی سید شاہ علم اللہؒ سے بیعت ہوئے اور ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر سخت مجاہدات کئے اور سلوک کی تکمیل کی اور یہ دولت لے کر وطن واپس ہوگئے۔(۱)

ان کے دو صاحبزادے تھے محمد معصوم اور غلام محمد اور دونوں فضائل صوری و معنوی سے آراستہ اور تواضع وانکساری کی تصویر تھے۔(۲)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱) و(۲) بحرِ زخار منتخب (مرتبہ: ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ) ص:۶

www.abulhasanalinadwi.org

باب ہفتم

اولاد واحفاد

سید شاہ علم اللہؒ کی نسبتِ باطنی کے سب سے بڑے وارث اور امین اور ان کے صوری ومعنوی جانشین ان کے نامور اور باکمال فرزند تھے، سید شاہ علم اللہؒ کی زندگی کا عکس اور پرتو دیکھنا ہو تو ان کے اولاد واحفاد کا سراپا دیکھنا چاہئے، سید شاہ علم اللہؒ کے ارجمند وسعادت مند فرزندوں نے ان کا جو عکس قبول کیا تھا اس کی تابانی ودرخشانی اصل سے کسی طرح کم نہ تھی، اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یہ روشنی اور ضوفشانی ان کی دوسری پشتوں میں اس طرح منتقل ہوتی رہی کہ اس کے تسلسل اور فیاضی کو دیکھ کر آدمی بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست

سید شاہ علم اللہؒ کے چار صاحبزادے تھے، سید شاہ آیت اللہؒ، سید محمد ہدی، سید محمد ابوحنیفہ، سید محمدؒ، آئندہ اوراق ان کے پُر اثر تذکرہ اور ان کے نامور اور قابل ذکر فرزندوں کے مختصر حالات وسوانح کے لئے مخصوص ہیں۔

سید شاہ آیت اللہؒ

شاہ آیت اللہؒ، شاہ علم اللہؒ کے سب سے بڑے فرزند تھے، بہت کمسنی میں درسیات کی تکمیل کی اور حفظ کی دولت سے مالا مال ہوئے، بڑے شجاع، عالی ہمت اور بلند حوصلہ شخص تھے، آغازِ شباب ہی میں انھوں نے بعض ایسے کام کئے کہ شجاعان زمانہ ان پر رشک کرتے تھے اور اعتراف کرتے تھے کہ اس میدان میں ان کا کوئی ہمسر

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں، دولت باطنی اپنے والد سے حاصل کی اور فیض وارشاد کا سلسلہ برابر جاری رہا، ابتداہی میں جہاد وغزا کا شوق دامن گیر ہوا اور اس مقصد سے اپنے برادران اور اقرباء کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ ناظم گورکھپور کی سرکار کے سپاہیوں میں شامل ہوگئے۔

اسی زمانہ میں اس نواح کے راجہ نے بغاوت کردی اور جمعہ کا دن مقابلہ کے لئے طے ہوا، اور ناظم مقابلہ کے ارادہ سے باہر آیا، شاہ آیت اللہؒ نے ان سے فرمایا کہ آج جمعہ کا روز ہے، پہلے نماز ادا کریں اس کے بعد مقابلہ کے لئے آئیں، ناظم نے جواب دیا کہ جب تک میں جمعہ کی نماز پڑھوں گا اس وقت تک دشمن اپنا کام نکال لیں گے، میں دیر نہیں کرسکتا۔ آپ پیر زادہ ہیں، آپ نماز پڑھیں اور توجہ کریں کہ فتح نصیب ہو، یہ جواب سن کر وہ نماز میں مشغول ہوگئے، امیر نے جنگ شروع کی اور سخت ہزیمت اٹھائی، شاہ آیت اللہؒ نماز پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور میدانِ کارزار کی طرف چلے، جب شہر کے دروازے تک پہنچے تو دیکھا کہ سرکاری فوج ناظم کی سرکردگی میں پسپا ہوکر واپس آرہی ہے، انھوں نے یہ منظر دیکھ کر فوج کو دوبارہ حملہ کرنے پر اُبھارنا چاہا اور طرح طرح سے ہمت دلائی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا، فوج کے ایک آدمی نے کہا کہ کسی پر آسمان پھٹ پڑے تو کیسے برداشت کرسکتا ہے، آپ اتنی مختصر جماعت کے ساتھ کیا کرلیں گے، بہتر یہ ہے کہ آپ واپس لوٹ جائیں، ان سے ناامید ہوکر انھوں نے بہ نفسِ نفیس علم نصرت بلند کیا اور آگے بڑھ کر باغیوں پر حملہ آور ہوئے اور نہ جانے کتنے سر قلم کئے اور راجہ اور باغی فوج کے متعدد افسران اس معرکہ میں مقتول ہوئے، اس معرکہ میں ان کے دو حقیقی بھائی اور سید شاہ علم اللہؒ کے داماد سید محمد رحیم بھی شریک تھے، سید محمد رحیم نے جامِ شہادت نوش کیا، اور باقی سب لوگ مظفر ومنصور واپس ہوئے۔(۱)

---

(۱) اعلام الہدی وتذکرۃ الابرار۔

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن مجید اس قدر اچھا حفظ تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد ماجد سید شاہ علم اللہؒ نے ان کو رمضان میں تراویح سنانے کے لئے نصیر آباد سے تکیہ بلوایا، ان کے چچا سید خواجہ احمد نصیر آبادی نے یہ سن کر فرمایا کہ جب تک میں تمھارے پیچھے پورا قرآن نہ سن لوں گا تم کو اجازت نہ دوں گا، اب معاملہ نازک تھا، والد کی تعمیلِ حکم میں چچا کی دل شکستگی تھی اور چچا کی اطاعت میں والد کی مخالفت، انھوں نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ رمضان کی پہلی شب میں پورا قرآن مجید ختم کر دیا اور اپنے چچا کی دعا لیتے ہوئے صبح تکیہ روانہ ہو گئے۔

شجاعت و شناوری کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ کسی سفر میں دریائے گنگا عبور کرنا چاہا، لیکن ملاح نے کسی وجہ سے کشتی نہ دی، ایک بہت بڑا بوجھ ان کے ساتھ تھا، انھوں نے لنگی باندھ لی، اور کچھ لوگوں نے بوجھ اٹھا کر ان کے سر پر رکھ دیا اور اس بوجھ کو لے کر سلامتی کے ساتھ دریا کے پار اتر گئے۔

ورع و تقوی، سخاوت و انابت اور دیگر اوصاف حمیدہ اور مکارمِ اخلاق میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے، سید شاہ علم اللہؒ کے انتقال کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا اور اسی روش پر گامزن رہے، بکثرت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا اور ان کی صحبت و تربیت میں رہ کر نسبت خاصہ سے بہرہ ور ہوئے اور بعض مریدین و اہلِ اختصاص کی صحبت میں وہ کیمیا اثری پیدا ہوئی کہ محض ان کے پاس چند لمحہ بیٹھ جانے سے لوگوں کا دل دنیا سے سرد ہو جاتا تھا اور فنائیت و بے نفسی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی تھی۔(۱)

آخر میں بعض چیزوں سے دل شکستہ ہو کر اورنگ زیب عالمگیر کے لشکر چلے گئے، اور اپنے باکمال فرزند سید محمد ضیا کو اپنا جانشین مقرر کیا، اس کے کچھ ہی روز بعد

(۱) ان کے ایک مرید محمد اشرف اہلِ دل کے اس قافلہ میں زیادہ ممتاز تھے اور بڑے قوی نسبت بزرگ تھے، ان کا ذکر سیرتِ علمیہ اور برکاتِ احمدیہ میں بلند الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

علیل ہوئے اور بیماری نے نزاکت اختیار کرلی، انتقال کے وقت ان کے بھائی سید محمد ہدی اور فرزندانِ گرامی سید محمد احسن وسید عظیم الدین شہید اور دوسرے خدام واہلِ تعلق چارپائی کے پاس موجود تھے، کچھ دیر نصیحتیں فرمائیں اور کچھ وصیتیں کیں، کسی کو اندازہ بھی نہ تھا کہ یہ وقت آخر ہے، اس کے بعد چند مرتبہ سورۂ إذا زلزلت الأرض تلاوت فرمائی اور چادر اوڑھ لی، لوگوں کو خیال ہوا کہ سوگئے، جب اسی حال پر ایک ساعت گزر گئی تو ایک امیر نے جو حضرت شاہ علم اللہؒ کے مرید تھے، حال دریافت کیا، لوگوں نے کہا کہ کچھ دیر پہلے سورہ إذا زلزلت الأرض پڑھی اور اب شاید آرام فرما رہے ہیں، اس نے یہ سن کر کہا وہ ہمیشہ کے لئے آرام کررہے ہیں، اور اپنے رب سے جا ملے ہیں، جب تحقیق کی گئی تو یہ بات صحیح نکلی۔

تجہیز وتکفین کے بعد لاش تابوت میں رکھ کر رائے بریلی لائی گئی اور اپنے والد نامدار کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔(۱)، تاریخِ وفات ۱۲؍رجب، روزِ جمعہ ۱۱۱۶ھ ہے، سید شاہ آیت اللہؒ کے دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے تھے، سید محمد احسن، سید محمد ضیاء، سید عظیم الدین شہید، سید محمد فیاض اور سید محمد صابر۔ یہ سب صاحبزادے ورع وتقوی، شجاعت وسخاوت اور تعلق مع اللہ میں اپنے والد کے نقشِ قدم پر تھے اور ان سب کے حالاتِ زندگی بہت اعلی وارفع ولائقِ رشک ہیں، لیکن سید محمد ضیاء اور سید محمد صابر اس شعبہ میں بہت ممتاز اور فائق نظر آتے ہیں، ان حضرات کا تذکرہ انشاء اللہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

سید شاہ محمد ہدیؒ

سید شاہ محمد ہدیؒ، ایثار وسخاوت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اور اسی کے ساتھ زہد وعبادت اور سلوک وریاضت میں بھی بہت بلند مرتبہ کے مالک اور عجیب و

(۱) سیرتِ علمیہ وتذکرۃ الابرار وبرکاتِ احمدیہ (قلمی)

www.abulhasanalinadwi.org

غریب کمالات کے حامل تھے، مصنف ''سیرتِ علمیہ'' نے اعلام الہدی کے حوالہ سے ان کے جو واقعات لکھے ہیں ان کو پڑھ کر متقدمین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

''اس امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کا پہلا حصہ بابرکت ہے یا بیچ کا یا آخر کا۔

أو كما قال عليه الصلاة و السلام.''

ان کی سیرت میں سید نازین العابدین کی اس شان کی جلوہ ریزی تھی جس کے متعلق فرزدق نے یہ مشہور شعر کہا تھا:

ما قال لا قط إلا في تشهده

لو لا التشهد كانت لاؤه نعم (۱)

مصنف ''نزہۃ الخواطر'' کے جو عموماً بہت جچے تُلے الفاظ کا استعمال کرنے کے عادی ہیں اور القاب وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں، ان کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں:

''لم يكن في زمانه مثله في الإعطاء و الكرم''

سیرتِ علمیہ کے مصنف مولانا حکیم سید فخر الدین، اعلام الہدی مؤلفہ سید محمد نعمانؒ کے حوالہ سے ان کے داد و دہش اور جود و سخا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نہیں'' کہنا جانتے ہی نہ تھے، داد و عطا کے وقت ان کو اس کا خیال ہی نہ رہتا تھا کہ سیکڑوں دے رہے ہیں، یا ہزاروں (۲)، اس کی فکر کبھی دامن گیر نہیں ہوتی تھی کہ اس قدر بذل و عطا اور مسلسل جود و سخا کے بعد گزر اوقات کیسے ہوگی اور ضروریات کیسے فراہم ہوں گی، ان کی شان ''يؤثرون على أنفسهم و لو كان بهم خصاصة''

---

(۱) انھوں نے تشہد کے علاوہ کسی اور جگہ 'لا' (نہیں) نہیں کہا، اگر تشہد کا مسئلہ نہ ہوتا تو شاید وہ یہاں بھی 'نعم' یعنی ''ہاں'' کہتے۔

(۲) سیرتِ علمیہ (قلمی)

www.abulhasanalinadwi.org

کے مطابق تھی۔

مولانا سید محمد نعمانؒ جو مولانا سید محمد ہدی کے پوتے اور خود ایک عالمِ ربانی اور صاحبِ نسبت شخص تھے، شہادت دیتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوا کہ کئی کئی فاقوں کے بعد کوئی چیز میسر آئی اور اسی وقت کوئی سائل یا صاحبِ حاجت آ گیا اور وہ چیز اس کے حوالہ کر دی، یہاں تک ہوتا کہ کوئی حاجت مند سائل آتا اور اس وقت کوئی چیز دینے کو نہ ہوتی تو گھر تشریف لے جاتے اور اپنی اہلیہ محترمہ کا کوئی زیور سائل کو عطا فرما دیتے، سونے چاندی یا سونے چاندی کے سامان تک کو ہاتھ لگانا پسند نہ فرماتے تھے۔

یہ حال کسی مجبوری یا غربت و افلاس کی وجہ سے نہ تھا، کئی جگہ جاگیریں تھیں، بڑے صاحبزادہ سرکار اعظم شاہ میں ایک اچھے منصب پر فائز تھے، خود بادشاہ کے لشکر میں ملازم تھے، اور اس کا مشاہرہ ملتا تھا، اس کے علاوہ اپنے والد ماجد کے مخلصین و اہلِ تعلق کی طرف سے ہدایا بھی آتے تھے لیکن دل کا معاملہ کچھ اور ہی تھا اور اس کی وجہ سے ساری جاگیر و دولت ان کے حق میں بچوں کے کھیل، یا ہاتھ کے میل سے زیادہ بے وقعت اور کم قیمت ہوگئی تھی اور اتنی وافر آمدنی کے باوجود ہزاروں قرض ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک جاگیر سے ۱۲/ ہزار دینار (سکہ عالمگیری) آئے اسی مجلس میں سب تقسیم فرما دیے اور دامن جھاڑ کر اٹھ گئے اور رات فاقہ سے گزار دی، صاحبِ ''اعلام الہدیٰ'' ان کی اس شان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''درویش سیرت در لباس اہلِ دنیا و قلندر سریرت در صورت اغنیاء و کامل عامل آیہ کریمہ "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" بود و لیل و نہار کارایشاں ایثار لوجہ اللہ الغفار بود۔''

(اہل دنیا کے لباس میں درویش سیرت اور امراء و اغنیاء کے لباس میں قلندر صفت "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" پر

www.abulhasanalinadwi.org

پوری طرح عامل، اور شب و روز سخاوت و ایثار سے مخمور)۔

ان کے ایثار و سخاوت بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں قربانی و مجاہدہ یا جذب و حال کے واقعات ایسے محیر العقول اور اس زمانہ کے معیار سے اس قدر بلند اور اس کے مزاج سے اتنے بعید ہیں کہ ان پر شاعری اور مبالغہ آرائی کا شبہ ہونے لگتا ہے، لیکن یہ واقعات اس شخص کے قلم سے ہیں جس کی ثقاہت شبہ سے بالاتر اور جس کا علمی و روحانی مرتبہ اور روحانیت و للّٰہیت ناقابلِ تردید ہے، اور جس کے تذکرہ کے لئے خود ایک علیحدہ باب کی ضرورت ہے، ذیل میں اس سلسلہ کے صرف چند واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں کہ اس سے زیادہ کی نہ ہم کو ضرورت ہے نہ ہمت۔

ایک مرتبہ لشکر میں سخت قحط پڑا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے اپنے کو فروخت کرنا شروع کر دیا، سید محمد مہدیؒ نے ان میں سے تین سو آدمیوں کو خرید لیا اور جب تک قحط رہا ان کو کھلاتے پلاتے رہے، قحط ختم ہوا تو ان سب کو آزاد کر دیا۔(۱)

لشکر ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ تین فاقے ہو چکے تھے، خادم داؤد کسی جگہ سے سو روپے کا انتظام کر کے لائے اور مصلحتاً اس کو چار جگہ چھپا دیا، تھوڑی دیر میں ایک سائل آیا، خادم سے دریافت حال فرمایا کہ کوئی چیز ہے؟ انھوں نے جواب دیا نہیں! (گفتند بر پائے من دست بگذار) مجبوراً ۲۵/ روپیہ ایک جگہ سے لا کر پیش کئے، سب اس سائل کو عنایت فرما دئے۔ اسی طرح متواتر کئی سائل آئے اور سب روپیہ ختم ہو گیا اور چوتھے فاقہ کی نوبت آ گئی، صبح کو داؤد سے کچھ کام کے لئے کہا، انھوں نے جواب دیا کہ بھوک کی وجہ سے قوت بالکل ختم ہو چکی ہے، فرمایا اے نامرد! چار فاقہ میں ہمت چھوڑ دی، اس کے بعد فرمایا کہ اس وقت مجھے غرباء کی دعوت کرنی ہے اس کا انتظام کرو، چنانچہ ایک جگہ سے ایک ہزار چار سو روپئے کی مالیت کا سونا قرض لیا اور اس کو

---

(۱) اعلام الہدی۔

www.abulhasanalinadwi.org

فروخت کر کے دعوت کا انتظام کیا اور لوگوں کو صلائے عام دے دی اور خود یہ وقت بھی فاقہ سے گزارا۔

سخاوت وداد ودہش کا یہ شوق یا جذب وحال اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ناممکن تھا کہ کوئی شخص ان سے ملے یا ان کے پاس سے بلا دعوت یا عطیہ کے خالی ہاتھ گزر جائے۔

ایک مرتبہ ان کے مکان کے پاس ایک بارات ٹھہری، پوری بارات کو مہمانی میں لے لیا اور اس کے مصارف برداشت کئے۔

جاگیر کے دو تین گاؤں گھر والوں کے اخراجات کے لئے مخصوص کر دئے تھے اور دو تین عزیز واقارب واہلِ محلّہ کے لئے، باقی خود اپنے مصارف میں لاتے، لیکن یہ مصارف صرف یہی تھے جس کا تذکرہ ابھی گزرا ہے۔

شجاعت وسخاوت کے ان اوصاف وکمالات کے ساتھ تعلق مع اللہ، انابت اور زہد وتقوی کی وہ دولت حاصل تھی جو اس قسم کے سارے اعمال کی جان ہے، اور جس کے بغیر بڑے سے بڑا کمال بے قیمت اور بڑے سے بڑی ریاضت ونفس کشی ناقابلِ اعتماد ہے، ان کی چچی (والدہ سید محمد ممتاز) بیان کرتی ہیں کہ کم عمری ہی سے نصف شب کے بعد بیدار ہوجاتے تھے اور نمازِ تہجد کے بعد قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔

دوسرے مشائخ کی طرح طلوع صبح تک اور عصر ومغرب کے درمیان مراقبہ کا معمول تھا اور اس دستور میں شاذ ونادر ہی فرق آتا تھا۔

اکثر اوقات تلاوت سے معمور رکھتے، ایک ہفتہ میں آسانی کے ساتھ ایک قرآن مجید ختم کر لینے کا معمول تھا۔

بیعت کی عام اجازت نہ تھی، بہت مشکل سے بیعت کرتے تھے اور صرف

www.abulhasanalinadwi.org

طلبِ صادق رکھنے والوں ہی کو طریقت کی تعلیم فرماتے اور وہ بھی اخفاء و خاموشی کے ساتھ۔

زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ حال تھا کہ سارے وسائل و اسباب کے باوجود پختہ مکان بھی نہ بنایا، جب کسی نے اس کی ترغیب دی تو ارشاد فرمایا کہ دنیا کی چند سانسیں ہیں، چھپر میں گزر گئیں یا حویلی میں، دنیا کی ناپائیدار تعمیر میں کچھ صرف کرنا اس کو ضائع کرنا ہے۔ ہوشیار آدمی کو چاہئے کہ اپنا روپیہ آخرت کی پائیدار عمارت کی تعمیر میں لگائے، کچا مکان بنایا اور جنگل کی لکڑیوں اور پتوں کا چھپر ڈال لیا اور عمدہ عمارتی لکڑی تک سے پرہیز کیا، مولانا حکیم سید فخر الدین مصنف ''سیرت علمیہ'' و ''مہر جہاں تاب'' نے ان کی زندگی کے اس عجیب رنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے خوب لکھا ہے، اور ان کی صحیح تصویر کھینچ دی ہے:

''نان ایں جہاں خوردند و کار عقبیٰ ساختند در لباس دنیا کار فقراء کردند و ہر چہ از دنیا یافتند بکار آخرت ساختند''۔

(اس جہاں کی روٹی کھائی، اور آخرت کا کام بنایا، لباسِ دنیا میں فقراء کا کام کیا جو کچھ دنیا سے پایا آخرت پر لگایا)۔

نسبت باطنی اور یادداشت میں ملکہ قوی حاصل تھا، اورادِ ماثورہ، نوافل اور ذکر و شغل کا پورا التزام و اہتمام تھا، اور روپیے کی ریل پیل، آمد و خرچ اور ضیافت و مہمان نوازی اور ہمدردی و غم گساری کے کاموں اور مشغولیتوں کی وجہ سے اس کے حصہ میں کوئی کمی نہ تھی، مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان.

صاحب اعلام الہدی نے اپنی کتاب میں ان کے خوارق و کرامات کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ان کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ ان کی دنیا ان کے دین کا زینہ اور ان کی نجات کا سفینہ بن گئی اور وہ اس کے بحرِ زخار میں رہ کر بھی تر دامن نہ ہوئے،

www.abulhasanalinadwi.org

لشکر شاہی کا مشاہرہ گاؤں اور جاگیریں، اس فارغ البالی اور خوش حالی کے عہد میں کچھ معمولی بات نہ تھی، لیکن گزشتہ صفحات اس پر گواہ ہیں کہ اللہ کے بندے نے اس ساری دولت کو ہمیشہ دوسروں پر صرف کیا اور اپنے لئے فقر و فاقہ اور سلوک و مجاہدہ کی راہ پسند کی اور دمِ واپسیں تک اس جادۂ استقامت پر قائم رہے۔

شاہ گردی کے زمانہ میں وطن میں قیام رہا، جب سلطنت کو استقرار نصیب ہوا تو لشکرِ شاہی تشریف لے گئے اور اپنے فرزند سید محمد سنا اور برادر زادہ سید محمد باقی کو بھی اپنی معیت میں رکھا، بادشاہ کا کوچ حیدرآباد کی طرف ہوا، سید محمد ہدی راستہ میں برہان پور کے قریب بیمار ہوئے، سید محمد سنا فرماتے ہیں کہ: ''۱۹ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو استحضار کی کیفیت ہوئی، پالکی اسی وقت راستہ کے ایک کنارے پر رکھ دی گئی، اور کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے، کہار ہندو تھے، ہم نے پسند نہیں کیا کہ جنازہ غیر مسلم لے چلیں، چنانچہ پالکی میں بانس لگا کر بعض خدام اور ہم لوگوں نے اس کو خود برہان پور پہنچایا، میر محمد باقی، میر محمد فیاض، سید فیض اللہ گردیزی اور علی اصغر وغیرہ ہمارے ساتھ تھے، برہان پور میں ایک نقشبندی شیخ کی خانقاہ میں تدفین عمل میں آئی اور ایک سال تک وہیں مدفون رہے۔ میں لشکر کے ساتھ حیدرآباد چلا گیا، ایک سال کے بعد بعض اعزہ وطن سے آئے اور تابوت لے کر برہان پور سے وطن کو روانہ ہوئے، اس زمانہ میں ہندوستان میں تابوت کو مال و زر کی منتقلی کے لئے خوب استعمال کیا جارہا تھا اور اس کی وجہ سے قافلے اکثر خطرہ کی زد میں رہتے تھے اور ڈاکو اکثر اس دھوکہ میں تابوت کو تباہ و برباد کر دیتے تھے اور آدمیوں کو مار ڈالتے تھے، اس تابوت کو لے جانے والے بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی منزل پر ٹھہرتے اور اندیشہ محسوس کرتے تو اکثر سید محمد ہدیؒ خواب میں نظر آتے اور رحلت یا اقامت کے سلسلہ میں کچھ اشارہ فرماتے، چنانچہ ایک شب خواب میں دیکھا کہ تابوت کی طرف پُشت کئے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ہاتھ میں تسبیح لئے اطمینان سے بیٹھے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج اسی جگہ قیام کرو، قافلہ کے لئے خطرہ ہے، اسی طرح کیا گیا، کئی دن گزرنے کے بعد ہم لوگوں نے دیکھا کہ قافلہ کے آدمی جن کا ہم نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، مجروح وشکستہ حالت میں واپس آرہے ہیں اور ان کا سب اسباب وسامان لوٹ لیا گیا ہے، دوسری شب کو پھر خواب دیکھا فرمایا کہ آج سفر کرو خیریت ہے، اسی طرح تمام منزلوں پر ہوتا رہا اور ان ہی کے اشارہ پر سفر تمام ہوا اور ہم لوگ خیریت وسلامتی کے ساتھ وطن پہنچے اور پہلے نصیر آباد میں قیام کیا۔

سید محمد نورؒ (فرزند سید محمد ہدیٰؒ) کا بیان ہے کہ ایک سال گزر جانے کے بعد بھی لاش ایسی تھی جیسے آج انتقال فرمایا ہو، وہاں سے تابوت رائے بریلی لایا گیا اور قلعہ میں سید محمدؒ کی خانقاہ میں ایک شب گزار کر صبح دائرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ مسجد کے شمالی دروازہ کے بالکل سامنے اس چبوترہ پر مدفون ہیں جو مشرق سے مغرب تک مستطیل ہے اور کنویں سے متصل ہے۔ (۱)

سید محمد ہدی نے دو لائق فرزند یادگار چھوڑے، سید محمد نور اور سید محمد سنا۔ ان دونوں کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

سید ابو حنیفہؒ

سید ابو حنیفہؒ سید شاہ علم اللہؒ کے تیسرے اور بہت محبوب فرزند تھے، بہت کم عمر پائی، لیکن اس کم عمری میں آخرت کی حیاتِ جاودانی کا پورا سامان کیا۔

صاحب اعلام الہدی لکھتے ہیں کہ سید شاہ علم اللہؒ کو ان سے بے حد محبت تھی، سفر حج میں بھی ان کی مفارقت گوارا نہ ہوئی اور اپنے ساتھ لے گئے، سید شاہ علم اللہؒ نے بہت اہتمام کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی اور تعلیم دی، علوم باطنی اور سلوک کی

(۱) اعلام الہدی، برکاتِ احمدیہ، تذکرۃ الابرار (قلمی) نزہۃ الخواطر، ج:۶ (مطبوعہ)

www.abulhasanalinadwi.org

تکمیل بھی اپنے والد کے ذریعہ کی، لطافت و پاکیزگی اور نزہت و نظافت میں کمال درجہ ممتاز اور بہت سے صفات وکمالات کے حامل تھے،۳۲؍سال کی عمر میں سحر کا اثر ہوا اور اسی میں انتقال فرمایا، استحضار کا وقت ہوا تو سید شاہ علم اللہؒ ان کے پاس بیٹھ کر سورۂ یسین پڑھنے لگے لیکن رقت اور تأثر کی وجہ سے ایک جگہ ان کی آواز بند ہوگئی، سید ابو حنیفہ نے فرمایا (بابا چنیں باید خواند) بابا اسی طرح پڑھتے رہیں، سید شاہ علم اللہؒ نے فرمایا جان پدر تم بھی پڑھتے رہو، انھوں نے جواب دیا کہ اس وقت اس کا پڑھنا نزولِ رحمت کا موجب ہے، میں بھی پڑھ رہا ہوں، بوقتِ شب ربیع الاول ۱۰۸۸ھ کو اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

والدہ محترمہ کے رونے کی آواز ٹھیک سے ظاہر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سید شاہ علم اللہؒ نے فوراً منع فرمایا اور کہا کہ اگر اُف بھی کیا تو میں گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔

گھر سے کوئی آواز اور آہٹ بھی ایسی نہیں سنی گئی جس سے اس واقعہ کا علم ہوتا، اہلِ خانقاہ کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، شاہ صاحب نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، نماز کے بعد خلافِ معمول مصلے سے اٹھ کر دروازے تک آئے اور خدامِ خاص میں سے ایک کو بُلا کر فرمایا کہ رات میاں ابوحنیفہ کا انتقال ہوگیا، تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا چاہیے، اسی دن دفن کرنے کے بعد متوجہ ہوکے فرمایا: الحمد للہ میاں ابوحنیفہ اس دنیا سے دولتِ ایمان کے ساتھ گئے۔

ایک ضعیفہ روزانہ چرخہ چلایا کرتی تھیں، گھر تشریف لے گئے، فرمایا آج چرخہ کیوں بند ہے؟ ان بڑی بی نے عرض کیا حضرت ایسا لائق و جوان بیٹا دنیا سے اُٹھ جائے اس کے غم میں ہم چرخہ بھی بند نہ کریں؟ فرمایا یہ سب قضا و قدر کی باتیں ہیں، اللہ کے حکم میں کسی کو دم مارنے کا چارہ نہیں، زندگی مستعار ہے، راضی برضا رہنا چاہیے، تم اپنا کام بند نہ کرو۔(۱)

---

(۱) سیرتِ سید احمد شہیدؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

سید محمد جیؒ

سید محمد جیؒ سید شاہ علم اللہؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے لیکن ان کے کبار خلفاء میں ہیں، بہت بلند احوال کے مالک اور قوی النسبت شیخ تھے، ساری عمر زہد وعبادت، نصیحت وموعظت، پیروئ سنت، عمل برعزیمت اور اتباعِ شریعت میں گزری اور کسی موقع پر اس میں کوئی کمزوری یا لغزش نہ آئی، طریقت کے حقائق و معارف کے بیان اور ارشاد وتربیت میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور ایک طویل عرصہ تک ان کے بابرکت وجود اور روحانی فیض سے ہزاروں بندگانِ خدا نے فائدہ اٹھایا اور حق کا راستہ پایا۔

۱۰۷۰ھ میں ولادت ہوئی اور سن شعور ہی سے والد ماجد کے زیرِ تربیت رہے اور علومِ ظاہری و باطنی دونوں سے بہرہ ور ہوئے، آغازِ شباب ہی سے اسباب سعادت ان کے لئے مہیا اور آثار ولایت ان کے چہرہ سے عیاں تھے ؎

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

طریقت وسلوک کے انتہائی کمالات اور قرب ووصول کے مقامات اپنے والد کی زندگی اور ان ہی کی نگرانی اور رہنمائی میں طے کئے۔

شریعت وطریقت میں سید شاہ علم اللہؒ کے نقشِ قدم پر اور حقائق ومعارف الٰہیہ کے بیان میں ان کی زندہ تصویر تھے، ان کی مجلس میں بیٹھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سید شاہ علم اللہؒ کی مجلس میں ہے اور ان کے فیضِ صحبت سے مستفید ہو رہا ہے، سید محمد جیؒ کا بیان ہے کہ چوں کہ رسول اللہ ﷺ بھی امی تھے اس لیے والد ماجد نے بھی محض آپ کی اتباع کے شوق میں نوشت وخواند اور خط وکتابت ترک کر دی تھی اور اس طرح کی تمام چیزیں میرے سپرد کر دی تھیں، جو کچھ لکھوانا ہوتا تھا اپنی زبان گہربار

www.abulhasanalinadwi.org

سے ارشاد فرمادیتے اور میں اس کو قلمبند کر لیتا، اس وجہ سے میں ہمیشہ سایہ کی طرح ان کے ساتھ رہا، آخری ایام میں خلق سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے، اگر کوئی زیارت کے لئے آتا تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر مشتمل ایک لکھا ہوا مضمون مجھے عنایت فرماتے کہ پہلے یہ ان کو جا کر سناؤ، پھر اگر ضرورت ہوتی تو میرے مشورہ کے بعد ملاقات کے لئے باہر تشریف لاتے، ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں کمال شفقت کے ساتھ مجھ سے ضرور مشورہ فرماتے۔(۱)

اپنا عمامہ، قمیص، شیخ الاسلام سید آدم بنوریؒ کی ایک ٹوپی اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کی دستار مبارک، اپنا قرآن مجید جس میں خود تلاوت فرماتے تھے، اور اس طرح کے سارے تبرکات سید شاہ علم اللہؒ نے سید محمد جیؒ کو عطا فرمائے، اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ساتھ اپنی وہ اصل دولت بھی عطا فرمادی جس کی وجہ سے یہ تبرکات، تبرکات سمجھے جاتے ہیں۔

سید شاہ علم اللہ کے انتقال کے وقت سید محمد جی کی عمر ۲۶ رسال تھی، ایسے مشفق ومہربان باپ اور ایسے مرشد ومربی کا سایہ عین جوانی میں سر سے اٹھ جانا بہت بڑا حادثہ تھا، اس کا اثر ان کے دل پر قدرتی طور پر بہت پڑا، اور وہ زمانہ بڑے مصائب اور تکلیفوں میں گزرا، چنانچہ رفعِ کدورت کے لئے وطن کو خیر باد کہہ کر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے اور دو سال کے بعد وطن واپس تشریف لائے اور اس دو سال کی مدت میں مختلف مشائخ بالخصوص حضرت مجدد الفِ ثانیؒ شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی کے خلفاء سے پورا فائدہ اٹھایا اور فیض حاصل کیا۔

آبائی مکان پر قیام کرنے کے بجائے اس سے ایک میل شرعی کے فاصلہ مشرقی جانب اندورنِ قلعہ قیام فرمایا اور وہاں ایک نیا مکان اور نئی مسجد تعمیر کی اور اپنے

(۱) اعلام الہدی، سیرت علمیہ، ودیگر مصادر۔

www.abulhasanalinadwi.org

والد کے اصحاب اور سالکین راہ کے ساتھ ارشاد و ہدایت اور خدمت خلق میں مشغول ہوگئے، تھوڑے ہی عرصہ میں قبولِ عام اور رجوعِ تام حاصل ہوا، اور یہ جگہ ایک ایسا مرکز اصلاح بن گئی جہاں ان کے والد ماجد سے تعلق رکھنے والے تمام اشخاص اور دوسرے طالبانِ حق جوق در جوق آتے اور اپنی پیاس بجھاتے، نہ جانے اللہ کے کتنے خوش قسمت بندے ان کے انفاس متبرکہ کی برکت اور فیض صحبت سے قیدِ خود پرستی سے آزاد اور قرب ووصال کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

ارشاد و ہدایت کا یہ شہرہ اتنا بڑھا کہ ایک روز ناظم صوبہ الہ آباد (جو ہندو تھا) رائے بریلی وارد ہوا اور سید محمد جیؒ کی زیارت وشرف ملاقات کے لئے قلعہ کے اندر خانقاہ میں پہنچا، سید محمد جیؒ اس وقت مکان میں تشریف لے جا چکے تھے، ناظم نے حاضری کی اطلاع دی اور آرزوئے ملاقات ظاہر کی، انھوں نے فرمایا کہ اگر جامع مسجد میں فقیر کی موجودگی کے وقت تشریف لے آتے تو ملاقات ومصافحہ سے کچھ عذر نہ تھا، امر بالمعروف اور دعوتِ اسلام کے بعد اپنے حق سے بری الذمہ ہوجاتا، لیکن اب تمنائے اسلام کے بغیر حجرہ سے باہر آنا اور آپ سے ملاقات کرنا میرے لئے مشکل ہے، اگر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ہو تو شوق سے تشریف رکھیں، ملاقات کروں گا اور اپنا بھائی سمجھوں گا، ورنہ واپس تشریف لے جائیں، یوں یہ فقیر اللہ کے تمام بندوں کے لئے دعا گو ہے، اس نے یہ سن کر پیغام رساں سے کہا کہ وہ تو اپنے حقوق سے عہدہ برآ ہوگئے اور میں اپنی بے نصیبی کی وجہ سے دولتِ دیدار سے محروم رہا، اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس زمانہ میں ایسا شیخ اور سید دیکھنے میں نہیں آیا، عام طور پر تو مشائخ امیروں اور ناظموں کی آمد کی تمنا میں رہتے ہیں، اس کے لئے مختلف حیلے اور ترکیبیں کرتے ہیں کہ امراء واغنیاء ان کے آستانہ پر حاضر ہوں اور اس مقصد کے حصول کو معراج دنیاوی سے کم نہیں سمجھتے، لیکن اس سید عالی ہمت کی شان ہی دوسری ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ساری زندگی اسی زہد وتقوی اور ارشاد وتربیت میں گزار کر ۲۴ ربیع الثانی ۱۱۵۶ھ کو مالکِ حقیقی سے جا ملے اور عشاء ومغرب کے درمیان مسجد سید شاہ علم اللہؒ کے جنوب مغرب میں ''مولسری'' کے درخت کے نیچے آسودۂ خاک ہوئے۔

ان کی نسبتِ صحیحہ اور دعوتِ باطنی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالحیؒ نے حسبِ ذیل الفاظ لکھے ہیں جس سے ان کے علوئے مرتبت پر روشنی پڑتی ہے:

"و کان آیة باهرة و نعمة ظاهرة فی النسبة الصحیحة وقوة التأثیر فی إلقاء النسبة."

(نسبتِ صحیحہ، قوتِ تاثیر اور توجہ ڈالنے میں وہ اللہ تعالی کی کھلی ہوئی نشانی اور نعمت تھے)

صاحبِ ''بحرِ زخار'' نے شاہ صاحب کے فرزندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے:

''خصوصاً میر سید محمد از ہم خرد تر بود و مانند آخریں مصرعہ رباعی، از غایت تصوف مذاق دیگر نداشت، خلائق بمدائح اومی کوشد۔''

(خاص طور پر میر سید محمدؒ ان سب سے چھوٹے اور رباعی کے آخری مصرعہ کی مانند تھے، تصوف وسلوک کے سوا اور کوئی مذاق نہ رکھتے تھے، ایک خلقت ان کی مدح میں رطب اللسان ہے۔)

معمولات

عادت شریف یہ تھی کہ عشاء کی نماز پڑھتے ہی مکان تشریف لے جاتے، اس وقت اکثر اہلِ تعلق واحباب دروازہ تک ہمراہ رہتے، صبح کی نماز کی سنتیں گھر پر پڑھتے اور اسکے بعد مسجد تشریف لاتے اور اپنے صاحبزادہ شاہ محمد عدلؒ (جو بعد میں ان کے جانشین اور بہت بڑے شیخ وقت ہوئے) کی اقتدا میں صبح کی نماز ادا کرتے،

www.abulhasanalinadwi.org

نماز اور اشراق سے فراغت کے بعد خدام و مریدین اکثر مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے اور خود دیوار کی طرف پُشت کر کے قبلہ رو ہو کر مراقب ہو جاتے، ظہر کی نماز سے کچھ وقت پیشتر مکان تشریف لے جاتے اور حوائج ضروری سے فراغت کر کے ظہر کی نماز کی تیاری کرتے اور مسجد تشریف لاتے اور پھر عشاء تک اسی قسم کے معمولات میں مشغول رہتے اور اس کے بعد زائرین و محبین کی طرف رخ کر کے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رخصت ہوتے اور دعا فرماتے۔ جس دن سفرِ آخرت تھا، اس دن بھی حسبِ دستور صبح کی نماز کے لئے مسجد تشریف لائے اور وہ سارے معمولات پورے فرمائے جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے، اس کے بعد مکان تشریف لے گئے اور ایسا تپ شدید لاحق ہوا کہ کھڑے یا بیٹھ کر نماز پڑھنا مشکل ہو گیا اور لیٹ کر نماز ادا کی، ان کا معمول تھا کہ فرائض و سنن کے علاوہ نوافل بھی عذر یا بے عذر بیٹھ کر نہ پڑھتے تھے۔ (۱)

ایک اہم تصنیف

ان کی ایک اہم تصنیف ''شرح کلماتِ نقشبندیہ'' سلسلۂ نقشبندیہ کی مخصوص اصطلاحات کی شرح و توضیح اور ان کے اسرار و معانی کے بیان میں بکثرت چیزیں لکھی گئی ہیں، اور اس سلسلہ کے بہت سے اکابر نے اس کی تشریح کی ہے لیکن اس کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں ان اصطلاحات کو نسبتاً جس عام فہم اور شگفتہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے اور ان کی جو واضح اور معین تعریف کی گئی ہے وہ اکثر کتابوں میں نہیں ملتی، اس کے ساتھ اس میں بہت سے دوسرے معارف و حقائق، علوم و اسرار اور علمی فوائد موجود ہیں جن سے مصنف کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ لکھنے والے کا خود اپنا حال دل ہے جو وہ ''حدیثِ دیگراں'' کے پردہ میں بیان کر رہا ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحیؒ نے ''سیرت علمیہ'' کے حواشی پر اس کتاب کے متعلق یہ لکھا ہے:

---

(۱) برکاتِ احمدیہ از مولانا سید ابوالقاسم ہسویؒ (قلمی)

www.abulhasanalinadwi.org

''از تصانیفش شرح کلمات خواجگان نقشبند در غایت متانت و توضیح یادگار است، بہتر ازاں شرح نہ دیدہ شد۔''

(ان کی تصنیفات میں شرح کلمات خواجگان نقشبند متانت وتوضیح میں یادگار ہے، اس سے بہتر شرح نظر سے نہیں گزری۔)

راقم سطور نے کتاب کا جو مجموعہ دیکھا ہے اس سے اس بات کی حرف بہ حرف تصدیق ہوتی ہے، جملہ کے دوسرے جز یعنی (بہتر ازاں شرح نہ دیدہ شد) کی اہمیت و وقعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ مصنف ''نزہۃ الخواطر'' اور ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند'' کا قول ہے جس کے قلم نے ساڑھے چار ہزار سے زائد اعلام کا تذکرہ لکھا ہے۔

اس کتاب کے دو نادر قلمی نسخے مولانا سید عبدالحیؒ کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں، ان میں سے ایک اسی خاندان کے ایک فرد سید نجم الہدیٰؒ کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا ہے، کتاب کے پہلے صفحہ پر ان کے قلم سے یہ تمہیدی سطور موجود ہیں:

''ایں نسخۂ متبرکہ را فقیر از رامپور از دست خود نقل نمودہ بود، ازاں کتابے کہ نقل نمودم بسیار از روئے الفاظ غلط بود لہذا ایں ہم از روئے الفاظ غلط است، اتفاق مقابلہ بکتاب صحیح نہ شدہ است، امید کہ ہر کہ بخواند صحت کردہ و تحقیق کردہ بخواند، ہر کہ خواند طمع دعا دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم، والسلام علی من اتبع الھدی، کاتبہ و مالکہ فقیر محمد نجم الہدی۔''

(اس متبرک نسخہ کو فقیر نے اپنے ہاتھ سے رامپور میں نقل کیا، جس کتاب سے میں نے اس کو نقل کیا اس میں از روئے الفاظ غلطیاں بہت تھیں، لہذا اس میں بھی وہ غلطیاں باقی ہیں، صحیح نسخہ سے مقابلہ کا موقع نہ مل سکا، امید ہے کہ جو اس کو پڑھے گا وہ

www.abulhasanalinadwi.org

صحت اور تحقیق کا خیال رکھے گا۔ جو اس کو پڑھے میں اس سے دعا کا امیدوار ہوں اس لئے کہ بندہ گنہگار ہوں، و السلام علی من اتبع الھدی، کاتب و مالکِ کتاب ہذا فقیر محمد نجم الہدی۔)

دوسرا نسخہ زیادہ صحیح ہے اور اس میں وہ غلطیاں نہیں ہیں، یا نہ ہونے کے برابر ہیں جو اس نسخہ میں جا بجا ملتی ہیں۔

اس نادر اور بیش قیمت کتاب کے جستہ جستہ اقتباسات یہاں پیش کئے جاتے ہیں، اس سے ہم ان کے خیالات اور دلی جذبات کو خود ان کے الفاظ میں سمجھ سکیں گے۔

مشائخ نقشبندیہ کی مشہور اصطلاح خلوت در انجمن کی تشریح انھوں نے جس طرح کی ہے اس سے ان کی بلند نظری اور علوئے مرتبت کا اندازہ ہوتا ہے اور بہت سی وہ مشکلات حل ہو جاتی ہیں جو اس زمانہ کے سالکین و اہلِ حق کو پیش آتی ہیں، یہ بات اس انداز میں وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ان وادیوں سے گزر چکا ہو اور سب نشیب و فراز خوب پہچانتا ہو ؎

خوشتر آید آں کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

''اے برادر! این ہم تحمل و تکلف در ابتداء و توسط است، در انتہا ازیں تحملات ہیچ در کار نیست، در عین تفرقہ جمعیت است و در نفس غفلت حاضر اند، اینجا کسے گمان نبرد کہ تفرقہ و عدم در حق منتہی مطلقاً مساوی است لا، بلکہ مراد آنست کہ تفرقہ و عدم در نفس جمعیت باطنی اور ابرابر اند۔''

(بھائی یہ سب تحمل اور تکلف ابتدا اور وسط میں ہے، انتہا میں ان تحملات کی چنداں ضرورت نہیں، اس وقت تو عین منتشار کے

www.abulhasanalinadwi.org

موقع پر سکون اور غفلت کے مواقع پر حضور نصیب ہوتا ہے اس جگہ کسی کو گمان نہ ہو کہ منتہی کیلئے تفرقہ وعدم تفرقہ مطلقاً برابر ہے، ہرگز نہیں، مراد صرف یہ ہے کہ اس کی جمعیت باطنی کے سامنے یہ دونوں چیزیں برابر ہیں۔)

آگے لکھتے ہیں:

''باید دانست کہ در بعض اوقات از تفرقہ چارہ نبود کہ حقوق خلق ادا باید کردی، پس تفرقہ ظاہر نیز در بعض اوقات مستحسن گشت، اما تفرقہ باطن در ہیچ وقتے از اوقات جائز نیست کہ آن خالص برائے حق است سبحانہ وتعالی، پس سہ حصہ از عباد مسلم برائے حق تعالیٰ شد، باطن بہ تمام، نصفے از ظاہر نیز، ونصف دیگر از ظاہر برائے ادائے حقوقِ خلق باقی ماند، اما در ادائے آں حقوق ہرگاہ امتثال اوامرِ حق سبحانہ وتعالی است آں نصف دیگر ہم راجع بحق گشت سبحانہ، إلیہ یرجع الأمر کلہ فاعبدہ و توکل علیہ، و ما ربك بغافل عما تعملون.''

(جاننا چاہئے کہ بعض اوقات انتشار وتفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ حقوق خلق کی ادائیگی ضروری ہے، پس یہ ظاہری انتشار بھی بعض اوقات مستحسن اور موجب ثواب ہے، لیکن قلبی انتشار اور دل کا مختلف چیزوں میں بٹا رہنا اور اٹکا رہنا کسی وقت بھی جائز نہیں، اس لئے کہ وہ خالص حق سبحانہ وتعالی کے لئے ہے، مسلم بندہ کی زندگی کے تین حصے حق تعالی کے لئے ہونے چاہئیں، باطن تو بلا کم وکاست، ظاہر کا بھی نصف حصہ، بقیہ نصف

www.abulhasanalinadwi.org

حقوقِ خلق کی ادائیگی کیلئے لیکن اس نصفِ آخر میں بھی ہر لمحہ اور ہر لحظہ اوامرِ الٰہی کو مدنظر رکھنا چاہئے، اس وقت یہ نصفِ آخر بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو جائے گا۔ (آیت) بے شک ہر چیز اسی کی طرف لوٹنے والی ہے، بس اسی کی عبادت کرو، اسی پر بھروسہ کرو، اور تمھارا رب اس سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔)

بیعت وصحبت کی ضرورت

بیعت وصحبت کی ضرورت اور امام ورہبر کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ایک عجیب اور آسان مثال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے لئے محض مراسلت یا محض مطالعہ کافی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ خود اپنے مطالعہ وتحقیق یا اپنے مجوزہ مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ وصول الی اللہ کے طالب ہیں، ان کی مثال اس وضو کرنے والے کی سی ہے، جو باوجود پاک وصاف ہونے اور جذبہ صادق کے امام کا محتاج ہے، اور کسی حال میں اس سے مستغنی نہیں۔

''چوں ایں ہمہ کرد مثال اور مثل کسے بود کہ طہارت اکنوں اورا با امام حاجت بود کہ با اقتدا کند، در کلام مجید فرمودہ است ''اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین.''

(ان سب ریاضتوں ومجاہدات کے بعد بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو اپنی طہارت کے شرائط تو پورے کر چکا ہے لیکن اب بھی اس کو امام کی ضرورت ہے جس کی اقتدا کر سکے، اسی لئے کلام مجید میں آیا ہے (اللہ سے ڈرو اور سچے اور مخلص بندوں کے ساتھ رہو)۔

www.abulhasanalinadwi.org

آگاہی و بے قراری

وہ کہتے ہیں کہ وصول الی اللہ کے راستہ میں جو بے آرامی و بے قراری نظر آتی ہے وہ خود بہت بڑی دولت ہے اور حفاظت کے قابل ہے، عبدیت اور محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اس درد کو سینہ سے لگایا جائے اور اس کو خدا کی بہت بڑی عنایت اور نعمت سمجھا جائے۔

''روح ذکر آنست کہ آگاہ بحق سبحانہ باشد، ایں آگاہی است کہ دل را بخود آرام دہد و از غیر خود متعرض گرداند..... کمال سعادت جز ایں نیست کہ او را حق سبحانہ و تعالی بخود مشغول گرداند ہر چہ شود از سخن بہتر باشد کہ او گرفتار آنحضرت شد جل شانہ "لیس للإنسان إلا ما سعی" آنچہ مطلوب است بے آرامی بیش نیست و نالیدن از درد و فرقت..... چوں بے قراری و بے آرامی در تو ظاہر شد با کمال بندگی مستحق شدی اگر عنایت فرمودہ بشرف یافت می شود و حصول رسانند آں کار خداوند است جل ذکرہ۔

(ذکر کی روح یہ ہے کہ حق سبحانہ کی آگاہی نصیب ہو اور آگاہی یہی ہے کہ وہ دل کو اپنے ساتھ آرام دیتا ہے اور اپنے غیر سے ہٹا دیتا ہے..... کمالِ سعادت بس یہی ہے کہ اللہ تعالی اس کو اپنے ساتھ مشغول بنالے، اور اپنے کاموں میں لگائے رکھے خواہ کچھ بھی ہو، اس سے بہتر بات کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالی کا گرفتار ہے: لیس للإنسان إلا ما سعی، جو کچھ مطلوب ہے وہ بے آرامی اور درد و فرقت کے ساتھ گریہ وزاری کے سوا کچھ نہیں ..... یہ بے قراری و بے آرامی اس کی علامت ہے کہ کمالِ بندگی

www.abulhasanalinadwi.org

اس کو حاصل ہے۔ اگر عنایت ہوگی تو مشرف وسرفراز کریں گے اور مقصود تک پہنچادیں گے، یہ کام خدا کا ہے بندہ کا نہیں۔)

ذکر کے اثرات

''باید دانست کہ قابلیت در اصل خلقت متفاوت است، کسے باشد بآنچہ از ذکر مقصود است باندک فرصت برسد و کسے باشد کہ بدیر برسد و کسے باشد کہ بتحقیقت ذکر کہ عبارت از پاک شدن دل است از التفات بغیر سبحانہ بطرف جذبہ بہ سبب مناسبتے کہ اورا باشد بالتفات خاطر برگزیدہ از غیر حق سبحانہ وتعالی مشرف شود، لیکن نگاہداشت این دولت دشوار باشد۔''

(جاننا چاہئے کہ استعداد و قابلیت انسانوں میں مختلف ہوا کرتی ہے، کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ذکر سے مقصود تک ذرا سی دیر میں پہنچ جاتا ہے، کوئی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زیادہ دیر لگتی ہے، کسی کو ذکر کی حقیقت جو غیر اللہ کی طرف التفات سے دل کو پاک کرنے کے مرادف ہے اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ کوئی جذبہ اس مناسبت سے مل کر جو اس میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اس کو اس درجہ پر اچانک پہنچادیتا ہے لیکن اس دولت کی حفاظت دشوار ہوتی ہے۔)

سید محمد ضیاء اللہ بن شاہ محمد آیت اللہ

حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے سب سے بڑے صاحبزادہ شاہ آیت اللہؒ کے پانچ صاحبزادے تھے، سید محمد احسن، سید محمد ضیاء، میر عظیم الدین شہید، سید محمد فیاض اور سید محمد صابر۔ سید محمد ضیاء نے تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور درسیات کی تکمیل بھی انھیں سے کی، شاہ آیت اللہ نے دکن کے سفر کے وقت ان کو اپنا جانشین

www.abulhasanalinadwi.org

مقرر کیا، والد کی وفات کے بعد تیس سال تک مسندِ ارشاد و اصلاح کو زینت بخشی اور بہت سے اہل ہمت و اہل طلب ان سے فیض یاب ہوئے۔

مولانا سید نعمان لکھتے ہیں کہ میں نے ان کے مرید محمد یونسؒ سے ملاقات کی اور ان کو بہت قوی النسبت اور شریعت و طریقت میں ثابت قدم پایا۔

۱۲؍رمضان المبارک ۱۱۴۶ھ کو جمعہ کے دن انتقال فرمایا، استحضار کے وقت زبان پر جزاک اللہ جاری تھا، اسی حال میں جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

دو نامور فرزند یادگار چھوڑے، ایک سید شاہ ابو سعیدؒ (م: ۱۱۹۳ھ) جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خاص رجال میں تھے، دوسرے سید محمد معینؒ۔

سید محمد صابر بن شاہ آیت اللہؒ

سید محمد ضیاء کے بعد سید محمد صابر ان کے جانشین ہوئے، اور یہ چشمۂ رشد و ہدایت، تشنگانِ معرفت کو اسی فیاضی کے ساتھ سیراب کرتا رہا۔ ابتداء میں دہلی اور سرہند تشریف لے گئے، اور خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادہ خواجہ محمد صدیق (جن کی ذات اس وقت مرجعِ خاص و عام تھی) کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہ کر سلوک کے منازل طے کئے اور اعلیٰ ترقیات و بشارات سے بہرہ ور ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ ان کی والدہ سید شاہ علم اللہؒ کی تربیت یافتہ تھیں اور سلوک و طریقت میں بہت سے مردانِ خدا اور سالکینِ راہ سے آگے تھیں، بہت قوی نسبت رکھتی تھیں، اور سید شاہ علم اللہؒ کی مجاز ارشاد اور ان کی نسبت باطنی کی وارث و امین تھیں، انھوں نے سید محمد رضا کے انتقال کے بعد اپنے لائق و ارجمند فرزند کو دہلی سے طلب کیا، پہلے ان کو اس نسبت کی توجہ دی، جو ان کو سید شاہ علم اللہؒ سے حاصل ہوئی تھی، اور اس کے بعد سید محمد ضیاء کی امانت و جانشینی ان کے سپرد کی، سید محمد صابر کو بہت قبول عام حاصل ہوا اور طالبانِ خدا ان کی تربیت میں آکر بڑی تعداد میں

www.abulhasanalinadwi.org

فائز اور کامران ہوئے اور مقصدِ اعلیٰ تک پہنچے۔

مولانا نعمان لکھتے ہیں کہ: ''اس فقیر نے ان کے بہت سے ایسے مریدوں کو دیکھا ہے جو مقصود اصلی تک پہنچ چکے تھے اور ان کو نسبت خاصہ، فراست صادقہ اور قوت کشف وادراک بھی حاصل تھی۔''

سید محمد صابر، اخلاق ومروت اور ایثار وسخاوت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، جو کوئی بھی ملنے آتا اس کو کچھ دئے بغیر کبھی رخصت نہ ہونے دیتے۔ ایک مرتبہ ایک وارد خانقاہ جو کئی روز سے رخصت ہونا چاہتے تھے اور سید محمد صابر اس وجہ سے ان کو روک لیتے تھے کہ کہیں سے کوئی چیز تحفہ میں آئے تو ان کو عنایت فرمائیں۔ یہ جانے پر زیادہ مصر ہوئے، جمعہ کا دن تھا، سید محمد صابر ایک نئی اور نفیس دستار سر پر باندھے ہوئے تھے، نمازِ جمعہ کے بعد وہی دستار انھوں نے سر سے اُتار کر ان صاحب کو عنایت فرمادی اور کہا کہ بھائی اس کو قبول کرلو اور فروخت کر کے اپنے کام میں لاؤ۔ جو شخص ملاقات کو آتا اس کے سامنے کچھ لاکر ضرور رکھتے۔

مولانا سید محمد نعمان ان کی وجاہت ظاہری وقوت روحانی اور ان کے کمال و جمال کا عقیدت ومحبت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''ان کی طرف دیکھنا سرمایۂ سرور، ان کی صحبت وسیلۂ حضور تھی، درویشانِ عالی مقام کی وجاہت ان کے جمالِ باکمال سے نمایاں اور اولیاء کرام کا نور ولایت ان کی پیشانی سے عیاں تھا، جوان کو دیکھتا جنیدؒ وشبلیؒ سے تشبیہ دیتا، اکثر میں نے ان کو عید کی نماز میں حضرت سید شاہ علم اللہؒ کا عمامہ اور قمیص پہنے ہوئے دیکھا اور کمالِ شوق وذوق سے دل میں رقت و گداز کی عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔

اس نسبت روحانی، قوت ادراک اور سماع و بدعات سے نفرت کا اندازہ ذیل کے اس واقعہ سے ہوگا:

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید نعمان، اعلام الہدی میں لکھتے ہیں کہ خانوادۂ علم اللّٰہی کے چند بچے اس زمانہ میں امیٹھی میں تعلیم حاصل کررہے تھے، ایک مرتبہ ملا جیونؒ کے عرس میں پہنچ گئے، وہاں محفلِ سماع گرم تھی، کسی نے مجلس میں کہا کہ حضرت سید صاحب (شاہ علم اللہؒ) کے فرزند یہاں موجود ہیں، اور سماع ناپسند کرتے ہیں، ان کے پاس ادب میں ہمیں سماع روک دینا چاہئے، مولانا عبداللہ امیٹھوی نے (جو ملا جیون کے پوتے اور استاد الہند ملا نظام الدین کے شاگرد تھے) کہا کہ طالب علم ہیں، ان کے لئے اس اہتمام کی کیا ضرورت؟ جب سید محمد صابر بیمار ہوئے اور ان کے صاحبزادہ سید محمد واضح دہلی سے امیٹھی ہوتے ہوئے رائے بریلی واپس ہوئے تو مولانا عبداللہ کو (جو ان کے استاد بھی تھے) اپنے ہمراہ لیتے آئے، مولانا عبداللہ راستہ میں بہلی سے گر گئے اور پیر میں اتنی سخت چوٹ آئی کہ بہت دن تک چلنے پھرنے سے معذور رہے، اس درمیان میں کئی مرتبہ سید محمد صابر سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، انھوں نے کچھ عذر کردیا۔ ایک دن مولانا سید محمد واضح، مولانا سید محمد معین، شاہ ابوسعید صاحب اور سید محمد معتصم ایک وفد کی صورت میں حاضرِ خدمت ہوئے، سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ مولوی صاحب ملنے کے بہت مشتاق ہیں، آپ ان کو ملنے کا موقع کیوں نہیں دیتے، فرمایا: عزیزو! میں کیا کروں، حضرت جی (سید شاہ علم اللہؒ) اس واقعہ سے آزردہ ہیں، اس کے بعد امیٹھی کے سماع کا وہ قصہ سنایا، جو ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا، یہ بھی فرمایا کہ پیر کی چوٹ بھی دراصل خدا کی طرف سے ایک تنبیہ تھی۔

خوش الحان اتنے تھے کہ جو بھی ان کی آواز سن لیتا بے قابو ہوجاتا، صاحب ''اعلام الہدی'' لکھتے ہیں:

''در قرأت اقرأ زمان بودند و لہجہ فصیح و لحنے حزین داشتند کہ ارباب ذوق بشنیدش بر جا نمی ماندند و عوام بہ رقت می آرند۔''

www.abulhasanalinadwi.org

(اپنے زمانہ کے بہترین قراء میں ان کا شمار تھا، نہایت فصیح لہجہ اور پُرسوز آواز تھی، اہل ذوق پر ان کی قرأت سن کر ایک حال طاری ہوجاتا اور عوام پر رقت وگریہ۔)

ان کے حالات کا اختتام مولانا سید نعمان نے ان الفاظ پر کیا ہے:

''غرض داد درویشی کما ینبغی دادند، وہر چہ بکاملانِ این طائفہ می بایست بانجام رسانیدند۔''

(ولایت و درویشی کا حق ادا کردیا اور اس سلسلہ کے کاملین کے لئے جو زیبا تھا وہ کر دکھایا۔)

حکومت وقت کی طرف سے سید شاہ محمد صابر کو کڑا کے مقامات میں تین گاؤں نذر کئے گئے، جن کا مصرف مسافرین وفقراء اور طالبین سلوک کی خدمت اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا تھا، اس فرمان شاہی کی پُشت پر عمدۃ الملک مدار المہام اعتماد الدولہ قمر الدین بہادر جنگ کے دستخط ہیں اور رقعہ وغیرہ تحریر ہے۔

۱۱۶۳ھ میں وفات پائی اور نامور فرزند مولانا سید محمد واضح اور تین صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، اور تکیہ شاہ علم اللہؒ میں مسجد کے شمال مغربی گوشہ کے قریب سپرد خاک کئے گئے۔

سید محمد احسن بن سید شاہ آیت اللہ

سید محمد احسن نے بڑی وجاہت وریاست، امانت ودیانت اور زہد وتقوی کے ساتھ زندگی گزاری، دنیا ان کے قدموں پر تھی لیکن ان کا دل اس کی آلودگی سے پاک تھا، والد کی وفات کے بعد جنازہ کے ساتھ وطن رائے بریلی تشریف نہ لائے، بلکہ بادشاہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں رائے بریلی اور اس کے اطراف 'بیسواڑہ' و 'ہتورہ' کے علاقے ان کے سپرد کردئے گئے، اس وقت رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

میں شیرانیوں کے مشہور خاندان کی عمل داری تھی جو افغانی النسل تھے اور بڑے شورہ پشت لوگ تھے، جب سید محمد احسن نئے حاکم بن کر یہاں تشریف لائے تو شیرانیوں کو ان کا آنا بہت ناگوار ہوا اور انھوں نے قلعہ رائے بریلی میں قلعہ بند ہو کر اس کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور اندر اندر یہ منصوبہ بنایا کہ جب سید محمد احسن عید کی نماز پڑھنے جائیں تو ان کو شہید کر کے اپنی حکومت بحال کر لی جائے، سید محمد احسن کو ان کے ارادوں کا کچھ علم نہ تھا، انھوں نے اس مرتبہ اپنے برادر اصغر سید عظیم الدین کو اپنی جگہ عیدگاہ بھیجا اور خود اپنے جد امجد سید شاہ علم اللہؒ کی مسجد میں ٹھہر گئے، عیدگاہ کے خطیب اور قاضی شہر کو شیرانیوں کے ارادوں کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ نہیں آئے اور سید عظیم الدین نے شیخ عبدالواسع کو امامت کے لئے مقرر کیا، جب شیخ عبدالواسع امامت کے لئے بڑھے تو شیرانیوں کے اسلحہ بند دستہ نے جو اسی غرض سے آیا تھا، سید محمد احسن سمجھ کر ان کا راستہ روک لیا، انھوں نے کہا کہ ہم تو نماز کے لئے آئے ہیں، آپ ہماری راہ میں کیوں مزاحم ہوتے ہیں؟ اس درمیان میں بات بڑھی اور ان لوگوں نے شمشیر اٹھالی، سید عظیم الدین نے جب صورتِ حال اس طرح خراب ہوتے دیکھی تو اپنے دوستوں اور ہمراہیوں سے یہ کہا کہ جس کا جی چاہے یہاں سے چلا جائے اور اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے، اس کے بعد شیرانیوں کی طرف بڑھے، ساتھیوں نے روکا اور کہا کہ اپنی جان خواہ مخواہ خطرہ میں کیوں ڈال رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں خدا سے ہمیشہ شہادت کی آرزو رکھتا تھا، اب جب کہ یہ موقع سامنے ہے میں اس سے روگردانی نہیں کروں گا، آخر کار وہ لوگ ان پر جھپٹ پڑے اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی اور سید عظیم الدین، سید محمد جائسی اور دو ایک اور رفقاء ان ظالموں کے ہاتھوں شہید ہو گئے، جس وقت سید عظیم الدین اور ان کے رفقاء کی شہادت کی خبر تکیہ شاہ علم اللہؒ میں پہنچی (جو شیرانیوں کے مرکز سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے) اس وقت ان کے بھائی سید محمد ضیاء منبر پر کھڑے ہوئے نمازِ

www.abulhasanalinadwi.org

عید کا خطبہ دے رہے تھے، یہ خبر ان کے کانوں میں پڑی لیکن کمالِ استقامت وسنجیدگی کے ساتھ انھوں نے خطبہ پورا کیا اور شہداء کے لئے دعاءِ مغفرت کی، سید محمد احسن ان کا جنازہ لے کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں لائے، ماں نے چہرہ پر سے کپڑا ہٹایا، شہید بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اللہ کے سپرد کر دیا۔

دوسری طرف سید محمد احسن نے اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے ساتھ ان سب کو قلعہ میں گھیر لیا اور یہ چاہا کہ اسی وقت ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیں، لیکن یہ خیال کر کے کہ عم محترم سید محمد جیؒ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ قلعہ میں تشریف رکھتے ہیں کہیں ان کو کئی ضرر نہ پہنچ جائے، ان سب کو امان دی اور قلعہ بدر کر دیا، لیکن خونِ شہیداں بالآخر رنگ لایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا سارا قبیلہ اور آبادی جو شیرانہ ڈی کے نام سے موسوم تھی بالکل تباہ و برباد ہوئی، نہ اس کا کوئی کھنڈر باقی ہے اور نہ کوئی نام لینے والا ہے ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

سید محمد احسن نے اس کے بعد دو سال تک شان و شوکت کے ساتھ اس علاقہ پر حکمرانی کی، راجہ موہن سنگھ کے ساتھ (جو بارہ ہزار سوار لے کر ان کے مقابلہ پر آیا تھا) ایک معرکہ میں زخمی ہوئے، سید شاہ علم اللہؒ کے نواسہ سید محمد اشرف، سید رحمت اللہ اور بہت سے دوسرے رفقاء وخدمتگار اس معرکہ میں شہید ہوئے، سید محمد احسن کے پاس اس کے بعد معزولی کا پروانہ آ گیا، یہ زمانہ شاہ عالم معظم شاہ بن عالم گیر کا تھا، وہ بادشاہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے، بادشاہ حیدر آباد کے دورہ پر گیا ہوا تھا، انھوں نے برہان پور میں اقامت اختیار کی اور وہاں بخاری شریف کی سند بھی حاصل کی اور طالبانِ حق کی اصلاح وتربیت میں مشغول ہو گئے، شاہ عالم حیدر آباد سے واپس ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

تو ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

ان کے فرزند سید محمد جامع جو حقیقت میں جامعِ اوصاف اور تواضع، حلم اور سخاوت میں ممتاز تھے اپنے والد ہی کی حیات میں دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

سید محمد نور بن سید محمد ہدیٰؒ

سید شاہ علم اللہ کے دوسرے صاحبزادے سید محمد ہدی کو اللہ تعالی نے دو ایسے بیٹے عطا فرمائے جو صحیح معنی میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھے، پہلے کا نام سید محمد نور اور دوسرے کا سید محمد سنا ہے۔

سید محمد نور، سید احمد شہیدؒ کے حقیقی دادا تھے، ان کی ولادت کے وقت ان کے دادا سید شاہ علم اللہؒ حیات تھے، شروع ہی سے سید شاہ علم اللہؒ کے منظور نظر رہے، اور یہی نظر ان کا سلوک بن گئی، ان کے والد سید محمد ہدی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ اس فرزند ارجمند کی برکت سے میری بھی مغفرت ہو جائے گی۔

عنفوانِ شباب میں والد کے حکم سے شاہزادہ معز اعظم شاہ (پسر عالمگیر) کے پاس بغرض ملازمت تشریف لے گئے، شمشیر خاں جو اعظم شاہی امیر اور ان کے جد امجد سید شاہ علم اللہؒ کے مرید تھے، درمیان میں واسطہ تھے، انھوں نے امیر سے پہلے ہی کہہ دیا کہ شاہی ملازمت میں اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ تسلیمات و بندگی، تعظیماً سر جھکانے اور اس قسم کے دوسرے آداب شاہانہ سے معاف رکھا جائے، ورنہ میں واپس آجاؤں گا۔ امیر نے اس شرط میں کچھ دشواری محسوس کی، لیکن دیکھ کر کہ وہ اس ارادے سے باز نہ آئیں گے، شاہزادہ سے عرض کیا کہ پیرزادہ صاحب ملازمت قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ایک شرط لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ شرط منظور ہو تو

---

(۱) اعلام الہدی وسیرت السادات۔

www.abulhasanalinadwi.org

آ سکتا ہوں ورنہ نہیں، شاہزادے نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ امیر نے کہا صاحبزادہ سنت پر پوری ہمت و استقامت کے ساتھ عامل ہیں اور منہیات سے اجتناب کلی رکھتے ہیں، تسلیمات، ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے، سر جھکانے اور اس طرح کے تمام خلافِ شرع کاموں کے خلاف ہیں، شاہزادہ اعظم شاہ نے بڑی خوش دلی کے ساتھ کہا کہ سلام علیک کرنا سنت ہے اور ایسے لوگ سرکار کے حق میں موجبِ برکت ہیں،......اس کے بعد سید محمد نور وہاں تشریف لے گئے، السلام علیکم کہہ کر شاہزادے سے ملاقات کی، ملازمت قبول کی، خلعتِ خاصہ حاصل کی، اور ۱۴؍سال اس ملازمت میں گزارے، اس کے بعد ایک خواب کی بنا پر جس میں اعظم شاہ کے رفض کی وجہ سے اس کے زوال کی خبر دی گئی تھی، ملازمت چھوڑ دی اور وطن مراجعت فرمائی۔

زہد وتقوی اور قناعت وتورع میں اپنے والد اور دادا کے نقشِ قدم پر تھے، شرم وحیا اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ چھپر ڈالنے والے مزدوروں کی طرف جو اکثر زانو کھولے رکھتے ہیں دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے، مزدور اور کاریگر بھی یہ بات جانتے تھے، اس لئے جب ان کے آنے کا وقت ہوتا تو فوراً ستر کر لیتے، اہلِ ہوس کی صحبت و مجالست، سیر وتفریح اور لہو ولعب سے کچھ سروکار نہ تھا، اور ایسے لوگوں کے تحفے جو کھانے پینے سے متعلق ہوتے تھے قبول نہ فرماتے تھے، مشتبہ کھانے سے کلی اجتناب اور اکلِ حلال کا سخت اہتمام تھا، اوقات، تلاوت قرآن مجید، اورادِ ماثورہ اور اشغال باطنیہ سے معمور رکھتے تھے۔

شجاعت وسخاوت، ایثار وقناعت، حفظ مراتب حقوق، صلۂ رحمی اور شفقت و محبت میں اسلاف کی یادگار تھے، اعزاء و ہمسایوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے، سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، غرباء کی تجہیز وتکفین میں بڑی امداد کرتے۔

غیبت، مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے سخت نفرت تھی اور اس کی تاب نہ لا

www.abulhasanalinadwi.org

سکتے تھے۔

آخری ایام میں اور بالخصوص وفات کے وقت نسبت حضوری یادداشت بڑی ترقی اور قوت پر تھی، اور رقتِ قلب بہت بڑھ گئی تھی، اکثر فرماتے تھے کہ کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل تو نہیں ہے لیکن بعض بشارتوں کی بنا پر اللہ کی رحمت کی ضرور امید ہوتی ہے۔

۶ ربیع الاول ۱۱۴۸ھ کو چہار شنبہ کے دن انتقال کیا اور نصیر آباد میں اپنے نانا حضرت شاہ داؤد (برادرِ حقیقی حضرت شاہ علم اللہؒ) کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔(۱)

سید محمد سنا بن سید محمد ہدیٰؒ

سید محمد سنا حضرت سید شاہ علم اللہؒ کی وفات سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔

صاحب اعلام الہدی لکھتے ہیں کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو نصیر آباد سے حجام سید شاہ علم اللہؒ کو خوش خبری دینے کے لئے تلیہ (رائے بریلی) پہنچا، سید شاہ علم اللہؒ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''آئے میاں محمد سنا'' کمالِ مسرت میں بچہ کی ٹوپی بنانے کے لئے اپنے دامن کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسی وقت نائی کو دیا، دوسرے الفاظ میں گویا اسی وقت خرقہ عنایت فرمایا، مولانا سید نعمان مؤلف ''اعلام الہدی'' لکھتے ہیں کہ چچا فرماتے تھے کہ مجھے حضرت (سید شاہ علم اللہؒ) کی بعض باتیں باوجود کم عمری کے خوب یاد ہیں، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں اور میری بعض بہنیں حضرت کے پاس بیٹھے تھے، کچھ دیر کے بعد سب اُٹھ کر چلے گئے میں بیٹھا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد اجازت مانگی، حضرت بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ سب بچے بلا اجازت لئے چلے گئے مگر اس بچہ نے اجازت مانگی، بڑا اچھا اور سمجھدار بچہ ہے، پھر میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

علومِ ضروریہ سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے والد کی جاگیر کا انتظام ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے سپرد رہا اور کچھ مدت شاہی ملازمت اور فن سپہ گری میں گزری، آخر میں اپنے عم نامدار سید محمد جیؒ سے بیعت کی اور ان کی رہنمائی میں راہِ سلوک طے کی، اخلاق درویشانہ اور سیرت کریمانہ رکھتے تھے، اوقات، اشغال و اذکار اور تلاوت و عبادت سے معمور تھے، ہر روز دو منزل قرآن مجید ضرور تلاوت فرماتے، اوابین کا بہت اہتمام تھا اکثر زوال شفق تک نماز میں مشغول رہتے۔ صاحبِ ''بحر زخار'' نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ اپنے دادا سید شاہ علم اللہؒ کے نقشِ قدم پر تھے۔

۱۰؍رجب ۱۱۷۲ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے والد کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے، چار فرزند یادگار چھوڑے، سید محمد حیاء، سید محمد عطوف، سید محمد صفت، سید محمد حیا بے نظیر صفات کے حامل تھے اور ان کے لیے علیحدہ تذکرہ درکار ہے، سید محمد عطوف نے جامِ شہادت نوش کیا۔

سید عبدالباقی بن سید ابوحنیفہ

سید عبدالباقی، سید ابوحنیفہ کے فرزند اور دیوان سید خواجہ احمد کے نواسہ ہیں، زہد و تقوی، تسلیم و رضا، صبر و عزیمت، اعتماد و توکل اور استقامت میں بہت ممتاز اور فائق اور عجیب و غریب کیفیات و احوال کے مالک تھے، سید شاہ علم اللہؒ نے اپنے فرزند سید ابوحنیفہ کے انتقال کے بعد اپنی ہر چیز ان کی ملکیت میں دے دی، اپنا عمامہ اور قمیص اور دوسرے مشائخ کے تبرکات بھی ان کو عنایت فرمائے، اپنے سلسلہ میں ان سے بیعت لی اور اس کم سنی کے باوجود ان کو خلافت بھی عطا فرمائی، ان کے انتقال کے بعد عہدِ شباب میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور خط نسخ و نستعلیق میں خاص کمال پیدا کیا، علم و طریقت اور سلوک و معرفت میں اپنے ماموں سید ابراہیم بن دیوان سید خواجہ احمد نصیر آبادی سے استفادہ کیا، اس کے بعد کچھ عرصہ شاہ عالم کے لشکر میں رہے، پھر اس کے بعد دنیا اور متاعِ دنیا سے کنارہ کش ہو کر فقر و فاقہ اور ریاضت مجاہدہ کی راہ پسند

www.abulhasanalinadwi.org

کی، متواتر اور مسلسل فاقے ہوتے تھے، لیکن نہ ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش آتی تھی نہ بچوں کے، جو (میر ممتاز کے علاوہ) ابھی بہت نوعمر اور کمسن تھے۔

مولانا سید نعمان اپنا چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسلسل کئی روز سے فاقے ہو رہے تھے کہ جمعہ کا دن ہوا، حضرت منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن بھوک اور ضعف کی وجہ سے چہرہ کے رنگ میں کچھ تغیر سا محسوس ہوا، اور جسم میں کچھ لغزش پیدا ہوئی، بڑے صاحبزادہ میر محمد ممتاز نے آگے بڑھ کر سہارا دینا چاہا لیکن انھوں نے اس کو نامنظور کیا اور پورے اطمینان کے ساتھ خطبہ دے کر منبر سے اترے، کبھی کبھی مسرت کے ساتھ فرماتے تھے کہ یہ دولتِ فقر میرے دادھیال اور نانہال دونوں کی میراث ہے۔ ع

کرا باشد ایں دولت و شانے کہ من دارم

کمالِ استغنا اور توکل کے ساتھ گزر بسر کی اور کبھی قرض لینا گوارا نہ کیا، گھر شکستہ ہو کر جگہ جگہ سے زمین بوس ہو گیا تھا، آخر میں صرف چار پائی بھر کی جگہ باقی رہی، لیکن حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے اور اسی میں گزارہ کیا۔

تین فرزند یادگار چھوڑے، سید محمد ممتاز، سید محمد نعمان، سید محمد مستقیم، یہ تینوں اپنے والد کے تربیت یافتہ اور اسلاف کے قدم بہ قدم تھے۔

سید محمد حکم بن سید محمد جیؒ

سید شاہ علم اللہؒ کے چوتھے صاحبزادہ سید محمد جیؒ کے دو بیٹے تھے۔ سید محمد حکم اور سید محمد عدل۔ یہ دونوں فرزند آفتاب و ماہتاب سے کم نہ تھے۔ اگر سید محمد عدل (عرف شاہ لعل صاحب) اپنے عہد میں راہِ سلوک و معرفت کے قافلہ سالار تھے تو ان کے بڑے بھائی سید محمد حکم، علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے، ''نزہۃ الخواطر'' کے مصنف نے جن کے موئے قلم نے ہزاروں باکمال شخصیتوں کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

(اور جو بہت احتیاط کے ساتھ تعریف کرنے کے عادی ہیں) ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو علامہ لکھا ہے، لیکن یہ وہ علم نہیں ہے جس کو ''حجابِ اکبر'' کہا گیا ہے، اس فضیلت علمی، تصنیف وتالیف اور تحقیق ومطالعہ کے ساتھ ان کو وہ دولت بھی حاصل تھی جو علم کی جان ہے، اور جس کے بغیر ساری ذہنی کاوشیں اور تحقیقات علمی نہ صرف بے قیمت اور بے حاصل بلکہ وبالِ جان ہیں، سید محمد حکم کو کمالِ علمی کے ساتھ فقر واستغنا اور تعلق مع اللہ سے بھی حصۂ وافر ملا تھا اور علم نافع اور روحانیت صادقہ کا وہ حسین امتزاج ان کو حاصل تھا جو ہمیشہ کمیاب رہا ہے۔

انھوں نے طویل عرصہ تک اپنے والد کی صحبت اٹھائی اور ان ہی کی تربیت و رہنمائی اور شفقت ومحبت کے سایہ میں اصلاحِ نفس کے ان تمام مراحل سے گزرے جو سالک کو پیش آتے ہیں اور جن سے گزرنا عین اسلام وایمان کا تقاضا اور اس راہ کا طبعی خاصہ ہے۔

مولانا سید نعمان کہتے ہیں کہ ابتدائے حال میں ان کو علوم منقولات کی طرف زیادہ توجہ تھی، اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد اصلاحِ حال کی فکر دامن گیر ہوئی، نظر اٹھا کر دیکھا تو یہ دولت گھر میں پائی، چنانچہ اپنے والد کی صحبت وتربیت میں رہ کر سید شاہ علم اللہؒ اور دوسرے مشائخ کی نسبت خاصہ سے بہرہ ور ہوئے اور سلوک کے اعلیٰ ترین مقامات تک پہنچے، اپنے والد سے باقاعدہ اجازت لے کر ہندوستان کے دوسرے مشائخ سے استفادہ باطنی کے لئے مختلف مقامات کا سفر بھی کیا، چنانچہ سرہند میں شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید سرہندی سے استفادہ کیا اور ''شام چوراس'' میں نامور شیخ وقت شیخ عبدالنبی شام چوراسی کی خدمت میں تقریباً ایک سال رہ کر فیوض حاصل کئے اور ان کے سلسلہ کی نسبت باطنی سے بہرہ ور ہوئے، اس کے علاوہ شیخ محمد یحییٰ اتکی، شیخ سعدی بلخاری کی صحبت بھی اٹھائی، رائے بریلی سے پشاور تک اکثر

www.abulhasanalinadwi.org

مشائخ وقت اور اپنے سلسلہ کے کبار خلفاء سے بھی استفادہ کیا اور مختلف فیوض و اثرات اور نسبتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوکر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور علومِ دینیہ کی خدمت اور افادہ و تدریس میں عمر گزاردی، ان کی تصنیفات میں قرآن مجید کی دو تفسیریں بہت اہم ہیں، ایک فارسی زبان میں جس کا نام ''الحسنیٰ'' ہے، دوسری عربی میں جس کا نام ''محکم التنزیل'' ہے، اس کے علاوہ لغت میں ''تلخیص الصراح''، معانی میں ''ملخص البلاغۃ'' نحو میں ''لآلی النحو'' جو انھوں نے خاص طور پر اپنے برادر خورد شاہ لعل صاحب کے لئے تصنیف فرمائی تھی، نیز فقہ، فرائض اور حساب کی متعدد کتابیں ان کی تصنیفات میں شامل ہیں۔

بایں ہمہ تلاوت قرآن مجید کا اس قدر ذوق اور اہتمام تھا کہ ایک ہفتہ میں ایک قرآن مجید ضرور ختم کر لیتے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں بہت رفیع احوال رکھتے تھے۔ آرام طلبی اور راحت و آسائش سے مطلقاً سروکار نہ تھا، اور کوئی وقت بے کار اور خالی نہیں گزرتا تھا، عشقِ الٰہی کی سوزش اس قدر زائد تھی کہ عبادات و اشغال میں محویت کے وقت پاس رہنے والے کو ایسا محسوس ہوتا جیسے سینہ اور دل کباب کی طرح جل بھن رہا ہو۔

ان اوصاف و کمالات کے ساتھ صرف ۴۲ رسال کی عمر پائی اور ۲۲ رشوال ۱۱۵۰ھ کو نصیر آباد میں راحت ابدی حاصل کی اور ایک لائق و سعادت مند فرزند سید محمد ثانی یادگار چھوڑا۔

سید شاہ محمد عدل بن سید محمد جیؒ

حضرت سید شاہ علم اللہؒ کے پوتوں میں سب سے ممتاز اور روشن نام سید محمد عدلؒ کا ہے، جو سید محمد جی کے فرزند اصغر سید محمد حکم کے برادرِ خورد اور شاہ لعل صاحب کے نام سے مشہور ہیں، اور اپنے عہد کے نامور مشائخ میں ان کا شمار ہے، اودھ کے اطراف

www.abulhasanalinadwi.org

میں متعدد سلسلے اور علمی و دینی حلقے ایسے ہیں جن کا ان سے بیعت وارادت یا اجازت و خلافت کا تعلق ہے، ہندوستان کے مشہور مرکزِ علم اور حلقۂ درس ''فرنگی محل'' کے بعض نامور علماء بھی جو ان کے معاصر تھے ایک عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر ان کے فیضِ صحبت وتربیت سے فیضیاب اور خلافت سے شرف یاب ہوئے، اسی طرح کاکوری کا مشہور سلسلہ نقشبندیہ اور بعض اکابر سلسلہ قلندریہ کی نسبت روحانی بھی ان ہی سے ہے۔

راقم سطور کے جدامجد مولانا حکیم سید عبدالحیؒ نے اپنے استاد حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کے وہ الفاظ اپنے قلم سے سیرتِ علمیہ کے حاشیہ پر لکھے ہیں جو وہ شاہ لعل صاحب کے متعلق فرماتے تھے۔ اس شہادت کی اہمیت کا اندازہ اسی کو ہوسکتا ہے جو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتبار علمی و مرتبۂ روحانی سے واقف ہو، وہ لکھتے ہیں:

> ''استادی مولانا محمد نعیم فرنگی محلی می فرمودند کہ ایں چنیں صاحب ورع وعزیمت وتشرع وتورع وفضل وکمالات و استقامت وکرامات دراں جزءِ زماں بجز حضرت ایشاں کسے برنخاستہ ہمچو مہر درخشاں برتافت وعالمے را فیضیاب فرمود۔''
>
> (میرے استاد مولانا محمد نعیم فرنگی فرمایا کرتے تھے کہ ان جیسا صاحب ورع وعزیمت وتشرع وتورع، صاحبِ فضل وکمال و کرامت و استقامت اس عہد میں اور کوئی پیدا نہ ہوا، مہرِ درخشاں کی طرح روشن ہوئے اور ایک عالم کو فیضیاب فرمایا)۔

بچپن سے جوانی تک اپنے والد سید محمد جی کی تربیت وصحبت میں رہے اور بہت تھوڑی مدت میں سلوک کے سارے منازل طے کر کے اپنے والد کے ترجمان وشارح اور حقیقی جانشین بنے، اور اولیاء متقدمین کا نام روشن کیا، اوائلِ عمر میں اپنے بڑے بھائی سید

www.abulhasanalinadwi.org

محمد حکم سے علومِ ظاہری کی تعلیم حاصل کی، استاد کی شفقت اور بھائی کی محبت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ سید محمد حکم نے خاص ان کے لئے نحو کی ایک کتاب تصنیف فرمائی۔

درسیات وعلوم سے فراغت کے بعد نسبت ومعرفت اور یقین واحسان کی دولت حاصل کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی اور اپنے والد کی رہنمائی وتربیت میں سخت سے سخت مجاہدات سے گزر کر اس ''آبِ حیات'' تک پہنچے جو ہفت خواں سر کرنے اور نذرِ جاں پیش کرنے کے بعد بھی ملے تو منعمِ حقیقی کا احسان وانعام اور فضلِ محض ہے ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

غریبوں، بیماروں اور کمزوروں کی خدمت اس طرح لگ کر کی کہ ''ابوالمساکین'' لقب پڑ گیا، مولانا سید نعمان (جو ان کے خلیفہ بھی ہیں) ان کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''مجاہدانہ زندگی، ریاضت ونفس کشی اور زہد وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ اگر بُھنا ہوا سالن سامنے آتا تو اس میں پانی ڈال کر زیادہ کر دیتے، کھانا ربع معدہ سے زیادہ نہ کھاتے اور کبھی کبھی اس میں بھی ناغہ کر دیتے، اور باقی کھانا فقراء ومساکین کو عنایت فرما دیتے، جاڑوں میں اکثر ایسا کرتے کہ اپنے اوڑھنے بچھانے کا سامان (مثلاً رضائی لحاف وغیرہ) خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کو دے آتے، اور صبح اندھیرے منھ اذان سے پہلے جا کر سب کو بیدار کرتے اور سب سامان لپیٹ اور باندھ کر خاموشی سے اپنے حجرہ میں لے آتے، تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے، آخر میں روئی کا سامان یہ سوچ کر چھوڑ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو استعمال نہ فرمایا تھا، عشقِ نبوی اور غایتِ اتباعِ سنت میں چارپائی کا استعمال بھی ترک کر دیا تھا اور زمین پر چٹائی یا پیال بچھا کر آرام فرماتے تھے۔(۱)

(۱) اعلام الہدی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ذوقِ عبادت اور خشیت وانابت کا وہ حال تھا جس کو سن کر صحابۂ کرام کی ایک جھلک نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے، مولانا سید نعمان مؤلف ''اعلام الہدیٰ'' شہادت دیتے ہیں کہ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ عشاء کو نماز میں کھڑے ہوئے اور کوئی خاص حالت وکیفیت ایسی طاری ہوئی کہ رات بھر اسی ہیئت پر کھڑے ہو کر سحر کر دی، یہ لکھنے کے بعد مولانا سید نعمان کہتے ہیں کہ ان کی زندگی وہ تھی جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے ؎

عاشقی راس سہ نشان است اے پسر
رنگ زرد، و آہ سرد، و چشمِ تر

ان کے چہرہ بشرہ سے یہ تینوں کیفیتیں صاف نمایاں تھیں، اور بخدا! اس میں ذرا مبالغہ نہیں ہے۔(۱) اودھ کے علاقوں نیز بہرائچ، مانکپور، الہ آباد اور نواحِ دہلی کے سفر اکثر کرتے اور وہاں کے علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے، اولیاء اللہ کے مزارات ومقابر میں بھی تشریف لے جاتے، لیکن اپنے جانے کی کسی کو اطلاع نہ کرتے تھے، اس کی علامت عرف یہ ہوتی تھی کہ جب جماعت میں حاضر نہ ہوتے تو لوگ کہتے کہ ''از ما بگریخت'' (ہم سے بھاگ گئے) اسی طرح برہان پور اور بھوپال کا سفر کیا، اور جب وہاں لوگوں کو کسی طرح آمد کی اطلاع ہوگئی اور ہجوم ہوا تو وہ جگہ بھی اسی طرح چھوڑ دی۔

ان حضرات کے اس اخفاءِ حال اور کم آمیزی کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ و سوانح کی مشہور ومقبول کتاب ''بحرِ زخار'' کے مصنف (جو شاہ لعل صاحب کے معاصر اور عبداللہ خاں مرید شاہ لعل صاحب ومصنف ریاض الاولیاء کے دوست بھی ہیں) ''بحرِ زخار'' میں لکھتے ہیں:

''مخفی نہ رہے کہ یہ حضرات کرامات وخوارق کے اظہار میں بہت

(۱) اعلام الہدیٰ۔

www.abulhasanalinadwi.org

متامل اور مستور الاحوال تھے، ان کے خاندان میں ملفوظات ومجالس کا رواج نہیں، کہتے ہیں کہ یہ باتیں ان بزرگوں اور درویشوں کو سزاوار ہیں جنھوں نے واقعی دنیا چھوڑ دی ہے، دیانت سے دور ہے کہ ہم اپنے کو بزرگ سمجھ کر ملفوظ سازی کریں۔''

آگے لکھتے ہیں:

''ان کے حالات میں مولوی عبدالکریم (۱) سے دریافت کر کے لکھتا ہوں، لیکن ان سب کو جن کا ان اوراق میں تذکرہ ہے محض شریعت کی شمع اور آسمان حقیقت کا آفتاب سمجھنا چاہئے۔'' (۲)

حضرت شاہ لعلؒ کے استغنا و بے نیازی، دنیا اور دولتِ دنیا کی بے وقعتی، اتباعِ سنت وعزیمت، قبولیت وتاثیر وقوت تسخیر کا اندازہ ذیل کے اس عجیب واقعہ سے ہوسکتا ہے جو مولانا محمد ادریس نگرامی مؤلف "الأصول الثابتة للفروع النابتة" نے تفصیل سے درج کیا ہے، اور ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا جارہا ہے:

''میں نے اپنے والد ماجد صاحب (مولانا شاہ محمد عبدالعلی نگرامی (۳) سے سنا کہ جب شجاع الدولہ رائے بریلی آیا تو اس کو کمال شوق آپ کی قدم بوسی کا ہوا، لوگوں نے عرض کیا کہ حضور کے بروت (مونچھیں) بڑی ہیں، اور حضرت شاہ لعلؒ کے حضور میں جو جاتا ہے اور خلافِ صورتِ پیغمبر ہوتا ہے اس کو ایسا اپنی زورِ ولایت سے سمجھاتے ہیں کہ وہ خود بخود اپنی صورت موافق

---

(۱) شیخ عبدالکریم جوراسی خلیفہ حضرت شاہ لعل، ان کا ذکر آگے آئیگا۔

(۲) بحرِ زخار (منتخب) ص: ۸، مرتب کردہ: ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبدالعلی حسنیؒ (متوفی: ۱۳۸۱ھ)

(۳) مولانا شاہ عبدالعلی نگرامی قاضی عبدالکریم جوراسی کے خلیفہ تھے، لیکن حضرت گلزار شاہ سے تکمیل سلوک کی، اس کے علاوہ ان کو حضرت شاہ پناہ عطا صاحب سلونی سے بھی اجازت وخلافت ہے، اتباعِ شریعت اور اجتناب عن البدعت میں بہت ممتاز تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شریعت کے کر لیتا ہے، چنانچہ شجاع الدولہ یہ سنتے ہی ساکت ہو گیا، دو جوان افغان جو بڑے زور آور اور دلاور تھے کہہ پڑے کہ کیا مجال ہے اس فقیر کی جو ہمارے بروت (مونچھیں) کاٹ لے۔ یہ کہہ کر دونوں آپ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ بعد تھوڑی دیر کے آپ نے اس نرمی سے ان دونوں کو فہمائش کی کہ وہ دونوں از خود رفتہ ہو گئے، اور عرض کیا کہ جو حضرت فرماتے ہیں بسر و چشم منظور ہے، اسی وقت آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دونوں جوانوں کی مونچھیں کاٹ ڈالیں، اور موافقِ شریعت کر دیں، وہ دونوں رخصت ہو کر شجاع الدولہ کے پاس گئے تو شجاع الدولہ ان کی شریعت کے مطابق صورت دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہوا، تم دونوں تو بڑے غرور سے گئے تھے، تب انھوں نے کہا کہ اے سلطان! جس وقت حضرت شاہ لعل صاحب نے نصیحت کرنا شروع کی یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو شیر اپنے پنجے پھیلائے ہوئے کھڑے ہیں، اگر ذرا سا بھی ہم خلافِ حکم کرتے ہیں تو فوراً جان سے مار ڈالیں گے۔ یہ سن کر شجاع الدولہ نے خوف کھایا اور ملازمت سے محروم رہا۔'' (۱)

شاہ لعل صاحب اتباعِ سنت میں اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر تھے اور یہی ان کا سب سے بڑا وصف تھا، اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں اور ان سے استفادہ باطنی کرنے والوں کو قدرتی طور پر سب سے پہلا پیغام یہی ملتا تھا کہ ؎

---

(۱) الاصول الثابتہ؛ ص: ۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اور

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

کاکوری کا مشہور سلسلہ علیہ قلندریہ جو اپنی وسیع المشربی و رواداری اور جذب و سرمستی کے لئے مشہور ہے، اس کے بعض نامور مشائخ کے حالات زندگی اور سوانح و واقعات میں ہمیں اس جگہ وہ رنگ صاف نظر آتا ہے جہاں خانوادہ علم اللہی کا اس کے ساتھ پیوند ہوا ہے اور دونوں سلسلے کسی ایک شخصیت میں جمع ہو گئے ہیں، گویا ایک نور مستطیل ہے کہ جدھر سے گزرتا ہے اپنی روشنی چھوڑ جاتا ہے۔

حضرت شاہ محمد کاظم علی قلندرؒ (م:۱۲۲۱ھ) کو جو اس سلسلے کے بہت عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں، شاہ لعل صاحب اور اس کے بعد شاہ ابوسعید صاحب (نبیرہ سید آیت اللہ بن سید شاہ علم اللہؒ) سے اجازت حاصل تھی، اور شاید یہی وجہ ہے کہ اپنے خاندان اور سلسلہ کے بعض مروجہ رسوم و روایات کے خلاف انھوں نے اپنے فرزند ارجمند شاہ تراب علی قلندرؒ کی تعلیم و تربیت میں ان خلاف شرع، خلاف سنت اعمال کی سختی سے مخالفت کی جن کو اس عہد میں اور بعض سلسلوں اور خانوادوں میں معیوب و قبیح نہیں سمجھا جاتا تھا۔

''بہارستانِ تراب'' کے مصنف نے شاہ تراب علی قلندرؒ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے جو ابتدائی حالات قلمبند کئے ہیں اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

''والد ماجد (یعنی شاہ کاظم علی قلندرؒ) دنیائے دنی کی حقارت، نور بصر کے دل میں راسخ کرتے، مرغن غذا، نفیس پوشاک، اور اخلاقِ ذمیمہ سے منع فرماتے تھے، مستورات نے منت کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

سر پر گیسو رکھوائے تو ان کو منڈوانے کا حکم دیا، سرخ رنگ کی نعلین یا ناتی پہن کر حاضر ہوئے تو اس رنگ کو خلافِ شرع اور مکروہ بتایا۔''

آگے لکھتے ہیں:

''مسائلِ فقہ پر عبور کے بعد کتب تصوف کا درس دیا، آدابِ مجلس سکھائے اور حکم دیا کہ بجائے بندگی و آداب کے ہر شخص سے السلام علیکم کہا کرو۔''(۱)

''صاحبزادے سے اپنے مریدین کی خدمت کراتے تھے، ''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' کبھی کبھی دالان میں جاروب کشی پر مجبور کرتے اور ہر نوع سے بندگی وانکسار کا خوگر بناتے تھے''۔(۲)

فرنگی محل کے ایک ممتاز عالم مولانا ازہار الحق بھی جو مولانا انوار الحقؒ کے حقیقی بھائی، مولانا بحر العلوم کے داماد اور مولانا محمد حسین کے چچا تھے، سید شاہ لعل صاحب سے بیعت وخلافت کا تعلق رکھتے تھے۔

مولانا بحر العلوم بھی ''بوہار''(۳) جاتے ہوئے ایک مرتبہ سید شاہ لعل صاحب کی خانقاہ سے گزرے تھے اور مولانا ازہار الحق کو اپنے ساتھ بوہار لے گئے تھے۔

مولانا ازہار الحق مدتوں سید شاہ لعل صاحب کی صحبت وتربیت میں رہے اور مراتبِ عالیہ تک پہنچے۔

مولانا ولی اللہ فرنگی محلیؒ نے اپنی کتاب "الأغصان الأربعة" میں مولانا ازہار الحق کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے سید شاہ لعل صاحب کی خدمت میں ان کی حاضری کا ذکر کیا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) بہارستانِ تراب؛ص:۱۷؛از: مولوی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی۔

(۲) ایضاً ص: ۱۹

(۳) یہ مقام بردوان کے قریب ہے، اب بھی نیشنل لائبریری، کلکتہ میں بوہار سکشن معروف ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

”شاہ لال مرحوم کہ دراں زماں زندہ بودٗ اوراغنیمت شمردہ بخانہ خود جائے دادو بخدمت افادۂ علم برائے تدریس رونہادند در مسجد شاہ مذکور درس طلبہ علم می داد و استفادات باطنی از خدمت شاہ مذکور می گرفت تا آنکہ در عقد بیعت او درآمد و ذکر وفکر بر طریقہ نقشبندیہ از اُو آموخت و مراقبہ وحبس دم در اشغال شعار و دثار خودنمود مدتہا آنجا بود و درمابین یک بار بوطن بازگشت و چندے ماندہ و بازراہی آں طرف شد و برادرزادگانِ خود مسمی نورالحق و علاء الدین برائے تحصیلِ علم نیز ہمراہِ خود برد۔“

(شاہ لعل صاحب مرحوم نے جو اس زمانہ میں حیات تھے ان کو غنیمت اور جوہرِ کامل سمجھا اور اپنے گھر میں ان کو جگہ دی اور ان کی خدمت میں طلبہ تحصیلِ علوم کے لیے حاضر ہونے لگے، اور شاہ مذکور کی مسجد میں انھوں نے درس دینا شروع کیا، اسی کے ساتھ شاہ صاحب سے استفادۂ باطنی بھی کرتے رہے یہاں تک کہ ان سے بیعت کرلی اور طریقۂ نقشبندیہ کے مطابق ان سے ذکر وفکر سیکھا اور مراقبہ وحبسِ دم اور اس طرح کے اشغال میں پوری توجہ سے منہمک اور مشغول ہوگئے ، مدتوں وہاں قیام کیا اور اس درمیان میں صرف ایک بار وطن مراجعت کی اور تھوڑا عرصہ رہ کر پھر وہ شاہ صاحب کے پاس واپس گئے اور اس بار اپنے بھتیجوں نورالحق و علاء الدین کو بھی تحصیلِ علم کے لئے اپنے ساتھ لیتے گئے۔)

لیکن سید شاہ لعل صاحب کی زندگی میں وہ سب سے اہم بات جس نے راقمِ

www.abulhasanalinadwi.org

سطور کے دل میں ان کی عظمت کا نقش قائم کر دیا، اور جس کو جانِ سخن کہا جا سکتا ہے یہ ہے کہ سید عبدالکریم جوراسی (۱) جو خود بڑے کامل اور فردِ زمانہ تھے، سید شاہ لعل صاحب کا شہرہ و آوازہ سن کر ان کے یہاں حاضر ہوئے اور امتحاناً اپنے گھر والوں، اہلیہ وغیرہ کو ان کے گھر بھیج دیا اور خود دیکھنے کے لئے کہ خلافِ سنت و شریعت تو کوئی عمل سرزد نہیں ہوتا باہر رہے اور دونوں ایک طویل عرصہ تک اس کا جائزہ لینے کے بعد آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں کوئی فرق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس بات کا کہنا جتنا آسان ہے اس پر عمل کرنا اتنا ہی دشوار ہے، بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں کہ اس کو عزیمت کا دامن چھوڑ کر رخصت کا دامن پکڑنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ''جو کچھ بیرون در ہو، وہی اندرونِ خانہ'' بھی نظر آئے۔

مولانا محمد ادریس نگرامیؒ نے ''الاصول الثابتہ'' میں سید شاہ عبدالکریم کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ واقعہ بھی لکھا ہے جو ان ہی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

> ''آپ (یعنی شاہ عبدالکریم) کو اس قدر تورع تھا کہ آپ مدت تک کسی کے مرید نہیں ہوئے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرید ایسے شخص کا ہونا چاہئے جو اندر باہر اور ظاہر و باطن میں پابند شریعت ہو، جب آوازۂ ولایت حضرت شاہ لعل صاحب کا آپ نے سنا تو واسطے تحقیق حال مع اپنی زوجہ کے عازم رائے بریلی ہوئے اور ایک سال تک اندر آپ کی زوجہ اور باہر آپ جویاں اس امر کے رہے کہ کسی طرح سے کوئی امر اندر یا باہر خلافِ شریعت تو نہیں ہوتا، جب آپ نے ایک سال قیام فرما کر اپنے

(۱) جوراس نگرام کے قریب ایک موضع ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مقصدِ قلبی کو پورا پایا تب آپ نے خواستگاری بیعت کی، چنانچہ
حضرت شاہ لعل صاحب بہت خوش ہوئے اور بیعت کر کے
خلافت سے مشرف فرمایا۔''

سید شاہ لعل صاحب کے خلفاء ومجازین میں مولانا ازہار الحق فرنگی محلی، مولانا محمد کاظم قلندرؒ کاکوروی، مولانا ذوالفقار علی دیوی تلمیذ حضرت بحر العلوم ومولانا عبدالکریم جوراسی، مرشد قاضی مولانا عبدالکریم نگرامی، مولانا محمد یحیی جائسی اور ''اعلام الہدی'' کے مصنف مولانا سید محمد نعمان اور عبداللہ خاں مصنف ''ریاض الاولیاء'' قابلِ ذکر ہیں۔

۸۵/سال کی عمر میں ۱۱/رمضان المبارک ۱۱۹۲ھ کو وفات پا کر حیاتِ جاوید حاصل کی اور روضۂ سید شاہ علم اللہؒ میں مدفون ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

☆☆☆

۸۵/سال کی عمر میں ۱۱/رمضان المبارک ۱۱۹۲ھ کو وفات پا کر حیاتِ جاوید حاصل کی اور روضۂ سید شاہ علم اللہؒ میں مدفون ہوئے۔